Shirin-va-Khusrau
by
Amir Khusrau
ed. by
Ali Ahmad Khan

Muslim University Press
Aligarh.
1927

[illegible]

چو از کلکم چکید آں شربت نو
کہ نامش کردہ شد شیرین و خسرو

مثنوی

شیرین و خسرو

حضرت امیر خسرو دہلوی

بتنقید و تصحیح مولوی حاجی علی احمد خاں صاحب اسیر مرحوم
قادری نقشبندی بدایونی سابق پروفیسر فارسی
سینٹ جانس کالج آگرہ

باہتمام محمد مقتدیٰ خاں شروانی

مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ میں طبع ہوئی ۱۳۴۶ھ ۱۹۲۷ء

انتساب

یہ سلسلہ بصد فخر و مباہات حسب اجازت بندگان
عالی متعالی اعلیٰ حضرت ہز اگزالٹڈ ہائی نس آصف جاہ
مظفر الممالک نظام الملک نظام الدولہ
نواب میر عثمان علی خاں بہادر
فتح جنگ جی سی ایس آئی جی سی بی ای یار وفادار دولت
برطانیہ خلد اللہ ملکہ و سلطانہ و دام برہ و احسانہ کے
نام نامی و اسم سامی کے ساتھ منسوب و معنون کیا جاتا ہے

فہرستِ مضامین

متن

صفحہ	عنوان	نمبر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رہائیِ اسیر

شیریں و خسرو بلحاظ ترتیب تصنیف خمسۂ خسروی کی دوسری مثنوی ہے جو مطلع الانوار کے بعد ظلمتِ خیال سے نورظہور میں آئی۔ لیکن عجیب اتفاق ہے کہ کلیاتِ خسرو کے ذیل میں اس کی طبع و اشاعت خمسہ کی تمام مثنویوں کے آخر میں ہوتی ہے، حال آں کہ واقعہ یہ ہے کہ جب یہ کام شروع ہوا تو (بماہ اگست ۱۹۱۵ء) مطبع میں سب سے پہلے جو کتاب چھپنے کے لئے پہونچی وہ یہی شیریں خسرو تھی مسودہ کے ایک معتدبہ حصہ کی کتابت ہو چکی تھی کہ اسے یہ کہہ کر واپس لے لیا گیا کہ ہنوز اس کی تصحیح قابلِ اطمینان طور پر نہیں ہوئی۔

اس کے بعد مسودہ دست بدست تنقید و مقابلہ کے لئے گشت کرتا ہوا مولوی علی احمد خاں صاحب اسیر قادری نقش بندی بدایونی پروفیسر سینٹ جانس کالج آگرہ کے سپرد ہوا۔ مولوی صاحب موصوف ۱۹۱۷ء میں اپنے فرض سے فارغ

مولانا آسیر جب ملتے (اور اُنھوں نے آگرہ اور بدایوں سے علی گڑھ کے لئے بارہا شدِّ رحال محض اس کتاب کی خاطر کیا) تو موانع کا حال سن کر اکثر یہی فرماتے کہ "ہماری زندگی میں یہ کام تمام ہوتا معلوم نہیں ہوتا۔" اور شاید خدا کو اپنے اس نیک بندے کی زبان پوری ہی کرنی تھی کہ تقریباً پوری کتاب اُن کے انتقال کے بعد چند ہفتہ کے اندر بلا زحمتِ خاص طبع ہو گئی۔ "ان من عباد اللہ من لو اقسم علی اللہ لابرہ۔"

مولانا آسیر نے گزشتہ موسم میں حج بیت اللہ کا شرف حاصل کیا اور ۲۰ر محرم الحرام ۱۳۴۶ھ کو مدینہ منورہ میں بحالت نماز صبح علایق دنیوی سے رہائی پائی

قسمت نگر کہ کشتۂ شمشیرِ عشق یافت

مرگے کہ زندگاں بہ دعا آرزو کنند

جنۃ البقیع میں آسودہ ہوئے۔ وفات سے قبل خود اپنا یہ شعر وردِ زبان تھا ؎

"اُلجھ کر رہ گیا میں وادیِ طیبہ کے خاروں میں

مجھے پہونچا دیا اِس ضعفِ تن نے منزلِ جاں تک"

انا للہ وانا الیہ راجعون خوب اُلجھے بہت خوب سلجھے بہت ہی خوب پہونچے۔

اندریں حالات اس کتاب کی اشاعت میں کمک (Comic) (طرب بیز) اور ٹریجک (Tragic) (غم انگیز) دونوں پہلو مضمر ہیں۔ خوشی اس کی ہے کہ ایک بہت بڑی کمی پوری ہوئی اور ایک سلسلۂ نامکمل بالآخر

ہو گئے۔ چنانچہ مقدمہ اور اس کے مختلف حصص کے ناموں سے جو ۱۳۳۶ ہجری برآمد ہوتے ہیں اس کا یہی سبب ہے کہ مقدمہ سنہ مذکور (مطابق ۱۹۱۷ء) میں پورا ہو گیا تھا۔ پھر اس کے نظر ثانی و منظوری کی منازل سے گزرنے میں بھی غیر معمولی تعویق پیش آئی تاہم یہ کام بھی فروری ۱۹۲۳ء میں ہمہ جہت مکمل ہو گیا۔ یہاں تک کہ موصوف نے متن کتاب کی پوری کتابت بھی اپنے ہی اہتمام سے کرا دی، اور اسی زمانہ میں یہ دونوں چیزیں مطبع میں بھی اس حیثیت سے واپس آگئیں کہ ان کے لیے سوائے چھپ جانے کے کوئی دوسرا مرحلہ باقی نہ رہا تھا پھر بھی ناموافق اسباب پیش آتے رہے اور تین سال یوں ہی گزر گئے۔ دسمبر ۱۹۲۵ء میں اسے ایسے خوش نویس صاحب کے سپرد کیا گیا جو مطبع کے نہایت وفادار و ضعدار پرانے کارکن تھے۔ وہ بلا مبالغہ مقدمہ کا ایک ہی صفحہ لکھنے پائے تھے کہ ایک حد درجہ مولم و موذی درد میں مبتلا ہوئے اور ہفتہ کے اندر اندر جانِ شیریں سپرد جان آفریں کر دی ؎

ما کل ما یتمنی المرء یدرکہٗ　　　تجری الریاح بما لا تشتہی السفن

ان حالات میں سوائے اس کے کیا سمجھا جائے کہ قادر مطلق و حاکم برحق کی مشیت ہی دگر گوں تھی کہ باوجود میری کوشش اور بعض محترم بزرگوں کی خواہش اور خود مقدمہ نگار صاحب کی بزرگانہ کاوش کے بارہ (۱۲) یا کم از کم دس (۱۰) برس سے پہلے یہ چھپے شیر جاری نہ ہو سکی۔ "عرفت ربی بفسخ العزائم"

سے گویا ہٹ کر قدم رکھا ہے۔ چنانچہ ایک موقع پر خود فرماتے ہیں ؎

"از شیوۂ خود رمیدہ گشتم

تسلیم ہماں جریدہ گشتم"

(مجنوں لیلیٰ)

حضرت امیر خسروؒ کے متعدد ضخیم ضخیم دیوان باقی ہیں جو در اصل جانِ سخن ہیں۔ ان کے ماسوا کئی اور چیزیں قابل طبع و نشر ہیں۔

مع ہذا جب ہماری نگاہ سرمایہ پر جاتی ہے (جو ایسے تمام کاموں کے لئے ضروری ہے) تو خانہ صفر نظر آتا ہے۔ اور یہ تصور تشنۂ یاس کی جھلک دکھانے لگتا ہے کہ جو کوہ کن پہلے جوئے شیر تک پہونچے تھے وہ ایک ایک کر کے ہم سے رخصت ہو چکے ہیں نواب اسحاق خاں صاحب نہیں رہے جن کا ادبی و شعری ذوق موروثی تھا۔ نواب عماد الملک بہادر بھی اب اکر چل بسے جن کو خصوصاً خسروؒ کے ساتھ ایک فطری مناسبت تھی۔ لیکن پائے ثبات کے لیئے لغزش کی کوئی وجہ نہیں ۔ خدا کے فضل و احسان سے جب تک یہ سلسلہ حضور نظام عالی مقام خلد اللہ ملکہٗ کے دامن دولت سے وابستہ اور سایۂ سرپرستی میں سیراب ہے اس کا منبع فیض و رشیمۂ بقا یقیناً برقرار ہے۔ یہ بھی ایک مبارک فال ہے کہ خسرو فنڈ کمیٹی کے صدر نواب صدر یار جنگ بہادر (صدر الصدور امور مذہبی سرکار عالی) تمام مالۂ و ماعلیہ سے واقف ہیں اور اس مقصد کے لیئے ضرور کسی گنج باد آورد کی فکر کرینگے ۔ ادھر مسلم یونیورسٹی

مسلسل ہوا، اور افسوس اس کا ہے کہ وہ شخص نہ رہا جو اس خوشی میں شریک ہونے کا سب سے زیادہ مستحق تھا فجزاہ اللہ خیراً۔

عید رمضاں آمد و ماہِ رمضاں رفت
صد شکر کہ ایں آمد و صد حیف کہ آں رفت

مرحوم نے پورے مقدمہ کا تاریخی نام "بے بہا ارمغان جاوید" تجویز کیا تھا اس سے اور اس کے تین مختلف حصّوں کے تین مختلف ناموں سے بے کم و کاست ۱۳۳۶ھ برآمد ہوتے ہیں۔ اُنھوں نے یہ خدمت نہایت محنت و عقیدت سے انجام دی تھی اور اس کے متعلق ایک سے زیادہ مرتبہ ہر قسم کے مشوروں کو قبول کرنے میں بے حد ہضمِ نفس کا اظہار کیا تھا۔ خدائے تعالیٰ اس سب کی ان کو جزائے خیر دے۔ آمین!

شیرینِ خسرو طبع ہو جانے کے بعد بفضلِ خدا پنج گنج خسروی سے خزاینِ ذوق و طلب معمور ہوئے بلکہ اس کے علاوہ بعض ایسے نایاب جواہر زواہر بھی منظرِ عام پر آئے جن کا پیشتر کسی قیمت پر بھی دستیاب ہونا محال تھا۔ اس لحاظ سے اگرچہ بظاہر اب تک کچھ نہ کچھ ہوا ہے، لیکن درحقیقت ابھی بہت کچھ ہونا باقی ہے۔ اور اب اصل ضرورت اس امر کی ہے کہ اُن دفائن تک بھی دسترس حاصل کی جائے جو حضرت امیر خسروؒ کی ملکِ خاص ہیں۔ کیوں کہ جیسا کہ علم دوست اصحاب پر مخفی نہیں ہے ان کا حقیقی میدان غزل ہے، اور اُنھوں نے مثنوی کے لالہ زار میں اپنی روش خاص

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

مقدمہ

(حصہ اول) حیاتِ دوامِ خسرو

(سنہ ۱۳۳۶ھ)

الٰہی شوخیِ برقِ تجلی دہ زبانم را
قبولِ خاطرِ موسیٰ کلاماں کن بیانم را

حضرت امیر خسروؒ شرفائے ترک کی معدنِ جواہر کے ایک بے بہا جوہر ہیں۔ آپ کے والد ماجد امیر سیف الدین محمود ترکوں کے مشہور قبیلہ لاچین کے سردار تھے اور آپ کے آباؤ اجداد کا وطن ہزارہ تھا۔ لیکن بعض مورخین نے

کی زمام نظم و نسق ہر ہائی نس مادر بیگم صاحبہ بھوپال (چانسلر) اور نواب سر محمد مزمل اللہ خاں بہادر کے سی آئی ای، او بی ای (وائس چانسلر) جیسی مسلمہ معارف پرور و علم دوست ہستیوں کے ہاتھوں میں ہے پس اُمید ہے کہ جو علمی کام مدرسۃ العلوم کے زمانہ میں ناتمام رہا تھا وہ اس کی مادر مشفقہ مسلم یونیورسٹی کی آغوش میں ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور پایۂ تکمیل کو پہونچیگا۔ واللہ المستعان علیٰ ما تصفون۔

علی گڑھ:
ربیع الاول ۱۳۴۶ھ
ستمبر ۱۹۲۷ء

محمد مقتدیٰ خاں شروانی
طابع و ناشر سلسلۂ کلیات خسرو
نائب ناظم خسرو فنڈ کمیٹی

آپ کا نام ابوالحسن تھا اور ابتدائی تخلص سلطانی عرف امیر خسرو تھا اور خسرو ہی آپ کا اخیر تخلص قرار پایا اور مشہور ہوا۔ حضرت سلطان الاولیار محبوب الہیؒ کی درگاہ سے ترک اللہ کا خطاب عطا ہوا تھا۔ بعض مورخین نے آپ کا لقب یمین الدولہ بھی لکھا ہی۔

چار برس کی عمر تک آپ پٹیالی میں رہے۔ اس کے بعد اپنے والد کے ہمراہ دہلی آئے۔ آپ کی عمر نو سال کی تھی کہ والد ماجد کسی لڑائی میں شہید ہوئے اُس وقت بھی آپ کی شاعرانہ مشق سخن اس حد تک پہونچ چکی تھی کہ اپنے والد کا مرثیہ کہا۔ اس کے بعد آپ کے نانا نواب عماد الملک آپ کے مربی اور سرپرست ہوئے جن کے سایۂ عاطفت میں آپ نے تمام علوم و فنون عقلی و نقلی تحصیل کئے

آپ نے خود اپنی ابتدائی شاعری کی جو کچھ حالت اپنی بعض تصانیف میں رقم فرمائی ہی اس سے ظاہر ہی کہ آپ اپنے زمانۂ طالب علمی میں بطور خود بڑے بڑے مشاعروں اور علمی معرکوں میں ایسی نغمہ سرائی فرماتے تھے کہ اہل سخن حیران ہو جاتے۔ حقیقتاً آپ کی والدہ کا بطن گویا آپ کے لئے منبع شیریں زبانی تھا۔

امیر خسرو علیہ الرحمۃ کے سلسلۂ سخنوری کے ضمن میں ہم کو اجمالی طور پر یہ بھی ظاہر کرنا ضرور ہی کہ زمانہ نے آپ کے کمالات و حکیمانہ معانی آفرینی و خیالات کی کہاں تک قدر کی اور ایسی طوائف الملوکی کے پرخطر دور میں جس کے انقلاب کی طوفاں خیز اور جوش انگیز موجیں آناً فاناً تمام جہان کو منقلب کر رہی تھیں

ترکستان کا شہر کش اور تاریخ بھی وطنِ اصلی بیان کیا ہے۔

امیر سیف الدین محمود (سلطان شمس الدین التمش کے عہدِ سلطنت میں) بطور سیاحت ہندوستان تشریف لائے اور اپنی ذاتی قابلیت اور خاندانی شرافت کی وجہ سے بہت جلد ارکینِ دربار و امرائے ذی وقار میں شامل ہو گئے۔ آپ کا عقد بھی اس عہد کے ایک مشہور عالی خاندان و صاحب نسبت امیر الامرا نواب عماد الملک کی دخترِ نیک اختر سے ہو گیا۔ خود امیر خسرو علیہ الرحمۃ نے اپنے نانا کے پسندیدہ صفات کا اپنی بعض تصانیف میں ذکر کیا ہے۔

حضرت امیر خسروؒ خود اپنی تحریر کے موافق بمقام مومن آباد عرف پٹیالی[1] ۶۵۳ھ میں پیدا ہوئے۔ ان سے بڑے دو اور بھائی اعز الدین شاہ اور حسام الدین احمد تھے۔

---

[1] پٹیالی فی الحال ضلع ایٹہ (گزٹیر آگرہ صوبہ متحدہ آگرہ و اودھ) میں ایک چھوٹا سا قصبہ ہے گر پہلے یہی ضلع کا صدر مقام تھا۔ دریائے گنگ اس کے دامن میں بہتا تھا۔ اب بہت دور ہو گیا ہے بعض مورخین کی تحقیق کے موافق سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد میں دو آبہ فتح ہونے کے بعد بغرض حفاظت اور دقیامِ حکام پٹیالی میں ایک مستحکم قلعہ تیار کیا گیا تھا۔ امیر خسرو نے خود بھی اس کا ذکر اپنی ایک مثنوی میں کیا ہے جو دیوان تحفۃ الصغر میں شامل ہے۔ اس وقت تک آپ اپنا تخلص سلطانی کرتے تھے۔ اور غالباً زمرۂ سواراں میں ملازم تھے ؎

گرچہ ایں از قضائے یزدانی ست | بپٹیالی چہ جائے سلطانی ست
من کہ از جملۂ سوارانیم | از تہی دستی اشک بارانیم

بعدہٗ سلطان جلال الدین اکبر کے عہد میں پٹیالی مستقل طور پر ضلع یا محل ہو گیا جس کا ذکر آئین اکبری میں حسب ذیل ہے:

محل پٹیالی واقع سرکار قنوج صوبہ آگرہ: رقبہ ۵۸۶۳۳ بیگہ ۱۴ بسوہ، جمع سرکاری ۱۰۷۷۶۵۲ آبادی اکثر راجپوت چوہان، فوج یک صد سوار دو ہزار پیادہ۔

آپ کی مستقل کتب کی مجموعی تعداد بعض نے بانوے[۹۲] اور بعض نے ننانوے[۹۹] اور بعض نے ایک سو ننانوے[۱۹۹] تک بیان کی ہے اور بعض محققین کا بیان ہے کہ آپ کے مختلف اقسام کے اشعار کی تعداد چار لاکھ اور پانچ لاکھ کے درمیان ہے۔ ہمارے نزدیک اگر یہ تعداد اس قدر ہو تو کچھ تعجب نہیں اس وجہ سے کہ آپ پادر زاد شاعر تھے۔

تمام عالم کے علوم و فنون کے آپ ماہر اور بالخصوص علوم ادبیہ نظم و نثر کے تمام اقسام انشا و اصناف سخن پر قادر تھے۔ قصاید، مثنویات، رباعیات، و قطعات، مسدس و مثمن وغیرہ میں آپ کو جو یدبیضا حاصل تھا وہ آپ کے مصنفات پر غور کرنے کے بعد ماہ نیم ماہ سے زیادہ روشن و متجلی نظر آتا ہے۔ علم موسیقی کی طرف جب آپ نے توجہ فرمائی سلسلۂ ایجاد و اختراع کو آپ نے ختم کر دیا۔ آج تک تمام دنیا کے گوئیے آپ کا نام لے کر گانا شروع کرتے ہیں۔ صنایع و بدایع کی امامت کی ثبوت پر آپنے خوارق عادات سے اعجاز خسروی کی بین شہادت ایسی قایم کر دی کہ آیندہ کوئی اس کے خلاف پر دوسری برہان نہیں لا سکتا۔ مطائبات و ظرایف و لطایف، پہیلیاں، کہ مکرنیاں، انمل، ڈھکوسلے، زمانہ کے تمام خوش کن وسایل و ذرائع نے تکمیل فن سخن کو اوج کمال پر پہونچا دیا۔ فن معما میں اساتذہ سابقہ سے پیش قدمی کرنے کی کوشش کی اور متاخرین کی تقلید کی راہ پر گویا ایک چراغ روشن کر دیا۔ متقدمین اہل کمال کا ہم پایہ مسلم الثبوت شاعر شیریں کلام ہونے پر مولانا نظامی جیسے مرشد معجز بیان فصیح اللسان قادر الکلام اہل زبان شاعر کے جواہر خمسہ

اور سلاطین کے باہمی اختلاف و ذاتی خصومات کی جاں گزا بادِ سموم کے جھونکے سارے اراکین دربار و امرا، و مقربان ذوی الاقتدار و ارباب کمال مشاہیر روزگار کے مناصب جلیلہ و مراتب علیہ کے باغ و بہار کو مٹاتے رہے تھے، لیکن با ایں ہمہ امیر خسروؒ ہر حکمراں اور ہر بادشاہ کے وقت میں محض اپنی خداداد قابلیت جامعہ اور قابل قدر لیاقت بالغہ سے کس طرح گلدستۂ بزم سلاطین رہے۔ چنانچہ آپ کے کمالاتِ صوری و معنوی کا سکہ سلطان غیاث الدین بلبن کے زمانہ سلطنت سے محمد شاہ تغلق کے عہد حکومت تک مختلف سلاطین عالم و شاہانِ جہان و امرا کے دور میں جاری رہا اور ان میں سے اکثر شاہانِ وقت کی مصاحبت و ملازمت کا بار عظیم بھی بضرورتِ زمانہ آپ نے اپنے دوش پر گوارا فرمایا، مگر کسی بازارِ حکومت میں آپ کی نقد کامل عیار کی کبھی کساد بازاری نہیں ہوئی۔ بلکہ ہمیشہ ہر دور میں شاہانِ نامدار نے اپنا سرمایۂ افتخار سمجھا کہ آپ اپنی تصانیف کاملہ کو ہمارے ناموں سے معنون فرمائیں۔

امیر خسرو علیہ الرحمۃ کے تصنیفات و تالیفات کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ اکثر مورخین و ارباب سیر نے اُس کے احاطہ کرنے سے اظہار عجز کیا ہے۔ عربی و فارسی ہندی و بھاشا و سنسکرت و پنجابی وغیرہ کوئی ایسی زبان نہیں ہے جس میں مستقل طور پر آپ کی تصنیفات نظم و نثر کا کامل ذخیرہ نہ ہو۔ ہم بخوف طوالت نہایت اختصار کے ساتھ اُس کا ایک شمہ بیان کرتے ہیں۔

(حصۂ دوم) ریاض الابصار

(سنہ ۱۳۳۶ھ)

الٰہی رنگ تاثیرے کرامت کن فغانم را

بموجِ اشک بلبل آب دہ تیغ زبانم را

قبل اس کے کہ اس مثنوی کے مضامین کے متعلق کوئی بحث کی جائے ہم سب سے پہلے اس شاہانہ بزم سخن کے اُن چند صدر آرا ارکین کا مختصر ذکر کرنا چاہتے ہیں کہ جس سے آیندہ بعض ضروری مقاصد میں بھی مدد ملیگی اور ارباب ذوق اس داستان حُسن و عشق کی تاریخی اہمیت کے لطف سے بھی بے حد محظوظ ہونگے کہ شعرا کے لیئے یہ کس درجہ دل کش اور روح افزا نظارہ ہے جس میں اُنھوں نے اپنی طبع نازک کی گلکاریوں سے کیسے کیسے گل کھلائے ہیں، اور خود اس مثنوی کی اجمالی حالت کی مختصر تفصیل کی بھی ضرورت ہے۔

خسرو پرویز[1] ابن ہرمز سوم فارس کے مشہور بادشاہ نوشیرواں عادل کا پوتا ساسانی شہزادہ شان و شکوہ مال و متاع، شجاعت و دلیری، استقلال و عزم میں مشہور

---

[1] یورپین مورخین کی تحقیق کے مطابق خسرو پرویز نے سنہ ۵۹۱ء سے سنہ ۶۲۵ء تک ملک ایران میں حکومت کی وہ شہنشاہ روم (Maricus ماریکس) کی مدد سے اپنے باپ ہرمز کا تخت لینا چاہتا تھا۔ ظالم سپہ سالار فوکس (Phocas) پر اس نے فوج کشی کی عراق شام بیت المقدس مصر ایشیائے کوچک وغیرہ تمام ملکوں پر قبضہ کیا خسرو نے ارادہ کیا تھا کہ وہ اپنے بیٹے (مرزہ Mardaza) کو اپنا تخت نشین کرے مگر اس کے دوسرے لڑکے شیرویہ (Shirvat or Siroes) نے اس ترکیب کو سمجھ لیا اور خسرو کو قتل کر ڈالا۔

کے جواب ایسے پنج گنج معانی کو اپنا یادگار بنایا کہ خود اہلِ زبان شعرا کو اُس کی
خوبیٔ سلاستِ زبان و فصاحتِ بیان کا اقرار کرنا پڑا اور آپ کے تمام اقسامِ کلام کا آج
تک اہلِ زمانہ کی زبانوں پر اپنی شیرینی و فصاحت کے اثر سے ہر بار اور ہر دور میں قندِ مکرر
کی طرح اپنا مذاق قایم رکھنا اُس کے قبولیت کی خاص دلیل ہے۔

امیر خسرو علیہ الرحمۃ نے اپنے محبوبِ حقیقی شیخ المشایخ نظام الدین اولیا قدس سرہ العزیز
کے انتقال کے چھ مہینے بعد دردِ فراق اور سوزِ ہجر سے نہایت بے قراری کی حالت میں بروز چہارشنبہ
۱۷ ماہِ شوال ۷۲۵ھ میں رحلت فرمائی اور آپ اپنی واقعی تمنا و آرزو کے موافق جس کو آپ
بطور پیشین گوئی ظاہر کر چکے تھے ؎

کلاش زانیارم ناگہ بمیرم | زہے بخت ار تہِ پائش بمیرم

اپنے شیخ کی پائیں میں حیاتِ جاودانی حاصل کر کے ہمیشہ کے لیئے راحت گزیں ہوئے اور
آپ کے وصال کی تاریخوں میں جس طرح (طوطیِ شکر مقال) ۷۲۵ھ آپ کے حسبِ حال ہے اسی طرح بلبلِ شیریں
کلام آپ کی صفاتِ شاعری کا آئینۂ بے مثال جو فقیر کا نتیجۂ فکر ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۷۲۵ھ

(تاریخِ وصالِ آں صاحبِ وجد و حال ہمصفیرِ طایرِ سدرہ و ہم زبانِ مرغِ طوبیٰ امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ)

خسرو ملکِ سخن سلطانِ دیں | عینِ عرفاں خضرِ اربابِ یقیں
جانِ محبوبِ الٰہی محوِ ذات | اہلِ عشق و حسن را آبِ حیات
خسرو و فرہاد و شیریں و شکر | زندہ جاوید از و باکر و فر
مہرِ اجلال و مہ اوجِ کمال | شمعِ بزمِ قدس فانوسِ خیال
بہرِ تاریخش امیر از اہلِ ہوش | بلبلِ شیریں کلام آمد بگوش

۷۲۵ھ

وشکر بیز تھا اس لیئے اسی لحاظ سے اُس کا لقب پرویز ہوا اس معنی کو مولانا نظامی نے پسند فرمایا ہے چنانچہ فرماتے ہیں ؎

ازاں بدنام آں شہزادہ پرویز
کہ بودہ در سخن گفتن شکر ریز

طاقدیس: مرصع تخت یہ تخت اُس کو فریدوں سے ورثتاً پہونچا تھا اُس کا طول (۱۷۰) گز جواہر بے بہا سے مرصع علم نجوم کے موافق بارہ برجوں اور ساتوں سیاروں کی نقشوں سے گویا حکمت کے افلاک کا نمونہ۔

گنجہائے خسرو خصوصیت کے ساتھ آٹھ خزانے بہت زیادہ مشہور ہیں جن کی تفصیل کتب تواریخ میں موجود ہے اور بعض کا ذکر اس مثنوی میں بھی آیا ہے مثلاً گنج باد آورد وغیرہ۔

شبستان خسروی کے بارہ ہزار محبوبہ وحسینہ پریزاد اس تعداد سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس طرح معشوقوں میں فنا و محو تھا اور ایسا شخص شعرا کے عالم میں کس درجہ مقبول ہو سکتا ہے۔

شبدیز خسرو کے بے شمار تازی و عراقی و ترکی گھوڑوں میں اس نام کا ایک خاص مشکی گھوڑا تھا جو تمام عالم کے گھوڑوں میں بے نظیر سمجھا گیا ہے۔ وہ اور گھوڑوں سے چار بالشت زیادہ بلند کہا گیا ہے اور اُس کے اوصاف ہمارے پیش نظر داستان میں جا بجا مذکور ہیں۔ مگر امیر خسرو کے خیال کے

دیار و امصار، حسن پرستی و عاشق مزاجی میں سرمست و مخمور، مذہبی تعصبات میں مستغرق، احکام نجوم کا دلدادہ، ظلم و ستم کا عادی، مذہب زرتشت کا پیرو، جو ۵۹۱ء میں تخت نشیں ہوا۔ یہ وہی خسرو پرویز ہے جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیفہ گرامی کے ساتھ گستاخی کی تھی اور اسی کی سزا میں آخرکار وہ اپنے لڑکے شیرویہ کے ہاتھ سے ۳۸ سال سلطنت کرنے کے بعد ۷؁ ہجری میں نہایت ذلّت و رسوائی کے ساتھ قتل ہوا جس کو مولانا نظامی علیہ الرحمہ نے اپنی مثنوی خسرو و شیریں میں بیان کیا ہے۔ مگر امیر خسرو نے غالباً اس روایت کو قصّہ سے غیر متعلق سمجھ کر ترک کر دیا۔ خسرو کے عہد اور افسانہ کے متعلق چند چیزیں خصوصیت کے ساتھ تاریخوں میں یاد کی جاتی ہیں اُن میں بعض کا ذکر ہماری مقصود بالذات تاریخی واقعہ سے بھی متعلق ہے جن کی اجمالی تفصیل یہ ہے:-

پرویز خسرو کا لقب یا عرف ہے جو اُس کے اصلی نام کا گویا جزو ہو کر بولا جاتا ہے اور اُس کے معنی مختلف مظفر و منصور و فتحمند و بزرگ نش و ماہی بزرگ بیان کیے گئے ہیں اور اس کی وجہ تسمیہ کے ساتھ اور معانی کے سوا آخر معنی بھی مناسب سمجھے جاتے ہیں اگر بقول بعض اُس کو ماہی دوست فرض کر لیا جائے مگر بعض اقوال کے موافق پرویز غربال شکر کو کہتے ہیں اور وہ بھی چونکہ شکر لب و شیریں دہن

لہ اسی خسرو پرویز کے عہد میں معجزۂ شق القمر اور معراج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ جو افضل المعجزات ہے ظہور میں آیا۔

کے افسانہ کو آیندہ ہم اس مثنوی منظور نظر سے انتخاب کر کے پیش کرینگے۔ علم
موسیقی میں اس نے گنج مرصع نام ایک ایسی کتاب لکھی جس سے وہ تمام عالم
میں مشہور ہو گیا۔

نکیسا | اس کو بعض محققین نے بکاف فارسی بیان کیا ہی یہ بھی خسرو کے
مصاحبین و مقربین مجلس نشاط میں سے تھا اور علم موسیقی کا ماہر کامل۔ اس کو
ہنگام جشن مکالمہ کے موقع پر باربد کے مقابل شیریں کی طرف سے نغمہ سرا
بنایا گیا ہی۔

بہرام چوبیں | دراصل ہرمز سوم پدر خسرو پرویز کا جنرل تھا ہرمز کے
بعد اُس نے بغاوت کی اور خسرو پرویز نے ماریقوس قیصر روم کی معاونت
سے اُس کا مقابلہ کیا اور وہ چھ ماہ سلطنت کر کے سنہ ۵۹۱ء میں مارا گیا۔
ایسے واقعات کا ذکر مولٰنا نظامی نے اپنی مثنوی میں تفصیل سے کیا ہی مگر امیر خسرو
نے ایسی چند روایات کو ترک فرما دیا ہی یا مختصراً ذکر کر دیتے ہیں اُس کے چوبیں
کہنے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہی کہ وہ بہ اعتبار جسامت کسی قدر لاغر و ضعیف تھا۔
محقق طوسی علامہ فردوسی نے بہرام چوبیں کا حال نہایت توضیح کے ساتھ لکھا
ہی اور اُس کے مختلف واقعات کا ذکر بجائے خود ایک مستقل تاریخی ناول ہے
جس کے اعادہ کا یہ محل نہیں ہی۔

مریم | انگریزی محققین کے بیان کے موافق شیریں معشوقۂ فرہاد و محبوبۂ خسرو پرویز

موافق شبدیز شیریں کے گھوڑے کا نام ہے۔

شاپور | لغات و اصطلاحات کے معانی مختلفہ کے علاوہ ہماری تحریر کے سلسلہ کی ضرورت کے موافق خسرو کی ایک ندیم خاص اور معزز جلیس کا نام ہے جو بالخصوص فن مصوری میں یکتا و بے مثل مو شگاف تھا اسی نے اپنی سحر بیانی سے شیریں کے صفات حسن و جمال سنا کر اول خسرو کو فرہاد کی طرح مجنوں بنایا اور ثانیاً اپنی مصوری کی جادو نگاری سے خسرو کی مختلف اوقات کی دل فریب اور پسندیدہ تصویروں کے دل چسپ مرقعہ سے شیریں جیسی عذرا شمائل نازک اندام چمن آرا نو بہار حسن کو وامق سے زیادہ اس بلائے عشق کی بدولت صحرا نورد بنا دیا۔ اس کا شیریں کے باغ میں جانا، ہر مناسب موقع پر جداگانہ خسرو کی ایک تصویر دکھانا، سہیلیوں کی مخالفت، باغبان کی حفاظت، شاپور کی حکیمانہ چالیں، حسن تدبیر سے سب کی تردید، شیریں پر اس کے سحر حلال کا پورا اثر، آخر میں نمایاں فتح، سارا قصہ گوہر گوش ہوگا۔

باربد | خسرو پرویز کے دربار تقرب کا ایک جلیس و ندیم ایک گویا ہے جس کا اصلی نام اس لقب کے سوا تحقیق نہیں ہوا۔ یہ شخص قصبہ جہرود اضلاع شیراز میں سے ایک مقام کا رہنے والا تھا۔ فنون موسیقی میں یگانہ اور بالخصوص بربط نوازی کا لاجواب استاد تھا۔ سرود مسجع کا بھی موجد ہے دربار خسروی میں اس کی باریابی

لہ شبدیز کی مثل شیریں کے دو کے گھوڑے کا نام گلگون یا گلگوں تھا جو صفت میں شبدیز کا جواب تھا۔

کی قدر و منزلت کا کچھ اظہار نہ ہوا۔ فردوسی کا قول ہی کہ قیصر روم نے مریم کو مختلف اقسام کے زر و جواہر و کنیزانِ ماہ رو و غلامانِ پری پیکر و افواجِ بے شمار کے ساتھ اپنے شجاع و جنگ جو بھائی نیاطوس کے ہمراہ خسرو پرویز کی خدمت میں بطور ہدایا بھیج کر نیاطوس سے درخواست کی تھی کہ نصایح مذکورہ پر عمل رکھے ؎

نیاطوس جنگی برادرش بود | بداں فوج سالارِ لشکرش بود
بدو گفت مریم بخونِ خویش ست | براں بر نہادم کہ ہم کیش ست
سپر روم بو تو دختر فخواستہ | سپاہے بریں گونہ آراستہ

شیریں — ہماری بزم سخن کا دوسرا صدر آرا شیریں ہی جو شمیرا خاتون بین بانو ملکۂ ارمن کی سلطانہ کی پاک دامن و عصمت شعار بھتیجی تھی جس کا پایۂ تخت بردع تھا اور وہ اس محبوبہ مہ جبیں گل اندام لڑکی کو چوں کہ شیر خوارگی کے زمانہ سے غلبۂ محبت اور پیار کے باعث سے لفظ شیریں کے ساتھ پکارتے تھے اس لیئے وہ اس کا نام ہو گیا۔ بعض محققین نے بیان کیا ہی کہ اس زمانہ کی رسم و رواج کے موافق جن چالیس صفات حسن و جمال و اوصاف دل رُبائی و کمال کا ہونا معشوقوں میں ضرور تھا شیریں اُن کی جامع تھی اور انھیں اعتبارات سے اُس کا زیورِ حُسن خداداد ایام طفولیت سے حمائل گردن آفاق بنا اور تمام دُنیا کے عاشق مزاج شاہزادوں اور حسن پرست نوجوان اُمرا کو اُس نے اپنا دالہ و فریفتہ بنا رکھا تھا مگر یہ دولت خسرو کی قسمت میں تھی

ہی کا اصلی نام مریم یا ایرین تھا یونانی اُس کو رومی بتاتے ہیں۔ اہل مشرق کا
قول ہے کہ وہ ماریقوس قیصر روم کی لڑکی ہے جو رومیوں کا بادشاہ تھا اور اُسی
کے ساتھ خسرو پرویز کی شادی ہوئی اور یہی معشوقوں کی دنیا میں شیریں کے
نام سے مشہور ہوئی اور اسی کے عشق میں فرہاد نے ایک دلالہ پیرزن عورت
کے فریب سے جس کا اصلی بانی خسرو پرویز تھا اپنے آپ کو تیشہ سے ہلاک کیا
یا پہاڑ سے گر کر خودکشی کی اور اسی کے جذب محبت صادق کی تاثیر سے
بقول بعض اُس نے فرہاد کے لاشہ پر اپنے آپ کو خنجر سے قتل کیا۔ اس کا
مذہب عیسائی تھا مگر یہ روایت عام فارسی شعرا اور بالخصوص مولنا نظامی
اور امیر خسرو اور بعض مورخین کے مخالف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مریم قیصر روم
کی ضرور لڑکی تھی اور اُس کی شادی بھی خسرو پرویز سے ہوئی اور اُسی کے
باپ کی وجہ سے پرویز بہرام پر غالب ہوا مگر یہ واقعات شیریں کے عقد سے
قبل کے ہیں اور شیریں اس مریم کے سوا ایک دوسری مہ پارہ خاتون کا نام
ہے جس کا مجمل ذکر اول ہو چکا ہے۔ فردوسی طوسی کی روایت کے موافق خسرو
پرویز کا لڑکا شیرویہ جس نے آخر میں پرویز کو قتل کرایا اسی مریم بنت قیصر روم
کے بطن سے پیدا ہوا۔ جب تک مریم زندہ رہی ایوان خسرو پرویز میں شیریں

---

[1] یورپی تحقیق کے موافق یہی ماریکس (Maricus) قیصر روم ہے جو ۵۳۹ء میں پیدا ہوا اور ۶۰۲ء
میں بمقام چالسیڈن (Chalcedon) واقع ایشیائے کوچک اپنے ظالم سپہ سالار فوکس کے
ہاتھ سے قتل کیا گیا۔ اس نے شہنشاہ روم ٹائبیریس کی لڑکی قسطنطینہ سے شادی کی تھی اور وہ ایک قابل اور زبردست
حکمران تھا۔

چو آواز در گوشِ خسرو رسید | نگہ کرد در رخسار شیریں بدید
فرستاد بالائے زریں ستام | ز رومی جمیل خادم نیک نام
کرا ورا بمشکوئے زریں برند | سوئے خانۂ گوہر آگیں برند
ز مریم ہمی بود شیریں بدرد | ہمیشہ ز رشکش دو رخسار زرد
بفرجام شیریں بدو زہر داد | شد آں دختر خوب قیصر نژاد

ارمن | یا ارمینیا کوہ قاف کے جنوبی سمت میں ملک کا ایک حصہ تھا جو جارجیہ و سرکیشیہ کی طرح حسن خیزی میں مشہور ہے۔ شیریں اسی گل زمین کی ایک نونہال تھی

شہیرا یا مہیں بانو | وہی ملک ارمن کی حکمران شیریں کی مربیہ و سرپرست پھوپی یا چچی ہے جس کا ذکر اول بھی ہو چکا ہے۔

مداین | انگریزی تحقیق کے موافق زمانہ قدیم میں دریائے دجلہ پر بغداد سے جانب جنوب ایک مشہور مقام خسرو کا پایہ تخت تھا جس کو فی الحال لٹی نان کہتے ہیں۔ مگر مداین دراصل جمع مدینہ ہے۔ چونکہ ابتداءً اس مقام پر بفاصلہ دور و نزدیک چند شہر آباد تھے جن کی تعداد سات بیان کی گئی ہے اور ہر شہر عراق عرب کے بڑے شہروں میں شمار کیا جاتا تھا اس لیئے فی الحال انھیں ویران شہروں میں سے ایک شہر پر لفظ مداین کا اطلاق کیا جاتا ہے جس کا اصلی نام (طیسفون) تھا اور اس شہر کی عمدہ عمدہ عمارات عالیہ میں سے ایک خاص عمارت طاق کسریٰ تھی جس کو ایوان کسریٰ بھی کہتے ہیں۔ اس محل میں نوشیروان

جو دشوار گزار مصائب و آلام کے جاں گزا و خوں خوار منازلِ عشق طے کر کے
اُس کے وصل سے کامیاب ہوا اور قیامت تک کے لیئے شیریں کے عشق و
محبت نے اُس کو معنی طراز و نازک خیال شعرا کی بزم سخن کا شمع انجمن بنا دیا۔
اِسی نغمۂ دل کش و ترانۂ ہوش رُبا کو نظامی و امیر خسرو علیہ الرحمۃ نے مختلف ذوق
اور انواع و اقسام کی راگنیوں کی پسندیدہ لے میں لایا ہے جس کے لذات سے
اربابِ ذوق جلد لطف اُٹھانے والے ہیں۔ مگر علامہ فردوسی کے قول کے
موافق جب کہ خسرو پرویز شاہانہ ساز و سامان کے ساتھ بغرض شکار صحرا نوردی
کر رہا تھا شیریں اُس کی آمد کی خبر سُن کر خود حاضر خدمت ہوئی اور پہلی ہی نگاہ کے
ساتھ باہم بنیادِ عشق قایم ہو گئی اور خسرو کے حکم کے موافق شیریں کو محل سرائے
خسروی کا شمع انجمن بنا دیا گیا۔ اگرچہ تمام بزرگان ایران اور ارا کین دربار نے
مخالفت ظاہر کی مگر خسرو نے اُس کو اپنے عقد کے شرف سے محروم نہ رکھا۔
آخر کار آتش رشک و حسد سے مشتعل ہو کر ایک روز شیریں نے مریم کو شربت
زہر پلا کر ہمیشہ کے لیئے سرد کر دیا۔

چو بشنید شیریں کہ آمد سپاہ ۔۔۔ به پیش سپہ آں جہاں دار شاه
از ایوان خرم بر آمد بنام ۔۔۔ بروز جوانی ہمہ شاد کام
ہمی بود تا خسرو آں جا رسید ۔۔۔ سر شکش ز مژگان برخ بر چکید
چو روئے ورا دید بر پائے خاست ۔۔۔ بر پرویز بنمود بالائے راست

مداین سال چہار دہم ہجری (سال دوم خلافت فاروقی) میں فتح ہوا اور سعد وقاص رضی اللہ عنہ اُس کے فاتح و والی قرار پائے۔ آپ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو اپنا قایم مقام بنایا۔ حضرت سلمان نے وہیں وفات پائی آپ کا مزار پر انوار زیارت گاہ عالم ہے اور حضرت حذیفہ بن الیمان انصاری اور عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما کی قبریں بھی مداین میں ہیں۔

مداین، یہ وہی شہر عبرت انگیز ہے جس کی عمارت کی شکستہ حالی پر حکیم خاقانی سا مستقل مزاج قدیم شاعر کس کس افسوس کے ساتھ آنسو بہاتا ہے ؎

ہاں اے دلِ عبرت بیں از دیدہ نظر کن ہاں ‌ ‌ ایوانِ مداین را آئینۂ عبرت داں
یک رہ ز رہِ دجلہ منزل بمداین کن ‌ ‌ وز دیدہ دوم دجلہ بر خاکِ مداین راں
کسریٰ و ترنج زر پرویز و بہ زرّیں ‌ ‌ برباد شدہ یکسر با خاک شدہ یکساں
پرویز بہر خوانے زرّیں ترہ بنہادے ‌ ‌ کردے ز بساطِ زر زرّیں ترہ را بستاں
پرویز کنوں گم شد زاں گم شدہ کمتر گو ‌ ‌ زرّیں ترہ کو بر خواں رو کم ترکوا بر خواں
خونِ دلِ شیریں ست ایں مے کہ دہد رزبن ‌ ‌ ز آب و گلِ پرویز ست ایں خم کہ نہد دہقاں

(آثار عجم ‌ ‌ مرزا فرصت شیرازی)

جوئے شیر ‌ ‌ یہ وہی نہر ہے جس کو فرہاد کوہکن کی عاشقانہ کوشش کا نتیجہ بیان کیا گیا ہے اور وہ شیریں کے خوش کرنے کی غرض سے کھودی گئی تھی تاکہ کوہ بیستون کی چراگاہوں سے مویشی کا تازہ دودھ شیریں تک پہنچ سکے۔ مگر بعض انگریزی

عادل نے ایک ناقوس کلاں زنجیر میں اس طرح آویزاں کیا تھا کہ اُس کے ذریعہ سے ہر داد خواہ ضرورت کے وقت دربار کسریٰ میں بلا واسطہ حاضر ہو کر اپنا عرض حال کر سکے اُس کی تعمیر کے عجائب و غرائب حالات کتب تواریخ میں مذکور ہیں چنانچہ اس کا طول یک صد و ہشتاد قدم اور ارتفاع ہشتاد قدم بیان کیا گیا ہے۔ اور ولادت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاہ و جلال و شکوہ اقبال کے اثر سے یہی محل شق ہو گیا تھا جس کا ذکر صاحب قصیدہ بردہ نے کیا ہے ؎

وبات ایوان کسریٰ وھو منصدع

کشمل اصحاب کسریٰ غیر ملتھم

بعض محققین ارباب سیر کا قول ہے کہ اسی خسرو پرویز کے عہد میں جو ہمارے بزم سخن کا شمع انجمن ہے وہ محل آسمان پایہ مختلف قسم کے پردہائے مرصع و زر و جواہر متنوعہ و فروش ابریشمی سے آراستہ تھا۔ چنانچہ اُس کا ایک بساط زریں و طلا کار ابریشمی جو شصت در شصت ذرع مربع اور مختلف الالوان جواہر سے مزین تھا زمانہ خلافت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ کی فتح کرنے کے وقت جب دیگر اموال غنائم کے ساتھ مسلمانوں میں باہم پارہ پارہ ہو کر تقسیم ہوا تو اُس کے ایک بالشت مربع ٹکڑے کی قیمت جو حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا آٹھ ہزار درہم یا دینار باختلاف روایت بیان کی گئی ہے جس کو آپ نے بعد فروخت مساکین میں تقسیم کر دیا۔

سے جوئے شیر لانے کی نمایاں کوشش کی کیونکہ جب سے شیریں مداین میں جا گزیں تھی اس کو شیر تازہ نہ ملنے سے گونہ انتشار رہتا تھا اسی بنا پر ایک ایسی نہر نما نالی کی ضرورت ہوئی کہ وہ شیریں کے حوض باغ سے باہم شیر و شکر ہو کر کوہ بیستون کی چراگاہ کی مویشی کے تازہ دودھ سے شیریں کو شیریں کام بنا سکے شیریں جس سے فطرتاً شوق رکھتی تھی جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے اور اسی کوہکنی کی وجہ سے فرہاد نے کوہکن کا لقب حاصل کیا۔

فرہاد کا کوہ بیستون پر شیریں کو اس وقت دیکھ کر از خود رفتہ ہونا کہ جب شیریں عشق خسرو کے اثر سے بے سر و پا مسافرانہ وطن سے دور مداین کی طرف صحرا نوردی کرتی ہوئی اس پہاڑ پر اتفاق سے گزری تھی یا خسرو سے پوشیدہ شاپور نے بہ نظر ہمدردی شیریں جب کہ فرہاد کو اس کے پاس اس کی مجلس امین انے کے لیے پہونچا دیا تھا کہ وہ تازہ دودھ کے بہم پہونچانے میں شیریں کا معین و مددگار رہو گا، اختلافی مسئلہ ہے مگر بزم تحقیق کے شمع انجمن اول صورت پر روشنی ڈالتے ہیں۔ اکثر اہل تحقیق اس کو چین کے شاہی خاندان سے بیان کرتے ہیں اور ان کا قول ہے کہ اس نے فن مصوری اور سنگ تراشی کے شوق میں ریاست و امارت کی کچھ پرواہ نہ کی اور آخر کار اسی خیال میں ہلاک ہو گیا۔

جوئے شیر کی حقیقت سے اگرچہ بعض مورخین نے انکار کیا ہے اور اس کی نسبت مختلف تاویلیں بیان کی ہیں لیکن فرہاد کی کوہکنی، جوئے شیر کی دقت دیر لطف

مورخین نے اُس کے وجود سے انکار کیا ہی اُن کا قول ہی کہ دراصل وہ پانی کی نہر
تھی ہمارے نزدیک اگر یہ روایت صحیح ہی تو غالباً اُس کے پانی کے صاف و شفاف
ہونے کی وجہ سے اُس کو جوئے شیر سے تعبیر کرنا بے جا نہ ہو گا۔

کوہکن فرہاد ایک راستباز صادق الوداد عاشق جانباز کا نام ہی جس نے
اپنے سچے جذبۂ عشق کی وجہ سے اپنے نام کو تمام عالم کے مشہور عشاق کے
مجمع میں انتخاب کا شرف حاصل کر کے ارباب سخن کی زبانوں کا ورد بنایا اور اُسی
کی بے لوث پاک محبت کی بدولت جس کا سلسلہ شیریں کے ساتھ وابستہ تھا خسرو
کے تاج حکومت پر شہرت کا طرہ لگا ورنہ وہ اس درجہ اہل کمال کی نمایش گاہوں
کی مجالس کا فانوس خیال بننے کی قابلیت نہ رکھتا تھا جس طرح شیریں عرب کی
مشہور دل ستاں محبوبہ لیلیٰ سے مقدم ہی اسی طرح فرہاد اپنے حریف عشق قیس
سے پیش رو وہ شاپور ندیم خاص خسرو و مشہور حکیم و مصور ایرانی کا ہم مکتب و
ہم سبق اور بالخصوص علم ہندسہ و سنگ تراشی میں بے نظیر بیان کیا گیا ہی شاپور
اگر قلم صنعت سے صفحۂ قرطاس کو رشک چمن بنا سکتا تھا تو وہ اپنی سحر کاری و
حکمت آذری سے پتھروں کو گویا حیوان ناطق کا جامہ پہنا دینے میں کمال رکھتا
تھا۔ باختلاف روایت اُس نے شاپور کے مشورے یا محض عشق ازلی شیریں
کی مجرد تحریک پر حصول وصل محبوب کا ذریعہ سمجھ کر خسرو کے دھوکے سے جو بظاہر
اوج وصال کی معراج معلوم ہوتا تھا شیریں پر عاشق ہو جانے کے بعد کوہ بیستون

نظامی

چو آگہ گشت ازاں اندیشہ فرہاد
نہاد آں حکم را بر دیدہ بنیاد

چناں از بیم درید اندام آں بوم
کہ می شد زیر زخمش سنگ چوں موم

ز تیشہ رشتے خارا می خراشید
چو بید از سنگ حجری می تراشید

چناں ترتیب کرد از سنگ جوئے
کہ در درزش نمی گنجید موئے

مہندس کارئے فرہاد مسکیں
ولہ نشانِ جوئے شیر و قصرِ شیریں

اساسِ بیستون و شکلِ شبدیز
نشانِ قصر و آں جوئے دلاویز

ولہ

بہشتی پیکر آمد سوئے آں دشت
بگرد جوئے شیر و حوض می گشت

ولہ

نخست آزرم کرسی را نگہ داشت
بر و تمثالہائے نغز بنگاشت

پس آں گہ از سنانِ تیشہ تیز
گزارش کرد شکلے شاہ و شبدیز

بہ تیشہ صورتِ شیریں بر آں سنگ
چناں بر زد کہ مانی نقش ارژنگ

شدے نزدیک آں صورت زمانے
ازاں سنگ از گہر جستی نشانے

ولہ

زدی بر پائے آں صورت بسی بوس
بر آوردے ز عشقش نالہ چوں کوس

کہ اے محرابِ چشمِ نقشبنداں
دوانجشِ رونِ دردمنداں

روانی، تیشۂ فرہاد کے جوہر، تصویرِ شیریں کی پتھر پر جلوہ آرائی، فرہاد کے لیے اُس کا محرک ہونا، پیرزال کے مکر و فریب سے مرگِ شیریں کی خبر سن کر اُس عاشق ناکام کا تیشہ مار کر خودکشی کرنا، اُس کے غم میں شیریں کی نالہ و زاری، یہ سب وسیع میدان شعرا سخن سنج کے وہ دل کش مناظر ہیں جن میں ہر ایک نے اپنی طبع رسا کے جوہر دکھائے ہیں اور بالخصوص امیر خسرو اُس کے مرد میدان ہیں [لہ]

آصفی

کام خسرو از لبِ شیرینِ شور انگیز یافت — کوہ را فرہاد کند و لعلِ پرویز یافت

ثابت

نیست کارے با سرِ دستار عاشق تیشہ را — می زند چوں گل بسر فرہاد زخمِ تیشہ را

مظہر

دید چوں خوش کاریم در کندنِ جاں کوہکن — از زبانِ تیشہ کرد اقرارِ استادی مرا

بابا فغانی

ملامت بیں کہ ہر سنگے کہ جست از تیشۂ فرہاد — ہوا می گیرد و ہم بر سرِ فرہاد می آرد

دیگر

فرہاد رفت و کوہ ملامت بجا گذاشت — کارے تمام نا شدہ در پیشِ ما گذاشت

[لہ] امیر خسرو کی تحقیق کے مطابق فرہاد ناشاد کا اصلی قاتل ایک زنگی سیہ کار تھا جس نے خسرو پرویز کے حکم کو موقع اپنی مکر و فریب سے فرہاد کو یقین کرا دیا تھا کہ شیریں کا انتقال ہو گیا اور اُس نے غلبۂ جوشِ عشق کے اثر سے اپنے آپ کو کوہ بیستوں سے گرا کر ہلاک کیا۔ مولٰنا نظامی کا قول بھی باعتبار نتیجہ اسی کے قریب ہے۔

عرفی شیرازی

ہوش آں مے کہ گر بر صورتِ شیریں بر افشانی
بروں آرد ز قیدِ بیستوں سرمست رقصانش

سائلۂ ایران

نہ چو فرہاد بود کوہ کنی پیشۂ ما
کوہِ ما سینۂ ما ناخنِ ما تیشۂ ما

بیستون | بعض عجمی مورخین کی تحقیق کے موافق وہ ایک پہاڑ ہے کرمان شاہان سے اٹھارہ میل کوہِ طاق بستان سے ملا ہوا۔ اس کی بلندی ایک ہزار پانسو فٹ اُس کے دامن میں ایک چشمہ نہایت صاف جاری ہے جو باہر جل کر رودخانہ سے مل جاتا ہے، اس پہاڑ کو ایسا ہموار و خوش قطع بیان کیا گیا ہے کہ گویا کسی صنّاع و چابک دست کے ہاتھ کا تراشا ہوا ہے اسی پہاڑ کے ایک موقع پر ایک خوبصورت رعنا قد نوجوان ساسانی شاہزادی کی تصویر لباس جواہر نگار سے آراستہ شمشیر بلند ہاتھ میں اور تاج مرصّع زیب سر اور اُس کے مقابل میں ایک محبوبہ حسینہ عورت کی تصویر نظر آتی ہے۔ خیال کیا گیا ہے کہ یہ دونوں تصویریں غالباً خسرو پرویز اور شیریں کی ہیں اور اُس کے دوسری سمت میں پرویز کے گھوڑے شبدیز کی تصویر ہے۔

دوسرے موقع پر ایک درمرقع ہے جس میں اکثر پیادہ و سوار فوجی جماعت کی مٹی ہوئی تصویریں پائی جاتی ہیں اور اُن تصویروں پر میخی خط میں کچھ الفاظ

غالب

کاوِ کاوِ سخت جانیہائے تنہائی نہ پوچھ
صبح کرنا شام کا لانا ہی جوئے شیر کا

ایضاً

کوہکن نقاشِ یک تمثالِ شیریں تھا اسدؔ
سنگ سے سر مار کر ہووے نہ پیدا آشنا

ایضاً

عشق و مزدوریِ عشرت گہِ خسرو کیا خوب
ہم کو تسلیم نکونامیِ فرہاد نہیں

ایضاً

دی سادگی سے جان پڑوں کوہکن کے پاؤں
ہیہات کیوں نہ ٹوٹ گئے پیرزن کے پاؤں

ایضاً

کرینگے کوہکن کے حوصلے کا امتحاں آخر
ہنوز اُس خستہ کے نیروئے تن کی آزمائش ہے

ایضاً

کوہکن گرسنہ مزدورِ طرب گاہِ رقیب
بیستوں آئینۂ خوابِ گرانِ شیریں

ایضاً

تیشے بغیر مر نہ سکا کوہکن اسدؔ
سرگشتۂ خمارِ رسوم و قیود تھا

ایضاً

تیشے میں عیب نہیں رکھیئے نہ فرہاد کو نام
ہم ہی آشفتہ سروں میں وہ جواں میر بھی تھا

اپنے نام کی طرح شیریں کے ہم پایہ تھی اسی لحاظ سے اُس کا ذکر شیریں کے تذکرہ کے ساتھ بہت زیادہ پُر لطف ہی۔ اگرچہ خسرو کچھ زمانہ کے لیئے اُس کی ہمکناری سے شیریں کام ہوا مگر جس طرح خسرو نے رشک و حسد کی وجہ سے ایک سچے اخلاص مند بے گناہ عاشق فرہاد کے خون سے ہمیشہ کے لیئے اپنے نیک نامی کے دفتر کو سیاہ کیا اسی طرح شیریں نے بھی رقیبانہ آتش غیظ و غضب سے مشتعل ہو کر اُس شاخ گل کے خرمن ہستی کو جلا کر خاک کر دیا۔ مولنا نظامی نے اس روایت کو بہت اختصار سے اور امیر خسرو نے نہایت پر لطف تشریح کے ساتھ بیان کیا ہی۔

مثنوی شیرین خسرو

جس طرح جواہر خمسہ نظامی کی سلک مسلسل سے یہ مثنوی دوسرا جوہر ہی، اسی طرح پنج گنج خسروی سے اس گنج معانی کو بازار شمار میں دوسرا نمبر حاصل ہی۔ مولنا نظامی نے اس مثنوی کو ۵۷۶ھ میں اہل نظر کے ہاتھوں کا دستنبو بنایا اور اُس میں چھ ہزار تین سو چھیاسٹھ ۶۳۶۶ اشعار آب دار کی تجلیات سے ہر صفحہ کتاب کو ورق زر سے زیادہ روشن فرمایا چنانچہ فرماتے ہیں ؎

گذشت از پانصد ہفتاد و یک سال | نزد بر خط خوبان کس چنیں خال
شود پیدا اکنوں گر بازدانی | ترا اعداد ایں در معانی
در غلطان کہ صبح از عقد بگسست | شش بست و شش ہزار و سی صد و شصت

مگر اس وقت مولنا نظامی کی اس مثنوی کے جو دو نسخے ہمارے پیش نظر

کندہ ہیں جو پڑھے نہیں جاتے۔ مگر بعض نے قطرزس کا نام بعض جگہ پر پڑھا ہے جو اسکندر رومی کے بعد اس نواح میں حکمراں تھا۔

اسی پہاڑ کے دامن میں ایک مرتفع اور وسیع حصہ زمین پر ایک جلسۂ خاص کا مرقع ہے جس میں اکثر اشخاص محبوس و مقید ہیں اکثر کا لباس مختلف و جدا گانہ وضع کا اور بعض سر برہنہ و سراسیمہ حال اور اُن سب کے مقابل ایک بادشاہ تاج بر سر و کمان در دست اور کمان پر ٹیک لگائے کھڑا ہے اور بادشاہ کے پیر ایک افتادہ شخص کے سینہ پر ہیں جو الحاح و زاری کر رہا ہے۔ بعض سیاحوں نے اپنے سفر نامہ میں لکھا ہے کہ وہ تصویر بادشاہ داریوس اول کی ہے جس کو دارائے اول کہتے ہیں اور بعض محققین اُس کو کلدانی نسل کا حکمراں کہتے ہیں جو لہراسپ کے ورثہ میں تھا اور اُس نے خود یہ مرقع تیار کرایا تھا۔ بعض مورخین متاخرین کا خیال ہے کہ کوہ بیستون کی تمام صورت نگاری اسی فرہاد ناشاد کوہکن جاں باز کے خامہ آذری کی سحر کاری کا نمونہ ہے جو ہمارے بزم سخن کا شمع انجمن آرا ہے۔ فافہم۔

شکر بکاف فارسی مخفف و مشدد د محاورات و مصطلحات اہل لغت کے موافق مختلف معانی میں مستعمل ہے جس کی تحقیق کا یہ موقع نہیں ہے مگر ہمارے مد نظر افسانے کی اعتبار پر اصفہان کی ایک جہان آرا حسینہ و جمیلہ مہروش شاہزادی کا نام ہے جس نے خسرو نے فریفتگی ظاہر کر کے شیریں کی مخلصانہ حقیقت بیں نظر میں اپنے آپ کو بے اعتبار ثابت کیا۔ وہ اپنے محبوبانہ ناز و ادا و دل ربایانہ شان و شکوہ میں

موتیوں کی ایک لڑی ہے اور صبح کا اپنے عقد سے درِ غلطاں کا جدا کرنا کس قدر بلیغ استعارہ ہے۔

امیر خسرو علیہ الرحمۃ نے اپنی اس مثنوی کو مطلع الانوار کے بعد ماہ مبارک رجب ۶۹۸ھ ہجری میں بزمِ اربابِ کمال کا فانوس خیال بنایا اور شیرین و خسرو کے نام سے موسوم کیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎

پس از کلکم چکید آں شربتِ نو | کہ نامش کردہ شد شیرین و خسرو

اس مثنوی میں آپ کے فخریہ ارشاد کے موافق (۴۱۲۴) اشعار کے جواہر زرفشاں جلوہ گر ہیں جس کی شہادت حاضر ہے اور اسی سلسلہ میں آپ نے مثنوی کا زمانۂ تصنیف بھی بیان کر دیا ہے ؎

نظامی کآبِ حیواں ریخت از حرف | ہمہ عمرش درآں سرمایہ شد صرف
چناں در رخمۂ اندیشہ را داد | کہ در سبع شد اوش بست بنیاد
دلم دیر است کیں سودا بر داشت | کہ گل چینم زباغے کو گزر داشت
ولے ترسیدم از گلِ خندۂ باغ | کہ دانم رقصِ کبک از جستنِ زاغ
تگ تیزی بود یا گاو خیلی را | کشد چوں بوم بلبل را از سیلی
فراغِ دل مرا از صد یکے بود | ہوس بسیار و فرصت اندکے بود
چو بازارِ تمنّا گرم تر گشت | دل از اندیشۂ بے آزرم تر گشت
میانِ در بستم و جستم بزاری | زبا زوے توکل دستیاری

ہیں ایک مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ جو در اصل کاتبوں کے قلم نسخ سے اس درجہ مسخ ہوگیا ہی کہ اکثر مقام پر معانی و مطالب کی وقت کے سوا قصہ کا سلسلہ بھی ٹوٹ جاتا ہی اور دوسرا نسخہ قلمی خوش خط عمدہ کاغذ پر قدیم طریقہ کے موافق بہت صاف لکھا ہوا جو نواب صاحب ممدوح کے لطف و عنایت سے امیر خسرو کے تبریا خسرو کے ساتھ ہمارے پاس پہونچا ہی اُن کو جب ہم کوشش کی نظر سے دیکھتے ہیں تو مطبوعہ نسخہ میں اشعار کا شمار (۱۰۱) ہی اور دستی لکھے ہوئے نسخہ کی اشعار کی تعداد (۱۰۳) نظر آتی ہی دونوں نسخوں میں باہمی تفاوت صرف دو شعر کا ہوتا ہی جو کسی طرح قابل لحاظ نہیں مگر مولانا نظامی کے اشعار کا اگر یہی مطلب ہی جو بظاہر الفاظ سے متبادر ہے تو دُور از عقل اختلاف پایا جاتا ہی۔ اور وہ یہ کہ مصنف کے خود بیان کیے ہوئے اشعار سے (۳۵) شعر اور بڑھ جاتے ہیں اور اگر لفظ (سی صد) کے لکھے ہوئے املا کے رسم خط کے موافق جیسا کہ دونوں نسخوں میں یائے تحتانی معروف کے ساتھ تحریر ہی (سی صد) کے معنی تین ہزار کے لیئے جاتے ہیں تو کل اشعار کی تعداد (۹۰۶۶) ہوتی ہی اور ایسی حالت میں (۹۶۵) اشعار کی کمی ہوگی۔

بہر حال ہم اس وقت اس تحقیقات کو نظر انداز کرتے ہیں کیوں کہ وہ ہمارے اُن فرائض میں داخل نہیں جن کی پابندی ہم پر واجب ہی۔ صرف اس قدر عرض کرنا ضرور ہی کہ اس روانی کے ساتھ بھی مولانا کا پانچواں شعر در اصل

کے لیے عالم سخن کا خضر طریق سمجھنا چاہیئے اس وقت میں چار نسخے ہماری آنکھوں کو روشن کر رہے ہیں۔ اُن میں ایک نسخہ پانچوں خزانوں کا مجموعہ جو واقعی دولت خانہ انعامات اسحاقی کا پنج گنج ہی اور سنہ ۹۸۴ھ کا لکھا ہوا قدیم شاہانہ طرز کا مطلّا و مذہب ہی اور دوسرا دار الحجیب حبیب گنج کا شروانی جوہر فرد اور تیسرا نسخہ علمی خزانہ آصفیہ کا دُرِ بے بہا جو اوّل سے آخر تک دوسرے نسخہ کی مثل ہی۔ اس کے علاوہ ایک اور مسودہ تھا پہلے اور دوسرے اور تیسرے نسخہ شفاخانے اگرچہ غلطی اور تحریف کے اکثر امراض مزمنہ و اسقام کہنہ کے دُور کرنے میں باوصف اپنی بے حد پیچیدہ نقایص کے ایک طبیب حاذق کا کام دیا ہی مگر پھر بھی اکثر شکایتیں باقی ہیں۔ اشعار کی تعداد کی صحت کی غرض سے ہم نے اپنی کوشش کے سوا اور بعض احباب سے بھی مدد لی مگر پھر بھی پہلے اور چوتھے نسخوں کے اشعار کے نجوم باہم موافقت کے ساتھ (۳۹۴۵) اور تیسرے اور دوسرے نسخہ کے ابیات کے انجم (۴۱۰۹) جلوہ افروز ہوئے مگر ہم نے خود جو نسخہ کمال عرق ریزی سے صحت کے ساتھ مرتب کیا ہی اس میں کل اشعار کا شمار حقیقتاً ۴۱۲۰ ہی۔ بہرحال پھر بھی اہل زمانہ کی دُزدیری کی دست برد اور اصحاب علم کی بے توجہی کے صدمات سے چار شعروں کی کمی ہو گئی اور اس نقصان مایہ کا صدمہ اُس مُرقع کا رتا جر سے دریافت کرنا چاہیئے جس نے ایک ایک جواہر گران قدر کی نسبت یہ خیال ظاہر کیا ہو ؏

بدیں ابجد کہ طفلاں را کند شاد — مثالے جستم از تعلیم استاد

گرت شیریں نہ خوانی باربد ہست — دگر جاں نیست بارے کالبد ہست

گرم فرصت دہد لطف خداوند — کنم حلوائے او را تازہ زیں قند

کشادہ او پنج گنج از گنجۂ خویش — بداں پنج آزمایم پنجۂ خویش

فرو گویم ز شیریں تر زبانے — بعرض داستانے داستانے

کہ تا گوید مرا عقل گرامی — زہے شائستہ فرزند نظامی

نخستا ز پردۂ ایں صبح سوزم — نمود از مطلع الانوار نورم

پس از کلکم چکید آں شربت نو — کہ نامش کردہ شد شیرین و خسرو

بقا را اگر تہی ناید خزینہ — سہ گنج دیگر افشانم ز سینہ

در آغاز رجب شد فرخ ایں فال — ز ہجرت ششصد و ہشت و نود سال ۶۹۸

دگر پرسی کہ بیتش را عدد چیست — چہار الف و چہار است و صد و بیست ۴۱۲۴

اگرچہ بعض ارباب سیر کے خیال کے موافق امیر خسرو کی یہ مثنوی نایاب ہو گئی اور اس کس مپرسی کے عالم میں کہ زمانہ نے ارباب کمال کو مٹا دیا اور وہ اُن کے آثار اور یادگاروں کو فنا کر رہا ہے اُس کے شوق میں مشتاقوں کی نگاہیں ربع مسکوں کے چاروں سمت کا دورہ کر رہی ہیں مگر پھر بھی ادیب لبیب شمغار الملک سخن جناب نواب حاجی محمد اسحاق خاں صاحب ناظم کالج علی گڑھ دام فیضہ کی علم دوستی و ہنر پروری سے جن کو حقیقتاً امیر خسرو کی حیاتِ جاودانی

نخواہم دل کہ بیش اندیش باشد — کہ دوربینی خصومت بیش باشد

چو بازاں شو بہ کم گوئی فسانہ — مگو بسیار چوں گنجشک خانہ

نظامی چوں سخن ناگفتہ بگذاشت — زخوبی گوہری ناسفتہ بگذاشت

دراں گنجے کہ بست از گنجہ بنیاد — دگر گوں کرد گنجور دگر یاد

من از وے چیدہ ام پیرایہ چند — دریں گنجینہ خواہم کردنش بند

اس مثنوی کے صفات شاعرانہ وخصوصیات سخنورانہ کی نسبت متقدمین ومتاخرین نقادانِ فن کی جو رائے ہے اُس کا خلاصہ امام المورخین صاحب منتخب التواریخ کا یہ قول ہے جو فی الحقیقت قابل قدر ہے جو آپ نے ابو الفیض فیضی کی مثنوی نلدمن کی تعریف میں فرمایا ہے کہ حق تو یہ ہے کہ ایسی مثنوی اس تین سو سال کی مدت میں امیر خسرو علیہ الرحمۃ کی مثنوی شیرین وخسرو کے بعد ہندوستان میں شاید ہی کسی نے تصنیف کی ہو۔ ہمارے نزدیک یہ تحریر امیر خسرو کی مثنوی کی مدح کا پورا مرقع ہے جس کے ضمن میں نلدمن کی ثنا بھی پائی جاتی ہے۔

بعض شاعرانہ خصوصیات واقسام مثنوی کے ساتھ اُس کی معنوی اہمیت

اگرچہ نظم سخن کے اقسام معنوی بے شمار ہیں لیکن اس جگہ صرف اُن خاص خاص قسموں کا ذکر کیا جائیگا جن پر شعرا کے کلام کا کمال منحصر ہے۔

خراب آں کو ز چندیں بیت معمور کند بیتے ز جائے خویشتن دور

ہم کو اس مثنوی کی صحت و تکمیل میں سب سے زیادہ دشواری اس وجہ سے واقع ہوئی کہ جو دو نسخے منتقل فرمائے گئے اُن میں نسخہ جہاں گیری سے جو نسخہ نقل کیا گیا تھا اُس میں اشعار کی بہت کمی تھی اور جا بجا کثرت سے الفاظ غلط تھے دوسرا نسخہ حبیب اگرچہ اشعار کی کمی کا نقصان کم رکھتا تھا لیکن اُس کے صفحات کی بندیں غلط اور اوراق کی جزبندی کی غلط ہونے کے ساتھ اُس کا رسم خط سراسر غلط پایا گیا مگر بہرحال امکانی کوشش کر کے مذکورہ نقص دور کیا گیا ہے۔ اور تیسرا حیدرآبادی نسخہ بعینہ نسخہ حبیب کی مثل تھا۔

امیر خسرو کے اس مجموعہ پنج گنج فصاحت کے اشعار کی کمی کی خاص وجہ بظاہر یہی معلوم ہوتی ہے کہ مولانا نظامی نے نفس قصۂ شیریں وخسرو کے علاوہ اُس کے متعلق اکثر تاریخی واقعات ایسے نظم کر دیئے ہیں جو غالباً امیر خسرو کی نظر غائر میں قصہ کی نسبت سے وہ ضروری نہ سمجھے گئے ہونگے اور اس روش پسندیدہ کو آپ نے اپنے پنج گنج میں خصوصیت کے ساتھ مدِ نظر رکھا ہے کیونکہ عادتاً آپ ہر داستان اور ہر واقعہ کی تحقیق و تنقیح میں اُس کی اغلاقات اور پیچیدگیوں کے صاف کرنے کی بے حد کوشش کرتے ہیں چنانچہ اس امر خاص کے متعلق اسی مثنوی شیریں وخسرو میں فرماتے ہیں ؎

ورق در پیچم از بسیار گفتن کہ دُر سفتن بہ از بسیار گفتن

تذکرۂ حسن و عشق | انسیائی شاعری کے قصر رفیع کی اساس اسی مضمون کے ساتھ وابستہ ہے اور تمام شعرا اسی وادی کے قافلہ سالار ہونے کے ساعی رہے ہیں۔ امیر خسرو خصوصیت کے ساتھ اس میدان کے خضر طریق ہیں۔ کل مثنوی اس نقد گراں مایہ کا گنجینہ ہے۔

فلسفیانہ شاعری | حکیم ناصر خسرو و سنائی میں سے اس طرز خاص کا ہر ایک امام ہے اور مولنا نظامی نے اس فن خاص میں بہت ترقی کی اور بحری سکندر نامہ میں اُس کے اکثر پیچیدہ مسائل کو نہایت خوبی سے حل کیا مگر امیر خسرو بھی جا بجا مراحل مختلفہ میں اُن کے ہمقدم ہیں۔ ملاحظہ ہو مکالمہ و مناظرہ خسرو و حکیم بزرگ امید۔ قابل دید۔

اخلاقی نظم | متاخرین نے اس قسم کو اپنا مطمح نظر بنا کر اس میں بہت ترقی کی لیکن یہ سب متقدمین کی تقلید کا اثر ہے اس وجہ سے کہ نظامی اُس کے کامل الفن اُستاد مانے گئے ہیں بعدہ امیر خسرو کے جدت پسند طبیعت نے اپنی نئی نئی گل کاریوں سے اُس کی پامال سرزمین کو گلزمین بنا دیا ہے۔ اکثر داستانہائے حسن و عشق کے ضمن میں جب وہ متکلمانہ اور حکیمانہ نتائج بیان کرتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی فصیح و بلیغ متکلم و عالم دنیا کی بے ثباتی، عالم کے انقلابات طرز معاشرت کے آداب، درستی اخلاق وغیرہ وغیرہ مسایل اخلاقی پر تقریر کر رہا ہے۔

کلام رزمیہ، بزم آرائی، تذکرۂ حسن و عشق، فلسفیانہ شاعری، اخلاقی نظم، جذبات انسانی کا اظہار، مناظر قدرت کا نظارہ، سوز و گداز کا التزام، متکلمانہ استدلالات، صوفیانہ رنگ، درد و غم رنج و الم، عاشقانہ مناجات اور ہر قسم کی شاعری کے لیئے جن جن خصوصیات کی ضرورت ہے وہ اجمالاً حسب ذیل ہیں اور اُن کا ذکر مقامات مختلفہ پر جداگانہ طور پر بھی کیا گیا ہے۔

جامعیت، ایجاد و اختراع استعارات و تشبیہات، صنائع و بدائع، واقعہ نویسی، قوت تخئیل، سلاست و قوت کلام، فصاحت و بلاغت، جدت اسلوب

اب ہم اس امر کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ موجودہ مثنوی تمام اقسام شاعری و محاسن نظم کی جامع ہے۔

کلام رزمیہ میدان جنگ کا خاکہ اور معرکۂ حرب کی تصویر۔ فردوسی اس فن کا مرد میدان ہے اور نظامی نے اپنی نئی نئی شگوفہ کاریوں سے اُس کو چمن ہمیشہ بہار بنا دیا۔ امیر خسرو اُس کے گلچیں ہیں اور بہار آرا۔ دیکھو داستان جنگ خسرو و بہرام چوبیں۔

بزم آرائی سامان نغمہ و سرود کا مرقعہ اور رباب و جام کے دور کا نقشہ۔ نظامی خاص طور پر اُس کے صدر آرا سمجھے جاتے ہیں مگر امیر خسرو نے اُس کو ہفت کرکے اہل نظر کو ششدر بنا دیا ہے۔ دیکھو داستان بنائے مشغر خسرو و شیریں کی بزم آرائی۔

نہ ہو وہ کچھ وقعت نہیں رکھتا نظامی نے اگرچہ اس مضمون کو عروج کمال پر پہونچا دیا تھا مگر امیر خسرو نے اپنے دم مسیحائی سے دبی ہوئی آتش مردہ کو از سرِ نو بھڑکا دیا۔

مثلاً داستان نمبر ۲۴ میں شیریں اپنا سوز و گداز ظاہر کرتی ہے جس سے اربابِ سماع کے کانوں کے پردے جل اُٹھتے ہیں۔ گرم آنسو مژگاں کو جلائے دیتے ہیں یا مثلاً داستان نمبر ۳۲ میں فرہاد کا سوز و گداز وغیرہ۔

متکلمانہ استدلالات — شعرا کا کمال سخن متکلمانہ شاعری پر غور کرنے سے سمجھا جا سکتا ہے۔ مولنا روم علیہ الرحمۃ امام المتکلمین سمجھے گئے ہیں۔ امیر خسرو بھی کسی طرح ان سے عموماً پیچھے نہیں ہیں۔ کوئی داستان نہیں جو اس کمال سے خالی ہو۔ خصوصاً ابتدائی داستان میں حمد و نعت قابل دید ہیں۔

صوفیانہ رنگ — حقیقتاً شاہد سخن کے عارض گل رنگ کا غازہ بھی صفت ہے متقدمین شعرا میں اس کا خیال پیدا ہو گیا تھا اور مولنا نظامی نے خصوصیت کی ساتھ اس رنگ کو بہت شوخ کر دیا۔ لیکن امیر خسرو نے اُس کی رنگینی کو ایسا چمکا دیا کہ اہل نظر کی مشتاق نگاہیں اُس کی منتظر رہتی ہیں۔ بالخصوص داستان نمبر ۴ و ۵ ہمارے اس دعوے کے شاہد ہیں۔

درد و غم رنج و الم — شاعری کا دوسرا رُخ یہی مضمون ہے جس سے شاعر کی جامعیت کا اندازہ ہو سکتا ہے امیر خسرو ہر قسم کی تصویر کھینچنے میں بے مثل مصور ہیں۔ دیکھو

جذباتِ انسانی کا اظہار

فردوسی اُس کا حاکم ہے اور نظامی اُس کے زیور کے مرصع کار جوہری اور خسرو اس متاعِ سنجیدہ کے گراں بہا بنانے والے قدر افزا سوداگر۔

مثلاً شیریں جب خسرو کو دروازہ قصر پر چھوڑ کر بامِ ایوان پر چلی جاتی ہے اور خسرو پرویز پر رسائی کا دروازہ بند ہے اُس وقت خسرو پرویز باوصف عشق کی از خود رفتگی کے اپنے حفظِ مراتب کے ساتھ جس جس طرح سے اپنے جذبات کو ظاہر کر رہا ہے یا شیریں اُس کے جواب میں اپنی شانِ محبوبی کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے ہر جس جس ادا سے اپنے دلی خیالات کو ظاہر کر رہی ہے اور وہ بھی مولٰنا نظامی کے مقابل یہ سب امیر خسرو ہی کا کمالِ شاعری ہے۔

مناظرِ قدرت

شاعری کے مختلف مناظر میں یہ ایک خاص دل کش اور پُر فضا منظر ہے اس پر شعرا نے طرح طرح سے موشگافیاں کی ہیں اِس کے موضوعات خاصہ میں باغ و بہار آفتاب و ماہتاب کا طلوع و غروب صبح و شام کا جلوہ بعض قدرتی اشیاء کا بیان وغیرہ ہیں۔ اس میں نظامی نے جس قدر جدتیں کیں تھیں امیر خسرو نے اُس کی تکمیل کر دی۔ دیکھو مختلف مقامات پر مختلف داستانوں میں مہر و ماہ کا طلوع و غروب اور صبح شام کے جلوے۔

سوز و گداز

ہر شاعری کا لطف اسی پر موقوف ہے۔ جب تک کلام میں سوز و گداز

صنائع و بدائع — ہر کلام نظم و نثر کی علم معانی و بیان کے اعتبار سے اصلی وقعت اس مضمون کی پابندی پر موقوف ہے مگر امیر خسرو اس فن کے متفق علیہ امام الائمہ ہیں اور اعجاز خسروی آپکے اعجاز سخن پر گویا ایک روشن دلیل ہے اس کے علاوہ موجودہ مثنوی کو بھی اس گنج معنوی سے جس قدر سرمایہ حاصل ہے من وجہ اُس کا تذکرہ ہو چکا اور آیندہ ہو گا۔

واقعہ نویسی — عشق و محبت اور وصل و فراق کی دُنیا میں جو واقعات و معاملات واقع ہوتے ہیں اُن کی واقفیت کے ظاہر کرنے کو واقعہ نویسی یا معاملہ نویسی کہتے ہیں اور کسی خاص طرز ادا سے اُس کا بیان کرنا واقعہ نویسی کا کمال ہے۔

حضرت آزاد بلگرامی کے قول کے موافق امیر خسرو اس کے موجد اور پورا کرنے والے ہیں۔ اور بالخصوص مثنوی کی نظم اس متاع گراں بہا کے لیئے گویا بازار مصر ہے۔ شیریں و خسرو کی باہم مراسلت کے متعلق تمام داستانیں اور باربد و نکیسا کی زبان سے دونوں کی واقعات مختلفہ کا بیان قابل لحاظ ہے۔

قوتِ تخئیل — ہر قسم کی شاعری کی رنگینی مضامین کی موشگافی جدت طرازی کی خوبی استعارات و تشبیہات کی نزاکت وغیرہ شاعر کی اسی قوت پر منحصر ہے۔ مولانا نظامی نے قوت تخئیل سے جس قدر کام لیا تھا وہ گویا اُن کا حصہ معلوم ہوتا تھا لیکن امیر خسرو نے اپنی قوتِ تخئیل کے اظہار کمال سے ثابت کر دیا کہ در اصل

باہمی مراسلت کی داستانوں میں شیریں و خسرو کی اندوہگیں حالت۔

عاشقانہ دعا و مناجات — مولانا نظامی نے اس خاص گلزمین میں ایسے نونہال لگائے تھے کہ اس کے مقابل دوسروں کی چمن آرائی دشوار معلوم ہوتی تھی امیر خسرو نے اس کو اپنا گل گشت بنا کر ثابت کر دیا کہ وہ کسی کی خاص جاگیر نہیں ہے۔

مثنوی کے بعض اقسام شاعری کی ذکر کرنے کے بعد ضرور ہے کہ اجمالاً اس کی بعض خوبیوں کو بھی بیان کر دیا جائے۔

جامعیت — متکلم اور کلام دونوں کی صفات میں اس خاص وصف کو شمار کیا جاتا ہے چنانچہ مختلف علوم و فنون و اکثر السنہ متنوعہ کے واقف و ماہر کو عالم و ادیب جامع کہتے ہیں اور امیر خسرو اس خلعتِ فاخرہ کے شرف سے بھی ممتاز ہیں جس کی تفصیل ہو چکی ہے۔ اور جس کلام میں تمام خوبیاں اور اقسام محاسن نظم پائے جائیں وہ کلام جامع ہے جس کی بے مثل مثال موجودہ مثنوی ہے، اور بیان صدر و ذیل اس دعوے کے اثبات صدق پر قطعی برہان۔

اختراع استعارات و ایجاد تشبیہات — سب سے پہلے شعرا میں مولانا نظامی نے اس کی ترقی کے میدان میں قدم رکھا اور امیر خسرو نے اس کی کمی پورا کر کے تکمیل کر دی اس مضمون کو مواقع مختلفہ پر ظاہر کر دیا گیا ہے۔

کر دیا تھا مگر امیر خسرو نے اُس کو دربار عام میں قبول عام کے زیور سے مرصع کر کے مردم دیدۂ عوام و خواص بنا دیا۔ تمام مثنوی اُس کی تجلیات سے متجلّی ہے اکثر داستانوں میں اُس کی تمام عالم افروز شعاعیں جلوہ آرا نظر آتی ہیں۔ دیکھو داستان نمبر ۱۳ میں شیریں کی بعض صفات ناوک زنی و تیر اندازی وغیرہ کا ذکر یا داستان نمبر ۲ کی تمہید میں سواد شب کی حجلہ آرائی یا داستان نمبر ۲۲ میں شکر کا تذکرہ۔

مثنوی کے بعض صنائع و بدائع

اگرچہ اس مضمون کو جدا گانہ لکھنے کی ضرورت نہ تھی، اس وجہ سے کہ تمام ارباب فن جانتے ہیں کہ امیر خسرو اس علم کے امام و مجتہد وقت ہیں اور آپ کی کتاب اعجاز خسروی اس دعوے کی شاہد عادل ہے اور بالخصوص بعض صنائع کا ذکر بھی بعض اشعار کے ساتھ کر دیا گیا ہے مگر مختصراً ایک جگہ پر اُس کا تحریر کر دینا اس غرض سے مناسب سمجھا جاتا ہے کہ مثنوی کے پڑھنے سے قبل اہل نظر خیال کر سکیں کہ ہر اعتبار سے یہ مثنوی کس قدر وقعت رکھتی ہے۔

استعارہ

کسی چیز کو بطور عاریت مانگنا اور اہل معنی کی اصطلاح میں وہ مجاز کی ایک خاص قسم ہے کیوں کہ جب کسی لفظ کو کسی جگہ اُس کے اصلی معنی سے نقل کر کے عاریتاً کسی دوسرے معنی میں بعلاقہ تشبیہ استعمال کیا جائے تو یہی دراصل مطلقاً استعارہ ہے۔ مثلاً نرگس و سنبل مستعار منہ کو بجائے چشم و زلف

یہ وہی دولت ہے مبدء فیاض کے غیبی خزانے سے جس قدر حصہ جس کو مل جائے وہ اُس کا گنجور سمجھا جاتا ہے۔ تمام مثنوی اس نوائے دل کش کا پردۂ راز ہے۔

سلاست و قوتِ کلام

کسی سادہ اور سلیس مضمون کو چست بندش اور پُر شکوہ الفاظ میں ایسی شان و شوکت کے ساتھ بیان کرنا کہ مضمون میں علو پیدا ہو جائے اور سننے والوں کے دلوں پر اُس کا ایک خاص اثر پیدا ہو۔ نظامی نے اس امر میں جس قدر ترقی کی وہ اُن کے اکثر کلام سے ظاہر ہے۔ مگر امیر خسرو نے باوصف تقلید اُس کو بجائے خود اپنا خاصہ طبعی بنا دیا۔

مثلاً شیریں و خسرو کے باہمی نامہ و پیام میں خودداری و شان و شکوہ کا دونوں کی زبان سے اظہار وغیرہ۔

فصاحت و بلاغت

ہر نظم کا واقعی زیور یہی خاص صفت ہے۔ ہر دور کے شعرا نے پوری قوت کے ساتھ اس میں اپنا کمال دکھایا ہے لیکن امیر خسرو اس بزم میں صدر آرا سمجھے جاتے ہیں۔ مختلف مقاموں پر آپ کے اس وصف خاص کو دکھایا گیا ہے۔

جدتِ اسلوب

واختراع و ایجادِ استعارات و تشبیہات میں عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہے غزل کی شاعری کے ساتھ متقدمین نے اس صفت کو وابستہ

تشبیہات

شاہد نظم کے عارض کا غازہ اور عروس سخن کا زیور یہی استعارات و تشبیہات ہیں جن کا وجود قدیم ہے اہل عرب اس کا لحاظ رکھتے تھے کہ کلام ایسی خوبیوں سے آراستہ ہو جب آفتاب اسلام کی شعاعوں نے تمام عالم کو منور کیا سارے علوم و فنون کے چشمے جاری ہو گئے۔ قرآن مجید و احادیث حمید انا افصح العرب والعجم نے سب کے سر نیچے کر دیئے۔ جس قدر صنایع بدایع ایجاد ہوئے یا آیندہ ہونے والے فرض کئے جائیں کلام الٰہی و احادیث رسالت پناہی اس کے جامع ہیں۔ ایرانیوں نے باوجودیکہ وہ اپنی زبان پر نازاں تھے اسلام ہی کے برکات کے آثار سے خصوصیت کے ساتھ ادبیت میں بہت ترقی کی مگر متقدمین شعرائے فارس جن تشبیہات و استعارات کا استعمال کرتے تھے وہ سادے اور آسان ہوتے تھے۔ زمانہ جس قدر ترقی کرتا گیا ادراکات و احساسات میں نازک خیالی کی لطافت بڑھتی گئی یہاں تک کہ مولانا نظامی نے اس میدان کے محدود دائرہ کو اپنی فکر کی آبیاری سے وسعت دے کر چمن ہمیشہ بہار بنا دیا ایک مدت دراز کے بعد امیر خسرو نے اپنی خداداد جدت اور قدرتی ذہانت سے ایسے نئے گل کھلائے اور نو بنو نونہال اگائے کہ اہل نظر کی نگاہیں ان کی جس روش پر جاتی ہیں دامن گلچیں سے زیادہ پر گل نظر آتی ہیں۔ آپنے اس فن کی تکمیل کے کمال کو انتہا پر پہونچا دیا چنانچہ آپ کی یہ مثنوی ہمارے اس دعوے کے اثبات کے لئے برہان قطعی ہے جس جگہ نظر کی جائے

یاد کریں اور مستعار لہ کا ذکر نہ ہو اور اس کے اقسام مختلف ہیں۔

استعارہ بالکنایہ
استعارہ تخییلیہ
استعارہ ترشیحیہ

مستعار لہ کو ذہن میں کوئی شے فرض کرکے صرف اُس کے لوازم کا ذکر تخئیل اور مناسبات کا ذکر ترشیح ہے اس صنعت خاص میں امیر خسرو نے جس قدر ابداع و اختراع سے کام لیا ہے وہ آپ کا حصہ ہے اور آپ کی نظم میں جس جگہ دیکھو ہر جگہ موجود ہے

حمد

خداوندا دلم را شمع بخشائے — بمعراج یقینم راہ بنمائے

نعت

کشادہ بند نعلین فلک سال — از و در ساق عرش افگند خلخال

مجاز مرسل

کسی شے کو اصل معنی سے جدا سمجھ کر تشبیہ کے علاقہ کے سوا کسی اور دوسرے علاقہ کلیت و جزویت یا علاقہ ظرفیت و سببیت وغیرہ کے لحاظ سے غیر معنی موضوع لہ میں استعمال کرنا جو دراصل استعارہ ہی کے اقسام میں داخل ہے۔ تمام مثنوی اس صنعت سے دوسری خوبیوں کے ساتھ پر ہے۔

حمد

چو گرد د نقش این دیبا مکمل — بحق التارکن آنرا مسجل

نعت

بنانش خنجر من مہ کردہ جو جو — ز میم معجزش نیمہ مہ نو

تضاد | باہم مخالف المعنی الفاظ کا ذکر۔

حمد و دعا

در آسانیم شکر اندیش گرداں بد شواری سپاس اندیش گرداں

نعت

چراغِ روشن از نورِ خدائی جہاں را دادہ از ظلمت رہائی

تقابل | باہم متقابل المعنی الفاظ کا ذکر جن میں تخالف و تضاد طبعی نہ ہو۔ مثلاً بندگی و خواجگی۔ زندہ و قربان وغیرہ۔

حمد

چو ہر زندگی بخشید ہر چیز کرامت کرد شغلِ خواجگی نیز

نعت

دو قرباں یافتہ زو زندگانی دو زندہ گشتہ از وے جاودانی

سیاقۃ الاعداد | بہ ترتیب یا بغیر ترتیب چند اعداد کا ذکر۔

حمد

دو کون از صنعِ او یک گل ز باغے ز ملکش نہ فلک دودِ چراغے

نعت

ندارد ہفت مرد و چار زن نام مگر زاں شاہِ ہفت ایوان و نہ بام

نئے جلوے نظر آتے ہیں۔ ہم اس وقت حتی الامکان صرف حمد و نعت وغیرہ کی ہی چند ابتدائی داستانوں پر نظر رکھتے ہیں ورنہ مثنوی کا ہر حصہ اور ہر جز و کلیتاً تمام خوبیوں کے جواہر کا گنجینہ ہے۔

حمد

اُمیدم را بجائے کش عماری | کہ باشد پیش گاہ رستگاری
برافروز این زیارت خانۂ خاک | بعقل روشن و اندیشۂ پاک

نعت

بنام احمد اندر سجدہ نہ بام | مگر خم سجدہ ہست اندران بام
ملایک خواندہ شمع آسمانش | دخان و نور روشن از زبانش

تنسیق الصفات | ممدوح واحد کے چند صفات کا ذکر۔

حمد

دو کون از صنع او یک گل زباغے | زملکش نہ فلک و دو چراغے
رموز آموز عقل تختہ پیوند | شناسائی دہ جان خردمند

نعت

مسیحا از دم خود رفتہ جائش | خضر از آب حیوان شستہ پائش
براہل اقتلوا راندہ غضب را | بلوح فاستقم خواندہ ادب را

ذوقافیتین | ایک شعر میں دو قافیوں کا ذکر۔

نعت

بموکبِ دارئیس ناموسِ اکبر | خراماں گشتہ چوں طاؤسِ اخضر

گریز | تشبیب کے بعد اصل مقصود کی طرف عمدہ طریق سے رجوع۔ یہ صنعت اگرچہ قصیدہ کے ساتھ خاص ہے مگر امیر خسرو نے مولانا نظامی کی تقلید کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس مثنوی میں بھی بعض مواقع پر اس کا التزام کیا ہے۔

از حمد بہ نعت

اُمیدم را برآئے کن حوالت | کہ با ختم پیمبر ختم رسالت

تجنیسِ تام | ایسے لفظ کا دوبارلانا جو دو معنی رکھتا ہو۔

نعت

نخست از بیتِ اقصیٰ در کشودہ | باقصیٰ قبلۂ دیگر نمودہ

تجنیسِ ناقص | ایسے دو متجانس الفاظ کہ جن کا رسم خط یکساں ہو۔

نعت

براتِ رحمت از غیب انس و جاں را | خطِ آزادیِ آتش جہاں را

تجنیسِ خطی | ایسے دو متجانس الفاظ جن میں صرف حرکات یا نقاط کا فرق ہو

نعت

بخوابِ غفلتم مگزار زیں بیش | مرا خود خوابِ غفلت ہست در پیش

تلمیح | کسی قصہ یا خاص واقعہ کی طرف اشارہ۔

حمد

بشکرش ہر کلوخے را زبانی ست — وزاں ہر ذرہ تسبیح خوانی ست

نعت

ز حکمت نامۂ او حی کلامش — باعلیٰ پایۂ ادنیٰ مقامش

ایہام | ایسے لفظ کا ذکر کرنا جس کے دو معنی ہوں اور کبھی اُس کے بعید معنی مراد ہوں اور قریب معنی کے مناسب اور الفاظ مذکور ہوں اور کبھی اس کا عکس چونکہ یہ صنعت خصوصیت کے ساتھ استعارہ کی خوبی کو دوچند کر دیتی ہے اس لیئے تمام اساتذہ عموماً اور خسرو خصوصاً اس صنعت کا استعمال اپنے ہر کلام میں بہت کرتے ہیں۔ چنانچہ یہ مثنوی بھی اُس کا گنجینہ ہے۔

نعت

نوشتہ از دخاں پُر نور منشور — دخانش نور بل نُور علیٰ نور

رجوع یا رد و اضراب | کسی صفت کو بیان کرنے کے بعد اُس کی تردید اس طرح کرنا کہ پہلے مضمون پر اور ترقی ہو جائے۔

معراج

نہ اختر لیک نے اختر پاک جاں تر — نہ گردوں لیک از گردوں رواں تر

رکن آخر مصرعۂ دوم کو عجز اور ہر دو رکنوں کی درمیانی الفاظ کو حشو کہتے ہیں
پس رد العجز علی الصدر وہ صنعت ہے کہ شاعر جس لفظ کو آخر بیت میں ذکر
کرے اسی کو اول بیت میں لادے۔

حمد

رقم کو باز نشناسد قلم را   چہ داند باز نقاش رقم را

ردالابتدا علی الصدر | جو لفظ مصرعۂ دوم کے ابتدا میں ہو وہی مصرعۂ اول کے
شروع میں لایا جائے۔

نعت

ولایت داری از توقیع درگاہ   ولایت نامۂ اولی مع اللہ

ردالعجز علی العروض | جو لفظ مصرعۂ دوم کے آخر میں ہو وہی مصرعۂ اول کے آخر
میں لایا جائے۔

نعت

ہمیں اورا بگویم سایہ یارب   دگر ہر کس کہ بینی سایہ دارست

ردالحشو علی الصدر | جو لفظ درمیان مصرعہ ہو وہ ابتدا مصرعۂ اول میں لایا جائے۔

مناجات

بخواب غفلتم مگزار زین بیش   مرا خود خواب غفلت ہست در پیش

تجنیس زائد بہ اول | ایسے دو متجانس الفاظ کہ ایک میں ابتدا کو کوئی حرف زائد ہو۔

نعت

محمد کاصل ہستی شد وجودش جہاں گردید زرشاد روانِ جودش

تجنیس زائد با وسط | ایسے متجانس الفاظ کہ ایک کے وسط میں کوئی حرف زائد ہو

نعت

در احمد از احد کامل جمالی ست چو احمد بے احد شد صفر خالی ست

تجنیس زائد بآخر | ایسے متجانس الفاظ کہ ایک کے آخر میں کچھ زیادتی ہو۔

حمد

جواہر بند ناہید از ثریا چراغ افروز در قعر دریا

تجنیس مطرف | ایسے ایک قسم کے چند الفاظ جن کے حروف ردی یکساں ہوں

نعت

سیاست در کفِ بہرام داد سعادت مشتری را دام داد

اشتقاق | ایسے متجانس الفاظ کا ذکر جن کا مادہ واحد ہو۔

منقبت

بسیر وطیر ہمت کردہ درکار کہ در سیر اد ہم در طیر طیار

ردالعجز علی الصدر | شعرا کے اصطلاح کے موافق رکن اول مصرعہ اول کو صدر

اور رکن آخر مصرعہ اول کو عروض، اور رکن اول مصرعہ دوم کو ابتدا اور

مذہب الکلامی — کلام کا اکثر حصہ جو دلائل و براہین پر مبنی ہو - امیر خسرو کا اکثر حصہ کلام اس صنعت کے محیط کا مرکز ہے -

نعت

دل خصماں گواہ صدق ذاتش — گواہی دادہ سنگ از معجزاتش

لف و نشر مرتب، لف و نشر غیر مرتب — اوّل مصرعہ یا فقرہ میں چند اشیار کا ذکر کرنے کے بعد دوسرے مصرعہ یا فقرہ میں اور ایسے چند اشیار کا ذکر کرنا کہ بہ ترتیب یا بغیر ترتیب باہم کر کسی قسم کے تعلق رکھتے ہوں -

حمد

نہ دانا زو خبر دارد نہ آوباش — کہ حرب انیس زگو آمد چو خفاش

نہ در ما گنجد اسرار الٰہی — نہ دریا گنجد اندر گوش ماہی

مبالغہ، تبلیغ، غلو، اغراق — مطلق کسی کام میں حد سے زیادہ کوشش - اور اس کی تین قسمیں ہیں اگر صفات محمودہ یا مذمومہ میں ایسی زیادتی کی جائے کہ بظاہر مستبعد یا محال معلوم ہو عقلاً ممکن ہو تو مبالغہ تبلیغ ہے اور اگر بہ اعتبار عقل ممکن اور بہ اعتبار عادت غیر ممکن ہو تو مبالغہ (غلو) ہے اور اگر عقلاً و عادتاً ہر طرح غیر ممکن ہو تو مبالغہ اغراق ہے چونکہ ایشیائی شاعری کے قصر رفیع کی بنیاد اسی صفتِ مبالغہ پر قایم کی گئی تھی اس لیئے ہر طبقہ کے شعرا ہر دور اور ہر زمانہ میں اس شاہد رعنا کی غازہ طرازی میں ہمیشہ ترقی کرتے رہے -

ردالعجز علی الحشو | ایک لفظ ہر مصرعہ کے درمیان لانا۔

مناجات

چراغم را چو خود بخشیدۂ نور
مکن بخشیدۂ خود را ز من دور

ردالابتدا علی الحشو الاول | جو لفظ مصرعہ دوم کے اوّل ہو وہی لفظ مصرعہ اوّل کے درمیان آوے۔

نعت

نوشتہ از دخاں پر نور منشور
دخانش نور بل نور علےٰ نور

مراعات النظیر | باہم متناسب الفاظ کا ذکر۔ مثلاً چراغ، روشن، نور، ظلمت وغیرہ موجودہ مثنوی اس صنعت کا گویا مرقعہ ہے۔

نعت

چراغِ روشن از نورِ خدائی
جہاں را دادہ از ظلمت رہائی

حسن التعلیل | کسی دعوے فرضی یا واقعی کے اثبات پر ایسے برہان قایم کرنا کہ بہ اعتبار واقع وہ دلیل نہ ہو مگر تمثیلاً بحیثیت برہان دعوے کو ثابت کردے مثلاً نبیِ کریم کے اتحاد ذاتی پر حضور کے نام کی صوری ترکیب کو برہانِ قطعی بنانا۔ یہ صنعت بھی اس مثنوی کا جزو لازمی ہے نعت

بدانساں گشتہ در وحدت یگانہ
کہ نا گنجید خود ہم در میانہ

در احمد از احد کامل جمالیست
چو احمد بے احد شد صفر خالیست

پہونچا دیا ہو جس کا ذکر پہلے بھی کیا گیا ہو۔ اس مثنوی میں بھی آپ نے ایک موقع پر اپنے فکرِ بلند پرواز کے جوہر دکھائے ہیں جس کا اجمالاً صرف نشان بتا دینا کافی ہو تاکہ حمد و نعت کا سلسلہ باقی رہے اور خلاف ذکر صنائع الٰہیہ و محاسن رسالت پناہیہ دوسرا ترانہ زبان پر نہ آئے۔

وصل الحرفین — ایسے الفاظ لانا جو زیادہ تر مل کر لکھے جاتے ہیں۔

نعت

ریاحیں بخشِ باغِ صبح گاہی　　کلیدِ مخزنِ گنجِ الٰہی

نتائج کے اعتبار سے مثنوی کی روحانی عظمت

انگریزی تحقیق کے موافق تمام اقسام کے قصّے اور افسانے دو قسم پر منقسم ہیں، ناول، ڈراما اور ان میں باہم فرق یہ ہو کہ کسی واقعہ حسن و عشق کو صرف زبان سے نثر میں بیان کرنا ناول ہو اور اس کو عملی صورت میں مختلف طریقوں سے دل چسپ بنانے کے لیے نظم میں دکھانا ڈراما اور پھر اس کی دو قسمیں ہیں یہ (کامیڈی) اور (ٹریجڈی) ڈراما کو سب سے پہلے تو یونانیوں نے اختیار کیا مگر اہلِ یونان کی عورتیں ایسے تماشاؤں میں شریک نہیں ہوتی تھیں۔ حضرت عیسےٰؑ سے صدہا سال قبل اہلِ ہند نے اس تماشہ کو دل کش بنانے کے لیے

اسی بنا پر امیر خسرو نے اُس کو سب سے زیادہ اوجِ کمال پر پہونچا دیا ہے۔ چنانچہ موجودہ مثنوی میں بھی اُس کی تجلیات کی ہر جگہ جلوہ افروزی ہے۔

اول مدح شیخ

بسقفش کردہ جبریل آشیانہ فلک در صحنِ او گنجشکِ خانہ

دوم مدح سلطان

ستارہ رایتش را خفتہ در زیر فلک با حملۂ او کُند شمشیر

سوم مدح سلطان

فلک را گرد محشِ ہفت جا برج جہت را دادہ میدانش و خش طرح

سجع موازنہ ایسے چند الفاظ کا ذکر جو وزن میں اکثر موافق ہوں۔

معراج

گریبانِ جہت را پارہ کردہ جہانِ بے جہت نظارہ کردہ

التفات کسی ممدوح کی مدح کے وقت کبھی ضمیر غائب اور کبھی ضمیر حاضر سے اُس کو یاد کرنا۔ اگرچہ اس صنعت کو قصائد کے ساتھ مخصوص سمجھا گیا ہے مگر مثنوی میں بھی اس کا التزام موجود ہے۔ اول مناجات و دوم توحید و سوم پھر مناجات کا سلسلہ اُس کا شاہد ہے۔

معما کسی خاص خوبی کے ساتھ بقاعدۂ ریاضی وغیرہ کسی شعر سے کوئی نام پیدا کرنا، امیر خسرو نے اس فن میں بھی اپنی جدت طرازی کو اوجِ کمال پر

کو ایسا پورا کیا ہو کہ (شیکسپیر) کے ایجاد و اختراع بہ نظرِ تحقیق گویا انھیں خوبیوں کا ایک پردہ ہیں اور اگر اس کو عملی ڈراما بنایا جائے تو وہ بھی کسی طرح (شیکسپیر) کی منتخب اور مشہور ڈراما سے کم حیرت افزا ثابت نہ ہوگا اس کی ترتیب کا پورا لطف اس وقت حاصل ہو سکتا ہو کہ اس کی مختصر خلاصہ کو بہ نظرِ غور دیکھا جائے اور (شیکسپیر) کے کسی پسندیدہ (ٹریجڈی ڈراما) سے اس کا مقابلہ کیا جاے باایں ہمہ امیر خسرو کی سخن طرازی کا اعجاز یہ ہو کہ آپ نے ایک (ٹریجڈی) ڈراما کو اپنی جدت پسند طبیعت کی برزور قوت کے اثر سے ایسا اخلاقی پند نامہ اور ادبی گنجینہ بنادیا ہو کہ اوّل سے آخر تک ہر داستان کے ضمن میں دنیا کی بے ثباتی، زمانہ کا انقلاب، حکیمانہ نصائح، صوفیانہ مواعظ، متکلمانہ مباحث، شراب کے نقایص ہوا و ہوس کی تنقیص، حکمرانی کے اصول، معاشرت کے قواعد، منہیات سے اجتناب، عدل و داد کے فضایل، جور و جفا کے قبایح، عبادت الٰہی کی تاکید، اسلام کی خوبیاں، مذہب کی ضرورت وغیرہ وغیرہ جلوہ آرا ہیں۔

اجمالی طور پر قصّہ کا اختصار

شاہزادہ ساسانی خسرو پرویز بن ہرمزد بن نوشیرواں اپنے باپ ہرمزد کے قتل کے بعد تخت نشین ہوتا ہو اور سب سے اوّل اپنے باپ کے سپہ سالار بہرام چوبین پر حملہ کرتا ہو جو شہر مداین پر حکمراں تھا آخر کار غلبۂ خصم کی وجہ سے اس کو

پردے ایجاد کئے اور اُن کی عورتوں نے اپنے گانے بجانے اور خوشنما نقلوں سے اس کو ہوشرُبا بنا دیا چنانچہ والمیک نے بیان کیا ہے کہ اجودھیا میں چار ہزار (نٹنی) عورتیں موجود تھیں۔ بعدہٗ یونان سے روم میں اور روم سے باقی یورپ میں اُس کا رواج ہوا اور ناچنے گانے میں ایسی ترقی ہوئی کہ جو اسٹیج ڈراما کے لیئے بنائے گئے وہ اس قدر وسیع ہوتے تھے کہ دو دو لاکھ آدمی اُن میں بہ آسانی آجاتے تھے۔ پھر اہلِ جرمن و فرانس وغیرہ نے اُس میں ترقی کی چونکہ اسلام اخلاقی و مذہبی اعتبار سے اُس کا مخالف تھا عرب و ایران وغیرہ ممالک میں اُس کا رواج اُس حد تک نہیں ہوا کہ جیسا دوسرے ملکوں میں عملاً تھا۔ بالجملہ شیکسپیر نے کچھ ترمیم کے ساتھ ڈراما کو ایسی ترقی دی کہ آج زمانہ اُس کا فریفتہ ہے مگر وہ (ٹریجڈی) قصّوں کو جس کا ترجمہ (غم انجام) ہے بمقابل (کامیڈی) افسانوں کے زیادہ پسند کرتا ہے جس کے معنی (مسرت انجام) ہیں۔

اب ہم اپنی پیش نظر مقصود بالذات مثنوی کو پیش کر کے یہ امر ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ فی الواقع یہ قصّہ بھی کس قدر دلچسپ (ٹریجڈی) ڈراما ہے اور کس مرتبہ کا دلکش افسانہ اور امیر خسرو نے (ٹریجڈی) ڈراماؤں کی ضروری[1]

---

[1] ڈراما کے وہ بعض ضروری خصوصیات جن کی پابندی نے شیکسپیر کے سب بہترین ٹریجڈی ڈراما (Macbeth) (میکبتھ) کو قبول عام اور شہرت دوام کے فلک الافلاک کا مہر عالم تاب بنا دیا ہے حسب ذیل ہیں۔
انسانی زندگی کے اہم اور خطرناک حالات سے بحث۔ روحانی جذبات پر خاص قسم کا اثر۔ معانی کی قدرتی آمد۔ گہری اور سنجیدہ سبقوں کی تعلیم۔ انسانی ہمدردی۔ کبھی غیر معمولی اور خلاف فطرت واقعات کا ذکر۔ اور کبھی سنجیدہ ظرافت و تمسخر۔ خیالات کا علو۔ مضامین کا تسلسل۔ شاعرانہ نازک خیالی۔ کسی خاص زمانہ کے خاص شخص یا اشخاص کے واقعات کا خوبی کے ساتھ بیان۔ خوفناک اور درد انگیز واقعات کا پُراثر الفاظ میں ذکر وہ اور موجودہ مثنوی امیر خسرو ان تمام خوبیوں کے شاذ و نادر صفات کی جامع ہے۔

محفوظ رکھنے میں کامیاب ہے۔ کچھ مدت کے بعد خسرو شیریں سے اجازت لے کر قیصر روم کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے شیریں کے پیش کیئے ہوئے دونوں صبا رفتار گھوڑے شبدیز و گلگوں اس کے ہمراہ ہیں۔ قیصر اپنا تاج و تخت اس کو دے کر اپنی مہ پارہ لڑکی مریم سے اس کا عقد کر دیتا ہے اور بے شمار خزاین و افواج سے اس کا معین و مددگار ہو جاتا ہے اور خسرو اپنی مخالف قدیم بہرام چوبیں پر دوبارہ بمقام مداین سخت حملہ کرتا ہے جنگِ شدید کے بعد بہرام شکست کھا کر بھاگ جاتا ہے اور خسرو اس وقت اطمینان کے ساتھ حکمراں ہو جاتا ہے اور طالع کی یاوری سے قیصر روم کے بہت سے خزانے گھر بیٹھے خسرو پرویز کے ہاتھ آجاتے ہیں، اور خسرو آزادی سے زر بخشی اور بزم آرائی میں مشغول ہے۔ ایک مدت کے بعد مریم ملکہ جہاں رشکِ شیریں سے گھٹ گھٹ کر جان دیدیتی ہے اور خسرو اس کے غم و الم فراق کا حیلہ کر کے شیریں کے خیال میں پھر سفر کرتا ہے، اور شیریں سے مل کر بزم نشاط گرم کرتا ہے۔ خسرو ہر چند شیریں کے ساتھ ہمکناری کا قصد کرتا ہے مگر وہ ہر حالت میں اپنی عفت و عصمت کی پاسبان ہے۔ خسرو نے ایک اور حیلہ پیدا کیا ہے کہ تمام ماہرو کنیزوں کا عقد اُن کے خواستگار مہ جبیں غلاموں کے ساتھ ہو جائے اور پھر بھی وہ اپنے حصول مقصود میں کامیاب نہیں اور شیریں ابھی تک اس سے دور ہے۔ شاپور خسرو کی حالتِ تباہ دیکھ کر طرح طرح سے اس کو شیریں کی طرف سے بدبختی کے خیال پر آمادہ کرتا ہے مگر اُس پر کچھ اثر

شہر مدائن چھوڑنا پڑتا ہے۔ اُس کا ندیم و رفیق شاپور سفر میں بھی اُس کا ہمرکاب ہے،
وہ اُس کی تفریح طبع کی غرض سے سفر کے مختلف واقعات و عجائبات سنانے کے
ضمن میں شیریں کی تصویر بھی خسرو کو دکھا دیتا ہے۔ جو ارمن کی ملکہ مہین بانو کی عصمت
شعار بھتیجی تھی۔ خسرو یکایک از خود رفتہ ہو کر شاپور سے تدبیر وصل دریافت کرتا ہے اور
اُس کے مشورہ کے موافق بحیلہ شکار ارمن کی طرف قصد سفر کرتا ہے۔ حُسن اتفاق
شیریں بھی اُسی شکارگاہ میں جلوہ آرا ہے جہاں خسرو کا قیام ہے۔ شیریں اپنی ایک کلیمن
کنیز کو سفیر بنا کر استفسار حال کرتی ہے۔ شاپور حُسن تدبیر سے جواب کو خود شیریں کے
دریافت کرنے پر موقوف رکھتا ہے اور شیریں کے طلب پر شاپور حاضر دربار
ہوتا ہے اور بعد اصرار خسرو پرویز کا نسب نامہ سُنا کر شیریں کو اُس کا غائبانہ مشتاق
بنا دیتا ہے۔ شیریں اپنے جذب شوق کی بے اختیاری سے مجبور ہو کر بزم خسرو
میں پہونچ جاتی ہے۔ خسرو اظہار تمنائے ملاقات کے ساتھ اپنے قصد سفر سے شیریں
کو مضطرب الحال بنا دیتا ہے اور افسوں گری کی تاثیر سے واقف ہو جانے پر
لطف تقریر سے اُس کو اطمینان دلاتا ہے کہ ایسا ارادہ محض بطریق امتحان تھا
شیریں کے اصرار پر خسرو پرویز اُس کا مہمان ہوتا ہے اور ملکہ مہین بانو اُس کے
آنے پر شاہانہ طور پر سامان ضیافت بہم پہونچانے میں مبالغہ کرتی ہے۔ بزم
نشاط گرم ہے، شراب کے دَور چل رہے ہیں۔ خسرو جوش نشہ و سرور سے مست ہو کر
اظہار تمنا پر مجبور ہے مگر شیریں اپنی سچی عصمت شعاری سے ہر موقع پر اپنے آپ کو

باز رہے مگر اُس کا جوش و خروش دُونا ہوتا جاتا ہے۔ خسرو مجبور ہو کر ایک زنگی سیہ کار
کو مامور کرتا ہے اور وہ کوہ بیستون پر پہونچکر شیریں کے مرجانے کی غلط خبر سنا کر
فرہاد کو یقین دلا دیتا ہے کہ شیریں مرگئی یہاں تک کہ وہ اسی صدمۂ فراق کے باعث
پہاڑ سے گر کر اپنے آپ کو ہلاک کر دیتا ہے۔ شیریں اس دل خراش خبر کو سُن کر
بے اختیار ہو جاتی ہے اور گریہ و بکا و آہ و زاری کے بعد مراسم تعزیت بجا لاتی
ہے اور شاہانہ طور پر اُس کی تجہیز و تکفین کر کے اُس کو دفن کر دیتی ہے مگر اُس کو
کسی طرح صبر نہیں آتا وہ اُس کے عوض ایک دلّالہ پیرزن بد خصال کو مقرر کرتی
ہے کہ اُس کی حریف شکر ملکۂ اصفہان کا کام تمام کرے۔ وہ اصفہان پہونچکر
اپنے مکر و فریب سے اُس کے محل میں داخل ہو جاتی ہے اور اُس کی مُنہ بولی ماں
بن کر رخصت کے وقت اُس کو زہر سے ہلاک کر دیتی ہے اور محل شیریں میں واپس
آ کر اپنی اس ظالمانہ کارروائی کی داد چاہتی ہے۔ شیریں خسرو کی طرح اپنی اس
بے گناہ کُشی پر نادم ہے۔ خسرو اس خبر کو سُن کر سمجھ لیتا ہے کہ فی الواقع میرے اُس
گناہ کا عوض یہی ہونا چاہیئے تھا۔ اب خسرو قصر شیریں پر حاضر ہے۔ مگر شیریں دروازہ
بند کر کے محل کی چھت پر چلی گئی ہے اور وہیں سے فیمابین مکالمہ ہو رہا ہے۔
بہت سے سوالات و جوابات کے بعد شیریں اپنے دلدادہ خسرو کو محل میں
بلا لیتی ہے اور پھر بزم نشاط گرم ہوتی ہے اور باربد خسرو کی طرف سے اور
نکیسا شیریں کا ہم زبان بن کر غزل سرائی سے بزم آرا ہیں۔ بالجملہ منگنی

نہیں ہے۔ آخر کار شکر ملکۂ اصفہان کی حُسن جہاں گیری کی شہرت و صفت سنا کر خسرو کو شکر کا دلدادہ بنا کر سفرِ اصفہان پر تیار کر دیتا ہے۔ خسرو اپنی طبعی عیش پرستی سے مجبور ہو کر اصفہان پہونچتا ہے اور شکر سے اُس کا عقد ہو جاتا ہے۔

جب شیریں کو یہ واقعہ معلوم ہوتا ہے وہ آتشِ رشک سے سوختہ جگر ہو جاتی ہے اور شب و روز گریہ و زاری کے ساتھ مناجات میں مشغول ہے اور کبھی کبھی سیر و شکار سے دل بہلاتی ہے ایک روز کوہِ بیستون پر اُس کا گزر ہوتا ہے اور فرہاد کوہکن کو دیکھ کر اُس سے ہم کلام ہوتی ہے وہ نظرِ اول میں اُس کا دلدادہ ہو جاتا ہے۔ شیریں اُس سے جوئے شیر کھودنے کی فرمایش کرتی ہے کہ جس سے تازہ دودھ بہم پہونچنے میں آسانی ہو وہ بہ عوض وعدۂ دیدار اس کام پر آمادہ ہو جاتا ہے اور اپنی کوشش میں کامیابی کا اُمیدوار ہے مگر آتشِ عشق نے اُس کا کام تمام کر دیا ہے۔

جب خسرو پرویز اس خبر جانکاہ کو سُنتا ہے رشکِ رقابت سے جل جاتا ہے اور طرح طرح سے اپنے حصولِ مقصود کے لیے چارہ جو ہے شاپور اُس کا ندیمِ خاص خسرو پرویز کو شیریں کے نام خط لکھنے پر آمادہ کر دیتا ہے۔ باہمی خط و کتابت کے بعد خسرو اصفہان سے چل دیتا ہے اور ایک خواب دیکھتا ہے جس کی تعبیر حصولِ آم ہے۔ بعدہٗ خسرو تبدیلِ لباس کے ساتھ فرہاد کے پاس پہونچتا ہے اور اُس سے بطورِ تجاہلِ مناظرہ کرتا ہے۔ خسرو کی تمام کوشش یہ ہے کہ فرہاد خیالِ شیریں سے

(حصّہ سوم) موازنۂ زبان اساتذہ

(۱۳۳۶ء)

الٰہی نقشِ اسم ذاتِ خود گرداں بیانم را
بہ قطعِ ماسوا مقراضِ لا گرداں زبانم را

اب اصل کتاب کے مضامین کو سلسلہ کی پابندی کے ساتھ شروع کرنے کا خیال کیا جاتا ہی۔ بعض بعض اشعار کے بعض بعض صنائع و بدائع لفظی و معنوی کو ہر شعر کے مقابل بطریق اشارات بنظر اختصار تحریر کر دیا جائے گا اور بعض ضروری خصوصیات فی الجملہ شرح لکھے جائیں گے۔ لغات و محاورات و مصطلحات خسروی کو اصل مثنوی شیریں و خسرو میں حواشی کے طور پر جا بجا بیان کر دیا گیا ہی اس جگہ صرف جستہ جستہ بعض مشکل اشعار کے معانی کو چند ابتدائی داستانوں میں ظاہر کر کے آئندہ بخیال اطناب کتاب محض خلاصہ ما فی الباب پر ہی اکتفا کرنا ضروری سمجھا گیا ہی۔ مختلف نسخوں کے اختلافات کو بھی اُسی اصل کتاب میں ظاہر کر دیا ہی جس کو بغرض طبع مکمل کیا گیا ہی۔ چوں کہ بعض ابتدائی داستانوں میں مولانا نظامی گنجوی رحمتہ اللہ علیہ کے کلام سے مقابلہ کرتے ہوئے اور بعض اساتذۂ کرام کا بھی ذکر آ گیا ہی بنائً علی ہذا مناسب ہی کہ پہلے امیر خسرو کا خلاصہ

کے مراسم ادا ہونے کے بعد خسرو شیریں کا باہم عقد ہو جاتا ہے اور وہ دونوں مغموم و مہجور عیش و عشرت کے ساتھ اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ بایں ہمہ خسرو حکما کے ساتھ بزم آرا ہے اور اُن کی حکیمانہ پند و نصایح و فلسفیانہ مسائل حکمیہ کے بیان سے ہر دم مستفید ہوتا ہے۔ آخر میں اراکین سلطنت کے اغوا سے اُس کا بیٹا شیرویہ اُس کو قتل کرا دیتا ہے اور خود تخت نشین بن جاتا ہے۔ شیریں اس ماجرائے جاں گزا سے واقف ہو کر خسرو کے بالیں پر آتی ہے اور خنجر سے اپنے آپ کو ہلاک کر کے اُس کے ساتھ ہم کنار ہو جاتی ہے۔ دونوں ایک ہی لحد میں دفن کر دیئے جاتے ہیں اور ہمیشہ کے لیئے دُنیا میں اپنا افسانہ چھوڑ جاتے ہیں۔

خسرو کا پہلا شعر نظامی کے شعر اول کا اور شعر سوم شعر چہارم کا جواب ہے مضمون حقیقتاً یکساں ہے مگر طرز بیان اور حسن زبان جداگانہ - بااین ہمہ نقل کو بذاتہ ایک مستقل جداگانہ اصل بنا دینا امیر خسرو کے خصوصیات میں سے ہے۔ شعر چہارم میں مراتب شکر کی التجا کو جس مرتبۂ کمال پر پہنچایا ہے اُس کی اہمیت کو اہل معانی جانتے ہیں کیونکہ انسان راحت و آسانی کے وقت جس طرح شکر الٰہی سے غافل ہو جاتا ہے اُس سے زیادہ دشواری و مصائب میں اُس پر غفلت طاری ہوتی ہے۔ پہلے شعر کے دوسرے مصرعہ میں اصل مضمون سے بہت ترقی کی ہے۔ مگر مولانا نظامی کا مطلع کتاب کی خصوصیت کے ساتھ ایسا لاجواب ہے کہ اکثر اساتذہ نے اُس کے مقابل طبع آزمائی کی ہے، مگر وہ فصاحت و سادگی کی ضمن میں بلاغت نما پہلو ایسا نہ پیدا کر سکے جو مولانا نظامی کے اس مطلع میں موجود ہے۔ اگر بقدر ضرورت تمام خوبیوں کو پورا کرتے ہوئے قابل لحاظ ہے تو امیر خسرو ہی کا یہ مطلع ہے جو اس مثنوی کا سرنامہ ہے۔ مولانا نظامی کے مطلع کے دوسرے مصرع میں ایک دقیق تلمیح قول مشہور ربِ ارنی حقائق الاشیاءَ کے ساتھ جو مضمر ہے اُس نے شعر کو گنجینۂ جواہرِ عرفاں بنا دیا ہے۔

امیر خسرو

(تضاد و تقابل) چو خود برداشتی اول زخاکم ... مدہ آخر بطوفانِ ہلاکم

(حسن نظم کلام) بعفوم شوے تا پاکی پذیرم ... بحجم نشیم زندہ گرداں تا نہ میرم

(معنی عجیبہ) نہ دل پژمردہ دارم نہانی ... تو بخشی مردگاں را زندگانی

گنجِ معانی بازارِ تنقیدِ سخن میں پیش کیا جائے اور بعدہٗ حضرت مولانا نظامی کے جواہر زواہرِ معنوی اپنے جلوہ جہاں افروز سے مشتاقوں کی نگاہوں کا کحل الجواہر بنیں اور سب سے آخر میں کہیں کہیں دوسرے بعض صرافانِ فن کے سرمایۂ فکر رسا کا انتخاب بھی بطریقِ مشتے نمونہ از خروارے حاضر کیا جائے - واللہ المستعان وھو المعین

عروسِ دعایہ حجلۂ حمدِ کبریا

امیر خسرو	مولانا نظامی
خداوندا دلم را چشم بکشائے	خداوندا درِ توفیق بکشائے
بمعراجِ یقینم راہ بنمائے	نظامی را رہِ توفیق بنمائے
برحمت باز کن گنجینۂ جود	دلے دہ کو یقینت را بشاید
درونم خواں بشادروانِ مقصود	زبانے کافرینت را سراید
دلے بخش از ثنائے خویش معمور	مدہ ناخوب را در خاطرم راہ
زبانے زافرینِ دیگراں دور	بدار از ناپسندم دست کوتاہ
درآسانیم شکر اندیش گرداں	درونم را بنورِ خود بیفروز
بدشواری سپاسم بیش گرداں	زبانم را ثنائے خود درآموز
امیدم را بجائے کش عماری	بداودی دلم را تازہ گرداں
کہ باشد پیشگاہِ رستگاری	زبورم را بلند آوازہ گرداں

جو دعا کی ہے وہ اکثر شعرا کے خلاف سراپا اصلی اور واقعی مناجات ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں
کہ جب میرے اس دیباچے سخن کی تصویر درجہ کمال کا شرف حاصل کرلے اس وقت
اس کو عتق النار کی مہر سے آراستہ کر دینا تاکہ وہ تیری رحمت عامہ سے میرے
لئے آتش دوزخ سے آزادی کا فرمان بن جائے۔

توحید باری عزّ اسمہ

امیر خسرو

بنام آں کہ جاں را زندگی داد
خلائق را بجاں پایندگی داد

خداوندے کہ حکمت بخش خاک ست
کمینہ بخشش او جان پاک ست

دو کون از صنع او یک گل زباغے
ز ملکش نہ فلک دودِ چراغے

رموز آموزِ عقل نکتہ پیوند
ثنا سائی دہِ عقل خرد مند

بصارت بخش چشم پیش بیناں
تمنائے درونِ شب نشیناں

مولانا نظامی

بنام آں کہ ہستی نام ازو یافت
فلک جنبش زمیں آرام ازو یافت

خدائے کافرینش در سجودش
گواہِ مطلق آمد بر وجودش

تعالی اللہ یکے بے مثل و مانند
کہ خوانندش خداوندان خداوند

فلک بر پائے دار و انجم افروز
خرد را بے میانجی حکمت آموز

مراد و مایۂ تاریک بیناں
انیس خاطرِ خلوت نشیناں

(استعارہ) برافروز ایں زیارت خانۂ خاک — بعقلِ روشن و اندیشۂ پاک

(تجنیس) بخوابِ غفلتم مگزار زیں بیش — مرا خود خواب دیگر ہست در پیش

(سجع) خیالے راکہ می بندم دریں درج — بغفلت زندگانی می کنم خرج

(تجنیس) زبہر گرمیِ ہنگامۂ خویش — سوادے می کنم در نامۂ خویش

(تجنیس) چو گردد نقش ایں دیبا مکمل — بعتق النار کن آں را مسجل

مولانا نظامی

عروسے راکہ پروردم بجانش — مبارک روے گرداں در جہانش

سوادش دیدہ را پُر نور دارد — دماغش مغز را معمور دارد

معانی را بدو دہ سربلندی — سعادت را بدو کن نقشبندی

بیان کی سلاست اور زبان کی فصاحت صنائع و بدائع لفظی و معنوی کے علاوہ امیر خسرو کی ہر شعر سے ظاہر ہے۔ بالخصوص شعر دوم و سوم میں مناجات و التجا کے ساتھ اثبات دعوے پر جس طرز خاص سے استدلال کیا ہے اُس سے آپ کے علم کلام کی پر زور قوت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ کالبد عنصری کو زیارت خانۂ خاک قرار دے کر عقلِ روشن اور اندیشۂ پاک سے اُس کے منور کرنے کی درخواست کس درجہ لطیف استعارہ کے ساتھ قابل قدر تمنا ہے۔

امیر خسرو نے اپنی فطرتی جدّت اور قدرتی ذہانت سے اپنی اس مثنوی میں اس موقع پر اپنے کلام کے متعلق مناجات کے ضمن میں جن الفاظ سے اور

خرد در پیش ہشیار برخاست | چو او دیدش نمیداند چپ و راست
نہ بخشندہ خبر داند ز دادن | نہ آنکس کو ستاند از ستادن
چناں کرد آفرینش را بآغاز | کہ پے بردن نداند کس بداں راز
چنانش در نوردد در سرانجام | کہ نتواند زدن فکرت دراں گام
ز ہر شمعے کہ جوئے روشنائی | بوحدانیتش یابی گوائی

افعال الٰہیہ و صنائع نامتناہیہ صانع حقیقی کو اس خوبی سے متواتر و مسلسل بیان فرمایا ہے کہ ہر مضمون بجائے خود ثبوت و حدانیت پر ایک کامل دلیل ہو سکتا ہے۔ امیر خسرو کے شعر چہارم کے دوسرے مصرع میں جو در اصل مولانا نظامی کے دوسرے شعر کا جواب ہے ایسا بلیغ استعارہ ہے کہ اہل معنی ہی اُس کا پورا لطف اُٹھا سکتے ہیں۔ کیونکہ حربا ہمیشہ آفتاب کے مقابل نظرباز رہتا ہے اور اسی وجہ سے اُس کو آفتاب پرست کہتے ہیں اور خفّاش اُس کے خلاف سورج کے سامنے کور چشم بگر مہر عالمتاب ذات کے پرتو نے مقربان انوار ذات و محرمان اسرار صفات کو بھی بے بصروں کی طرح خیرہ چشم و تیرہ نظر بنا دیا ہے اور (خَرَّ مُوسیٰ صَعِقًا) اُس پر استدلالی شہادت ہے۔

امیر خسرو

(عظمت باقیت) کسے کو آدمی را کرد بنیاد | کجا گنجد بوہم آدمی زاد
(عیلمان آن استدلال) رقم کو باز نشناسد قلم را | چہ داند باز نقاش رقم را

(تجنیس ناقص) جواہر بند ناہید از ثریا — غم و شادی نگار و بیم و امید

بہ چراغ افروز ذرہ در قعر دریا — شب و روز آفرین و ماہ و خورشید

وحدت باری کا اثبات جو دراصل علم کلام کا ایک خاص مسئلہ ہے۔ امیر خسرو کے کلام سے ضمناً اور مولانا نظامی کے اشعار سے پرجوش استدلالات کے ساتھ صراحتاً ظاہر ہے۔ مثلاً تخلیق روح اور روح سے استقامت ما سوا۔ خاک کی حکمت آموزی ہر دو عالم و نہ افلاک کا ظہور پیش بینوں پر بصارت چشم کی بخشش وغیرہ یہ تمام اشیاء وحدت ذات کے دلائل ہیں اگر بغور دیکھا جائے، بالخصوص امیر خسرو کا شعر نہم مولانا نظامی کے پانچویں شعر کا پسندیدہ جواب ہے۔

امیر خسرو

([illegible]) بعنوان عنایت کردہ تحریر — حساب کائنات از کلک تقدیر

([illegible]) سپردہ در جہان بے نیازی — ارادت را عنان سرفرازی

([illegible]) اگر تقدیر او مرگ ست وگر زیست — ہم او داند کہ حکمت اندر و چیست

([illegible]) نہ دانا زو خبر دارد نہ اوباش — کہ حربا نیز کور آمد چو خفاش

([illegible]) تو شوخی بیں کہ ادراک اندریں راہ — بجا سوئی کشادہ چشم کوتاہ

(تجنیس) ز غیرت لطمۂ خوردہ خطرناک — کنوں تاریک گشتہ چشم ادراک

مولانا نظامی

بجست و جوی او بر بام افلاک — دریدہ وہم را نعلین ادراک

کامل استدلال، تمام خوبیاں موجود ہیں۔ اُس پر ایک کامل الفن موشگاف مصور کا مرقع پیشِ نظر مگر ممکن نہیں کہ اپنے نقش و نگار کا رنگ جداگانہ نہ ہو۔ اہلِ نظر کو غور کے ساتھ یاد رہے کہ خسرو علیہ الرحمۃ نے کس درجہ قدرتِ بیان کو ملحوظ رکھا ہے کہ کسی جگہ تقلید و نقل کا دھوکہ نہیں ہوتا اور کس قدر ادبیت کا لحاظ ہے کہ کہیں نظم مثنوی کا پایہ نیچا نظر نہیں آتا۔ اگرچہ مولانا نظامی اس معرکۂ سخن میں بہیئت مجموعی بہت زیادہ پیش قدمی کر رہے ہیں اور خاص طور آپ کا دوسرا شعر لاجواب ہے۔ لیکن باایں ہمہ امیر خسرو کے شعر سوم کا آخر مصرع اور شعر ششم استعارہ کی خوبی اور اظہارِ شکر کی جامعیت کے اعتبار سے قابلِ قدر ہے اور آخر اشعار میں ضروریاتِ شریعت کو علمِ کلام کے اصول پر متکلمانہ حیثیت سے جس طرح ثابت کیا ہے اور بندگی و خواجگی کے حسن صفاتِ متضاد کو زمان و مکان کی وحدت کے ساتھ جس بے مثل طرز پر ایک ہی آئینۂ مظہرِ ذات میں ایک خاص پر لطف پہلو سے تجلی بنایا ہے وہ آپ کا حصہ ہے۔

مناجات بحضرت قاضی الحاجات قسمتِ نعمائے بے غایات

امیر خسرو

(علم کلام ذاتی شمار و تمامنشا) خدایا چوں بہ منشور الٰہی | رقم کردی سپیدی و سیاہی

(واہبات منظر صنائع شمار و لالہ) ز بارانِ عنایت گل سرشتی | براتِ مردمی بر روئے بہشتی

(جود و عطا) مثالِ ہستیِ ما ہم ز اول | بہ توقیعِ کرم کردی مسجّل

(تلمیح) نہ در ما گنجد اسرارِ الٰہی | نہ دریا گنجد اندر گوشِ ماہی
(تجنیس تام) خرد از بود او کے گردد آگاہ | کجا نابود را در بودِ او راہ
(تضاد و تقابل) نہ آں بودست کو نابودہ گردد | نہ مصنوع ست کو فرسودہ گردد
بشکرش ہر کلوخ از زبانیست | وزاں ہر ذرّہ تسبیح خوانیست
چو داد از جانور زیور زمی را | طرازِ معرفت بست آدمی را
زباں را بابقا زاں گونہ حد بست | کہ دامانش بدامانِ ابد بست
جہاں را تا نیارد فتنہ در زیر | بہ بازوئے شریعت داد شمشیر
ہدایت را طریق از اصل تا فرع | حوالت کرد با دروازۂ شرع
چو ہر بندگی بخشید ہر چیز | کرامت کرد شغلِ خواجگی نیز
چو شکرِ بندگی گفتن نیارم | سپاسِ خواجگی را چوں گزارم

مولانا نظامی

فگند از ہیأتِ نہ حرفِ افلاک | رقومِ ہندسی بر تختۂ خاک
جہت را شش گریباں در سر افگند | زمیں را چار گوہر در بر افگند
نبات روح را آب از جگر داد | چراغِ دیدہ را بینا زبصر داد
خرد بخشید تا او را شناسم | بصارت داد تا از وے ہراسم
گہ از خاکے چو گل گنجے برآورد | گہ از آبے چو ما نقشے برآورد

زورِ کلام، جدتِ استعارات، بیان کی سلاست، ہر دعوے کے اثبات پر

مدنظر رکھتے ہوئے مولانا نظامی کے ہم پہلو رہنے کی کوشش میں کامیاب ہیں مگر وہ گل سرسبز چمن فصاحت جس جگہ اپنی بیساختہ بہار آرائی کے رنگ و بو کے اظہار پر مجبور ہو جاتے ہیں، نگاہوں کے دامن اور دماغوں کے پردے دامنِ گلچیں سے زیادہ رنگین و معطر نظر آتے ہیں۔

نعت سید الانبیا خاتم الرسل علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام

امیر خسرو

(علم کلام و علم الٰہی و علم معنی و بیان و علم تفسیر و حدیث کا آئینہ)

اثبات اولیت حضور	محمد کاصل ہستی شد وجودش	جہاں گردی نم شادروانِ جودش	اشتقاق
اثبات ہدایت حضور	چراغِ روشن از نورِ خدائی	جہاں آزادہ از ظلمت ربائی	تقابل
اثبات نبوت عامہ	دلِ خصمان گواہ بر صدقِ ذاتش	گواہی دادہ سنگ از معجزاتش	تلمیحات متواترہ
اثبات مسیحائی اسلام	دم خُلقش کہ جاں دادہ عرب را	فرو کشتہ چراغِ بولہب را	تناسب تقابل
اثبات بکر نوازی	شدہ بر عنکبوتے سوئے غارے	مگس گیرے شدہ عنقا شکارے	مراعات النظیر
اثبات مسیحائی معجز	دو قرباں یافتہ زو زندگانی	دو زندہ گشتہ از وے جاودانی	تقابل و تضاد
اثبات شہادت امام اسلام	نجیب کون و ذبیحش را ابوادی	خضر ثانی و دو فرزند حاوی	ایہام حسنوی
معجزات مشہورہ	گہش آہو سخن گو وگہے شیر	گہش حجت زبان وگاہ شمشیر	اشتقاق و تقابل
ختم نبوت و مختاری کل	طرازِ خاتمت نقشِ نگینش	کلیدِ نہ فلک در آستینش	ایہام و تناسب

مراعات النظیر اکرام و انعام — ز گنجِ بخششم ہر چیز دادی — کلیدِ گنجِ ایماں نیز دادی

مشکلات سوالات — تو با چنداں کرمہائے نواساز — ز مفلس کے ستانی دادہ را باز

دعا و التجا — چراغم را چو خود بخشیدہ نور — مکن بخشیدۂ خود را ز من دور

طلب مقام رضا — بہر فعلم کہ گردانی سزاوار — رضائے خویش کن با فعلِ من یار

مولانا نظامی

خدایا چوں گلِ ما را سرشتی — وثیقت نامۂ ما را نوشتی

توئی کاول ز خاکم آفریدی — بہ فضلم ز آفرینش بر گزیدی

تو با چندیں عنایتہا کہ داری — ضعیفاں را کجا ضائع گذاری

چو روز افروختی جانم برافروز — چو نعمت دادیم شکرم در آموز

ز فضلِ خویش لطفے کن مرا یار — بہ فعلِ من مکن با جانِ من کار

بدیں امیدہائے شاخ در شاخ — کرمہائے تو ما را کرد گستاخ

مناجات عنوان کتاب اور اس التجا و درخواست میں فرق یہ ہے کہ وہ خالص مقام عبدیت ہے کہ گدائی و بینوائی کا اظہار ہو اور اصل مدعا سے سروکار۔ اور یہاں خلعت انسانی کے عطیات عظیمہ کے افتخار کے ساتھ منعم حقیقی کے نعما و آلا کا بطور مشتے نمونہ از خروارے شمار کر کے اُس کو اپنی طرف متوجہ کرنا ہے اور یہ پورا ترانہ بھی نتیجہ پر نظر کرتے ہوئے حقیقتاً اُسی وحدت کے نغمۂ حقیقی کا ایک پردہ ہے آدابِ نظم کی تکمیل کی ضرورت قابلِ اظہار نہیں۔ امیر خسرو ہمیشہ آزادی کا پہلو

دونوں شعر ہر دو اصحاب کے نفس مضمون و سلاست بیان کے اعتبار سے ہم پہلو سمجھے جاتے ہیں مگر امیر خسرو کے آئندہ اکثر اشعار ایہامات پسندیدہ اور دقائق معانی نو بنو و اختراعات استعارات و تشبیہات جدیدہ کے اعتبار سے مضمون نعت میں اس جگہ مولانا نظامی کے علاوہ اکثر شعراے متقدمین و متاخرین کے منتخب کلام پر افضلیت و فوقیت کے شرف کے ساتھ ممتاز ہیں۔ چنانچہ آپ چوتھے شعر میں فرماتے ہیں کہ حضور حبیب اکرم کے اخلاق کریمہ کے اسی دم عیسوی نے جس سے تمام عرب کے مردہ دل زندۂ جاوید ہوگئے تھے، بولہب کے چراغ کفر کو ایک دم میں بجھا دیا اور مسیحائی سے بڑھکر اپنے لب جاں بخش کو صفات متضادہ کا مظہر بنا دیا جو فی حد ذاتہ ایک جداگانہ اعظم المعجزات ہے (سبحان الملک القدوس) اس کے علاوہ بولہب کے چراغ کو دم خلق سے کشتہ کرنے میں جو ایہام لطیف و استعارۂ بلیغ ہے اُس کا پورا لطف چراغ کے مقابل لفظ لہب اور دم کے معنی پر غور کرنے سے اہل معنی حاصل کر سکتے ہیں۔ اگرچہ علامہ ہروی نے بھی تقلیداً اس مضمون کو خاص طرز پر لکھا ہے لیکن پھر بھی اُس کا پہلا مصرع کسی قدر بے لطف پایا جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے

دم ظلمت زدہ بوجہل را سر

چراغ بولہب را کشتہ صرصر

بعدہٗ شعر پنجم میں امیر خسرو نے عنکبوت کے مضمون تار و پود کو جس آب و تاب کے ساتھ اہل نظر کے پردۂ چشم کے لئے عینک نور بنا دیا ہے وہ آپ کا حصہ ہے

شانِ شکوہ بجز۔ شکوہِ آفتاب از پایۂ او بجز وے ہر کہ باشد سایۂ او تقابل

بے سائگی حضورجانؐ ہمیں او را نگویم سایہ یار ست دگر ہر کس کہ بینی سایۂ ارست تناسب

اتحاد ذاتی بواحد مطلق بداں سان گشتہ در وحدت یگانہ کہ نا گنجید خود ہم در میانہ رعایت النظیر

مولانا نظامی

محمد کافرینش ہست خاکش ہزاراں آفریں برجانِ پاکش

چراغ افروزِ چشمِ اہلِ بینش طرازِ کارگاہِ آفرینش

ریاحین بخشِ باغِ صبحگاہی کلیدِ مخزنِ گنجِ الٰہی

جواں مرد و رحیم و تند چوں شیر زبانش گہ کلید و گاہ شمشیر

یتیماں را نوازش از نسیمش ازینجا نام شد دُرِ یتیمش

مولانا جامی

محمد کش قلم چوں نامور ساخت ز میمش حلقۂ طوق و کمر ساخت

خطِ لوحِ عدم زاں حرف حک شد ازاں سر حلقۂ فلک و ملک شد

تواند شد ز سرِ حاش آگاہ خرد با جملہ دانش حاشا للہ

دریں دیرینہ مسند بے دست وشو شمن وضۂ از ہشت گلشن

چو پا آراست از خلخال دالش سرِ دیں پروراں شد پائمالش

چہ نام ست ایں کہ در دیوانِ ہستی برو نگرفت نامے پیش دستی

امیر خسرو کا پہلا شعر بلیغ اور مولانا نظامی کا شعر اول فصیح ہے اور آیندہ کے

اور کاتبوں کی تحریف و تصحیف سے غالباً شعر کی صورت تبدیل ہو گئی ہے۔ مگر تاہم بدقت تمام جس نسخہ کو اس جگہ اختیار کیا گیا ہے وہ من وجہ کچھ معنی رکھتا ہے کہ حضور اقدس حدیث صحیح کے موافق تمام عالم میں شریف و نجیب اور برگزیدۂ موجوداتِ جہاں ہیں اور جمیع دیار و امصار اور وادی و کہسار میں حضرت خضر آپ کے دین پاک کے ثنا گو اور نغمہ سرا اور خود آپ کے دونوں فرزند حسنین علیہما السلام جو محض بغرض اشاعت اسلام خالصاً لوجہ اللہ میدان رضا و تسلیم میں شربت شہادت سے سیراب ہو کر شہرت مذہب حقہ کے باعث ہوئے یا حضرت جابر بن عبداللہ کے وہ دونوں کشتہ فرزند جن کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بروایت ضعیفہ مشہورہ اپنے لب جان بخش کی ادنیٰ جنبش سے زندہ فرمایا تھا اُسی دین حنیفی کے حدی خواں اور زمزمہ سنج ہیں۔ اس نسخہ کی صحت پر امیر خسرو کی روش کے موافق لفظ نجیب کا دقیق ایہام جس کے معنی لغت عرب میں ناقۂ شریفۃ النسب کے ہیں بمقابل حدی خوانی قوی استدلال ہے اور ثانی کا لفظ اگرچہ عرف عام میں ثنا گو و نغمہ سرا کے معنی میں مستعمل نہیں ہے لیکن اگر اُس کو ثنا مثناۃ مصادر سے جن کے معنی ستائش و نغمہ کے ہیں، مشتق سمجھا جائے تو لغتاً کوئی استحالہ لازم نہیں آتا اور ایک دوسرا ایہام پیدا ہو جاتا ہے (فافہم)۔

امیر خسرو کے شعر ہشتم کا مصرع آخر مولانا نظامی کے شعر چہارم کے دوسرے مصرع کا پورا خاکہ ہے۔ مگر پہلے مصرع نے کچھ لطف بڑھا دیا ہے۔ آخر اشعار میں

آپ فرماتے ہیں کہ حضور بے کس نواز اپنی رحمتِ عامہ سے جس وقت غارِ حرا میں
ایک اذلِ حشراتِ عنکبوت کے فرقِ افتخار پر سایہ گستر ہوئے، حضرت سلیمان سے
بدرجہا افضل و اعلیٰ طور پر آپ کے کرم عمیم نے اس ادنیٰ حیوان مگس گیر کو عنقا شکار
ہونے کی عزت سے سرفراز بنا کر اس درجہ کے مرتبۂ مسیحائی پر پہنچا دیا کہ خود حضور اقدس
اور آپ کے یارِ غار ابو بکر صدیق نے جو دراصل رضائے الٰہی کے میدان کے شہید
اور تسلیم کے قربان گاہ کے قربان تھے اسی عنکبوت کی حکمت مسیحائی کی وجہ سے جو حقیقتاً
اسرار حکمِ بالغۂ الٰہیہ کا پردہ تھا از سرِ نو حیاتِ تازہ پا کر زندۂ جاوید ہونے کا خلعتِ
فاخرہ حاصل کیا اور یہ مضمون آیندہ اور بعض مضامین کی طرح خصوصیت کے ساتھ
جدتِ خسروی کے اعجازِ سخن کا ایک پاکیزہ نتیجہ ہے مگر بعض وجوہ پر نظر کرتے ہوئے
ممکن ہے کہ دو قربان سے مراد حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ اور حضرت عبد المطلب ہوں
جو بغرض قربانی پیش کئے گئے تھے اور جن کی نسبت بروایت صحیحہ حضور اقدس کا
ارشاد ہے (انا ابن الذبیحین) ایسی حالت میں از و کا مرجع خود ذاتِ اقدس کو
قرار دیا جائے گا کہ آپ ہی کی برکت عامہ و رحمت خاصہ سے آپ کی اجداد میں سے
حضرات مذکور الصدر کو حیاتِ جاودانی کا شرف حاصل ہوا اور گویا دوبارہ زندگی
پائی۔ شعر ہفتم۔ عجیب کون الخ جس کے الفاظ مختلف نسخہائے حیدر آباد و
حبیب و جہاں گیری میں صور مختلفہ و اشکال متنوعہ کے ساتھ جلوہ آرا ہیں اور
ان کو اصل کتاب میں بصراحت ظاہر کر دیا گیا ہے دراصل معنی خیز نہیں معلوم ہوتے

جو بیان کئے ہیں وہ بجائے خود نہایت پسندیدہ ہیں۔ مگر امیر خسرو نے دوسرے موقع پر جو ایک شعر لکھا ہے اُس کو ہم اس کے مقابل اس غرض سے پیش کرتے ہیں کہ معلوم ہو کہ اس سلسلہ میں بھی آپ کی جدت طرازی قابل تعریف ہے ؎

نہ فلک از نام محمد مقیم	ہر دو جہاں در حدِ نامش دو میم

امیر خسرو

(اثبات فنا فی الذات)	در احمد از احد کامل جمالیست	چو احمد بے احد شد صفر خالیست	علم کلام و اخفی تغیر
(اثبات تجلی ذات)	بنام احمد اندر سجدہ نہ بام	نگر خم سجدہ است اندراں نام	تحقیق
(مداحی ملائکہ)	ملائک خواندہ شمعِ آسمانش	دخان و نور روشن از زبانش	ایہام لطیف
تجلیات صفاتیہ	نوشتہ از دخاں پرنور منشور	دخانش نور بل نورٌ علیٰ نور	تلمیح
مظاہر تجلیات خاصہ	کہ امی ناخنش در مہر بنانے	کہ از نون والقلم نہد نشانے	تلمیح
زور ید اللٰہی	بنانش خرمنِ مہ کردہ جو جو	ز میم معجزش نیمہ مہِ نو	اشتقاق
تلمیحات	ز حکمت نامۂ اوحیٰ کلامش	باعلیٰ پایۂ ادنیٰ مقامش	مقابل لطیف

ہمارے پہلے دعوے کے موافق امیر خسرو نے اس جگہ بلاغت کی خصوصیت کے ساتھ مضمون آفرینی کے اوج کمال پر اپنے آپ کو مہر عالم تاب بناکر چمکا دیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ اُس آئینۂ مظہر اتم ذات نے اپنے تعین صوری کو جو برائے نام پردہ حقیقت تھا، بحر وحدت میں مستغرق ہوکر ایسا یگانہ بنایا اور نشان دوئی اس درجہ مٹایا کہ خود اپنی ہستی ذاتی کے شمار کی بھی گنجائش نہ رہی اور اُس پر برہان قطعی

بے سایگی کے مضمون کو اگرچہ پسندیدہ طور پر بیان کیا ہے لیکن اس بارہ میں زیادہ تر قابل قدر ظہوری ترشیزی کی موشگافی ہے جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

ظہوری

سبک پئی چنان در طلب قطرہ ریخت ۔۔۔ کہ سایہ ز فرط گرانی گریخت

چو بر توسن وحدتش ہے زدند ۔۔۔ ز ہمراہیش سایہ را پے زدند

کجا دید کس سایۂ آفتاب ۔۔۔ کجا ورد ظلمت کجا نور تاب

ازان شمع قدش نینداخت ظل ۔۔۔ کہ خورشید تابان نگردد خجل

از و گر شدے سایہ تشریف یاب ۔۔۔ شدے ابرہ او آستر آفتاب

بکوشش شد از سایۂ خود جدا ۔۔۔ جدائی چنیں باید از ما سوا

ظہوری کے چند اشعار نقل کرنے کے بعد اس امر پر غور کرنے کی طرف توجہ دلانے کی ضرورت ہے کہ ظہوری نے آخر شعر میں اپنے کمال قدرت سخن طرازی سے اگرچہ مضمون اتحاد ذاتی کو جس خوبی سے ہمیشی کے اوج کمال پر پہونچا دیا ہے وہ اہل نظر پر ظاہر ہے۔ مگر امیر خسرو کا شعر آخر جس کی واقعی خوبی کو آیندہ شعر کے ساتھ بیان کیا جائے گا گویا آسمان توحید و اوج وحدت کا ایسا آفتاب نصف النہار ہے کہ جس نے بہت سے چمکتے ہوئے نجوم کو ذروں سے زیادہ بیتاب بنا دیا ہے اور اس سے امیر خسرو کے علم کلام کی قابلیت ظاہر ہوتی ہے۔

مولانا جامی نے اس موقع پر لفظ محمدؐ کے حروف مفردہ کے اسرار و نکات

زلالی

زمیم ست آنکہ احمدؐ را کمر بست ۔۔۔ فگندہ درمیانِ او احد دست
کہ سوئے خلوتِ خاصش کشانند ۔۔۔ بہ معشوقی براورنگش نشانند

اس کے بعد کے شعر میں علم کلام کا دوسرا پہلو اختیار کیا ہے کہ دلیل قطعی کے ساتھ جب احمدؐ کا پردۂ احد ہونا ثابت ہو گیا تو یہی وجہ ہے کہ نہ افلاک اور تمام عالم احمدؐ کے نام پر سجدہ کر رہے ہیں اور اس کا ثبوت وہی حکم سجدہ آدم علیہ السلام جس کی موافقی حکمت عظمت نور (اول ما خلق اللہ نوری) تھی یا شب اسریٰ امامت و حصول قرب احدیت ہے اور وہ کیوں کر سجدۂ تعظیم نہ کریں۔ آپ کے اسم شریف (احمدؐ) میں حکمت ازلی حکیم احد مطلق کے موافق سورۂ حٰم سجدہ کے انوار اسرار (حا و میم) کے اتصال سے جلوہ آرا ہیں اور وہ ایک خاص سورۂ قرآنی ہے جس کا آیۂ سجدۂ واجب موجود ہے جس کا تفصیلی ذکر اصل کتاب کے تحت میں کیا گیا ہے۔ اس جگہ یہ امر قابل غور ہے کہ ایسی دقیق مسئلہ اتحاد ذاتی کو کس خوبی سے ثابت کیا ہے۔ علیٰ ہذا شعر سوم و چہارم میں آپ کو ملائکہ کی زبان سے شمع آسمانی قرار دے کر بیان کیا جاتا ہے کہ آپ ایسے شمع افلاک حسن و جمال الٰہی ہیں کہ اس شمع کی زبان اپنے رخ انور و گیسوئے منور کی تجلیات صفاتیہ سے سورۂ دخان و سورۂ نور کے انوار ظاہر کر رہی ہے اور حضور اقدس کے زلف مشکیں کا نور جو سراسر سورۂ دخان کا ظہور ہے، آپ کے روئے روشن کی سورۂ نور

یہ ہے کہ اگر احد کو احمدؐ سے جدا کر لیا جائے تو صرف نقطۂ سرِ میم کے سوا جو حقیقتاً ایک خالی صفر اور نفی کی علامت ہے اور کچھ باقی نہیں رہتا اور بحالت موجودہ ترکیب صوری بھی احمدؐ سراپا تجلی عین احد ہے جس کا فرضی پردہ مرسوم صورت کے دیدۂ ظاہر بیں کے لئے وہی نقطۂ میم کے سوا جو خالی صفر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا اور کچھ نہیں ہے۔ وللّٰہ درّ قائلہٗ۔

علم معنی و بیان و فن صنائع و بدائع کی تکمیل کو مد نظر رکھتے ہوئے متکلمانہ حیثیت سے کسی مسئلہ اہم تصوف کو سلسلۂ سخن میں اس طرح ثابت کر دینا کہ ہر صحیح الفکر شخص اس کو تسلیم کرے اور طرز ادا بھی لاجواب ہو، امیر خسرو کے خصوصیاتِ خاصہ سے ہے۔ احد اور احمدؐ کے اس اتصال حقیقی کے پیچیدہ معمے کے عقدۂ مالاینحل کو جس قدر موشگافوں نے اپنے ناخن فکر سے باوقاتِ مختلفہ حل کیا ہے اس سے بہتر کوئی مثال ہم نہیں پہنچتی۔ چنانچہ اس دعوے کے ثبوت پر چند منتخب مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

مولانا نظامی

تختۂ اوّل کہ الف نقش بست ۔۔۔ بر درِ محجوبۂ احمدؐ نشست

حلقۂ حا را کالف اقلیم داد ۔۔۔ طول زدال و کمر از میم داد

لاجرم او یافت از ان میم و دال ۔۔۔ دائرۂ دولت و خطِ کمال

فوق ہے۔

نظامی

بمعنی کیمیائے خاکِ آدم	بصورت توتیائے چشمِ عالم
ایازِ خاص واز خاصاں گزیدہ	زمسعودی بمحمودی رسیدہ
سریرِ عرش را نعلین او تاج	امینِ وحی و صاحب سرِّ معراج
برنج ور احتش درکوہ و غارے	حرم غارے و محرم سو سمارے
گہے دنداں بدستِ سنگ دادہ	گہے لب بر سرِ سنگے نہادہ
لب و دندانش زان در سنگ زد چنگ	کہ دارد لعل و گوہر جائے در سنگ

وصف معراج شہسوار میدان دنی فتدلیٰ

امیر خسرو	مولانا نظامی
شبے تنگ آمدہ زیں حجرۂ تنگ	شبے رخ تافتہ زیں دیر فانی
زپستی سوئے بالا کردہ آہنگ	بخلوت در سرائے اُمّ ہانی
رسیدہ پیکِ حضرت از رہِ دور	رسیدہ جبرئیل از بیت معمور
براقے غیب سنج آوردہ از نور	براقے برق سیر آوردہ از نور
ہمائے جلوہ در رہ باغ کردہ	ز رنگ آمیزیِ ریحانِ ایں باغ
بہ نرگس سرمۂ مازاغ کردہ	نہادہ چشمِ خود را مُہرِ مازاغ

[illegible]

پر متجلی ہو کر گویا نورٌ علیٰ نور کا مظہر اتم بن گیا ہے

پانچویں اور چھٹے شعر میں ایک اور عجیب و غریب بلیغ استعارہ اور دقیق ایہام سے شاہد نظم کے عارضِ تاباں پر اور چار چاند لگا دیئے ہیں کہ آپ کے انگشت مبارک کے ناخن کا ایسا کون سا بدر یا ہلال ہے کہ جس سے سورۂ ن والقلم کی درخشاں تفسیر کے عالمتاب انوار چمکتے نظر نہیں آتے گو دیدہ ہائے مردم خیرہ ہوں کیونکہ اگر پشت ناخن کے ضیائے بدر کو اظہار تجلی جمال (ن) میں ید بیضائے کمال حاصل ہے تو آپ کا تراشۂ ناخن جو اوج حقیقت کا ہلال ہے والقلم کے جلوۂ جہان آرا کا مشرقستان جلال بن رہا ہے۔ اس کے علاوہ قلم کے ایہام پر لطف نے جس کے خود معنی تراشہ قلم کے ہیں اور خرمن مہ اور جو جو کے دوسری صورت کے پاکیزہ ایہام اور تناسب کے دل فریب انداز نے کلام کی حسنِ بلاغت کو چہار چند کر دیا ہے۔

اب ہم اس جگہ مولانا نظامی کے اور چند اشعار اس غرض سے پیش کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارے دعوئے تفضیل خسروی کی تائید ہو اور یہ غرض نہیں ہے کہ کلیتاً مولانا نظامی کا نعتیہ کلام پایۂ فصاحت و بلاغت یا مرتبہ شاعری سے گرا ہوا ہے بلکہ ہر شعر کی فصاحت اور بیان کی سلاست پسندیدہ ایہامات کی لطافت مضامین کی آمد، قابل تعریف ہے۔ صرف مضمون آفرینی کی جدت اور معانی کی شوخی اور بلاغت کے اختراعات کے اعتبار سے امیر خسرو کی نظم کو اس موقع پر ضرور

نرالی۔ بندش کی چستی بے مثل۔ مثلاً کہنا یہ تھا کہ براق ایسا اسپ تیز رفتار تھا کہ کسی سوار نے اُس پر سواری نہ کی تھی اُس کو جس ترکیب سے بیان کیا ہی اُس کا جواب نہیں ہو سکتا۔ الفاظ کی خسروانہ شان و شکوہ جملوں کا شاہانہ جاہ و جلال دلوں کے ہلا دینے میں جذب مقناطیسی کا اثر رکھتے ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

دوال چابکاں ناسودہ دوشش   صفیر رائضاں نشنودہ گوشش

مولانا نظامی کا جو شعر اس کے مقابل ہی وہ اپنے حسن سلاست کے ساتھ اس قدر پر زور نہیں ہی۔ براق کی تیز روی و سرعت پر متقدمین نے اگرچہ مختلف طور پر طبع آزمائیاں کی ہیں اور بالخصوص مولانا نظامی و امیر خسرو نے اکثر مقامات پر اس کے متعلق موشگافی کو درجہ اعلیٰ پر پہنچا دیا ہی۔ لیکن متاخرین میں مرزا غالب نے براق کی صفت کو جس خوبی و نازک خیالی کے ساتھ بلاغت و فصاحت کے پہلو کو مد نظر رکھتے ہوئے عروج کمال پر پہنچایا ہی وہ بے عدیل و بے نظیر ہی۔ اگرچہ امیر خسرو نے مثنوی دولرانی و خضر خاں میں اُس کا خاکہ قائم کر دیا ہی۔

غالب

براقے ز مقراض لا تیز تر   جمالے ز الّا دلاویز تر

لیکن مولانا نظامی نے اس موقع پر بھی جس قدر مضمون آفرینی کی ہی وہ نقش اول ہونے کے اعتبار سے بہت زیادہ قابل تعریف ہی۔

[illegible]

نہ اختر لیک اختر پاک جاں تر   نہ ابر از ابرِ نیساں در فشاں تر

نہ گردوں لیک از گردوں رواں تر   نہ باد از بادِ بستاں خوش عناں تر

[illegible]

و والِ چابکاں نا سودہ دوشش   نگاریں صورتے چوں صورتِ باغ

صفیرِ رائضاں نشنودہ گوشش   سرش یکہ از لجام و رانش از داغ

[illegible]

زمیں تا آسمانش نیم گامے   براں پر زندگی طاؤسِ اخضر

ز گامش سیرِ گردوں نیم دامے   فگندہ از سرِ نقش ہم بال و ہم پر

موجودہ اشعار جس ترتیب سے مقابلتاً سلسلہ وار مذکور ہیں اُن پر نظر کرنے سے باہمی فرق ظاہر ہو سکتا ہے کہ خسرو کے کلام میں جدّت و اختراع اور نظامی کے اشعار میں سلاست و فصاحت کس درجہ پائے جاتے ہیں۔ دوسرا شعر نظامی کا نہایت صاف اور شستہ الفاظ کے ساتھ ایک بولتی ہوئی زبان کی تصویر ہے۔ اگرچہ خسرو نے نقشِ ثانی کی رنگینی میں بہت کوشش کی ہے۔ علیٰ ہذا شعر سوم خسرو بظاہر جدّت اسلوب کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اگر اُس کو براق کی مدح قرار دی جائے تو ایک تازہ خیال ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ اُس کے آنکھوں پر محویت جمال انور کی وجہ سے مازاغ کی مہر فرض کی جائے تاکہ آدابِ نعت نبوی کا دامن کسی حالت میں ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ بالجملہ فضائے معراج میں طائر فکر نظامی کی بلند پروازی قابل تسلیم ہے گو امیر خسرو پہلو بہ پہلو رہنے کی کوشش میں ہر دم بال افشاں ہیں لیکن با ایں ہمہ امیر خسرو کی ہر شعر میں استعارہ کا پہلو جداگانہ تشبیہ کی جدّت

سلاست بیان، طلاقت لسان، حسن معانی، روانی و درفشانی وغیرہ وغیرہ نظم کی تمام خوبیاں ادھر کلام خسرو میں موجود ہیں۔ اُدھر نظامی کی نظم کی بلندی۔ الفاظ و معانی کے باہم روابط۔ بندش کی جیاختگی، مضامین نو کی آمد، فصاحت کی صباحت اہل نظر کو آئینۂ حیرت بنا رہے ہیں۔ نظامی نے بعض ثوابت و سیاروں کے ساتھ اکثر بروج کا ذکر جس طرح پسندیدہ طور پر کیا تھا خسرو نے اپنی خدا داد جدت اور فطری ذہانت سے اُس کے مقابل ترتیب کے سلسلہ کو مدنظر رکھتے ہوئے کل سبعہ سیارے کے پُر لطف نظارہ کو ایسی خوبی سے دکھایا ہی کہ ارباب نظر حیران ہو جاتے ہیں اُس پر اکثر اشعار میں ایسے استعارات عجیبہ و ایہامات غریبہ ہیں کہ جن کے تجلیات کے پرتو سے دیکھنے والوں کی آنکھیں تلملا جاتی ہیں آیندہ منازل افلاک کے طے کرنے کے بعد سیر عرش کا ذکر کرنا مقصود ہی جس کو نظامی نے نہایت فصاحت کے ساتھ اس طرح بیان کیا ہی۔

نظامی

چو نبوشت آسمان را فرش بر فرش باستقبالش آمد تارکِ عرش

مگر اس کے مقابل خسرو کی جدت طبع قابل دید ہی۔

خسرو

کشادہ بند نعلینِ فلک مال ازو در ساقِ عرش افگندہ خلخال

(سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ) بلاغت کی وہ آب و تاب ہی کہ برگ گل

امیر خسرو

نخست از بیت اقصیٰ در گشوده
باقصیٰ قبلۂ دیگر نموده
چو در محراب اقصیٰ ریخته نور
جنیبت رانده سوئے بیت معمور
لبش کرده بچندیں رشتۂ دُر
گریبانِ مه و جیبِ فلک پُر
ز شادی زہره بربط گیر گشته
عطارد چشم بر راتیر گشته
چو دیده پرتو آں نورِ جاوید
بخواہش بر زمیں غلطید خورشید
سیاست در کفِ بہرام داده
سعادت مشتری را وام داده
براقش چوں بکیواں در رسیده
ز نعلش گوش چوں ہندو بریده
ثوابت راه او از دیده روباں
دویده در رکابش پائے کوباں

مولانا نظامی

چو مرغے از مدینه بر پریده
باقصی الغایت اقصیٰ رسیده
بروں رفته ز وہم تیز ہوشاں
ز خرگاهِ کبود سبز پوشاں
فلک را قلب در عقرب رسیده
اسد را دست بر جبهت رسیده
ازیں گرد ابر چوں بادِ بہشتی
به ساحل گاهِ قطب آورده کشتی
ز رفعت تاج داده مشتری را
ربوده ز آفتاب انگشتری را
چو یوسف شربتے از دلو خورده
چو یونس وقفۂ در حوت کرده
ثریا در رکابش مانده مدہوش
ز سرہنگی حمائل بسته بر دوش
چو بنوشت آسماں را فرش بر فرش
باستقبالش آمد تارکِ عرش

شیوا بیانی ہے کہ اُس کا لطف (در گفتن نمی آید) آیندہ حضور اقدس حبیب اکرم مکان لامکان کی بزم قرب میں مسند نشین ہیں اور ذات بحت کے دائرہ انوار نے اپنے آغوش شوق کے احاطہ سے آپ کو مرکزِ محیط بنا کر حجابِ دوئی اُٹھا دیا ہے نہ تعلقات امکانی کا کچھ اثر باقی ہے نہ لوازم انسانی کا کوئی نشان۔ خوش گفت آں کہ گفت۔

نظامی

جہت را جہد حیبیت شکستند | مکاں را نیز بر قع باز بستند
قدم بر قبہ زرے خویش برداشت | حجابِ کائنات از پیش برداشت
کلام سرمدی بے نقل بشنید | خداوندِ جہاں را بے جہت دید
ہر عضوے تنش رقصے برآورد | ز ہر موئے دلش چشمے برآورد

بے جہتی کے مضمون کو پہلے مصرع میں جس بلاغت سے بیان کیا ہے وہ آخر شعر کے حسن ادا کے ساتھ لاجواب ہے اور اس کا مقابلہ خسرو کے سوا دوسروں سے دشوار

خسرو

ز راہش گرد وہم از پیش و پس خاست | جنیبت جہت کردہ از چپ و راست
گزشتہ از حدِ بالا و زیری | بملکِ لامکاں کردہ دلیری
گریبانِ جہت را پارہ کردہ | جہانِ بے جہت نظارہ کردہ

بیان میں سادگی ہے مگر طرز تقریر کا پہلو جداگانہ اور جدت کا رنگ ظاہر

اور پردۂ چشم ماہ میں چھپی ہوئی۔ عروس فکر کی جدت ہے کہ مریم کی طرح وصف بکارت کے ساتھ مسیحا نفس معانی کی حامل۔ خلخال اور ساق کے بے عدیل استعارہ نے حضور اقدس کی نعلین مبارک کے عز و جاہ کے بیان میں خسرو کے اس شعر کو فرقِ عرش سخن کا گویا درۃ التاج بنا دیا ہے۔

مقام سیر میں جس طرح حضور اقدس ترقی کر رہے ہیں اسی نسبت سے آپ کے شیدائیوں اور دلدادوں کے ذہن رسا و بلند پرواز فکروں کو معانی کی اوج گرائی میں روز افزوں افزائش ہے (قاب قوسین) پر آپ کا گزر ہے۔ واقعہ نویسی کے طور پر کہا جاتا ہے۔

نظامی

فرس بیروں جہاند از جملہ کونین   علم زد بر سریر قاب قوسین

فصاحت نے بڑھ کر قائل کا موںھ چوم لیا۔ دوسرے صاحب دل اسی نغمۂ دل کش کو اپنی جوش انگیز نے میں کچھ ایسے دھن سے الاپتے ہیں کہ بلاغت فصاحت کو ساتھ لئے ہوئے آپ کے پیروں پر گر پڑتی ہے۔

خسرو

شدہ عین الیقین را قرۃ العین   گزشتہ ہمچو تیر از قاب قوسین

حضور جان نور کے مقام تقرب کے سیر کو سلسلۂ ترقی لحاظ رکھتے ہوے قرۃ العین یقین ہونے اور تیر کی طرح قاب قوسین سے گزرنے کے ساتھ تعبیر کرنا ایسی

بہ قدم رہنے کی کوشش میں کامیاب ہونے کا قصد رکھتے ہیں چنانچہ مولانا نظامی کا پہلا اور تیسرا شعر بلاغت اور فصاحت کے اعتبار سے ایسا نہ تھا کہ اس کا جواب ہو سکے لیکن امیر خسرو نے پہلی شعر میں بلاغت کے ساتھ نفس مضمون کو نہایت خوبی سے بیان کیا اور آئندہ اشعار میں حضور اقدس کی ذرہ نوازی اور (السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین) کی تلمیح کو کامل تشریح سے ثابت کر دیا۔ ہر شعر کا جداگانہ مقابلہ کرنے سے امیر خسرو کا کمال سخن ظاہر ہوتا ہے۔

مدح شیخ الاسلام نظام الملۃ والدین علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام

امیر خسرو کو چونکہ اپنے شیخ کے ساتھ فنا فی الذات کا مرتبہ حاصل ہے اسی وجہ سے وہ ایسے موقع پر ہمیشہ بے اختیار و بے خود پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ نبی کا بازوئے راست اسرار قضا کا محرم، مقام (لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل) کی ولایت تامہ کا والی، میراثِ نبوی کا کامل نصاب، آپ کی کرامات کا معجزات کے ساتھ توام، مقام طیر میں حضرت جعفر طیار کی نظیر، سر (ید اللہ فوق ایدیھم) کا مظہر، حجرہ مبارک کا آشیانۂ مرغان فردوس، جبریل و ملائکہ کا صحن خانہ انور میں ہر دم ہجوم مسیح خرد کا مورد قرار دینا ایسے تمام صفات کا ذکر۔ آپ کی محویت تامہ و فنائیتِ کاملہ کے براہین قاطعہ ہیں۔ بایں ہمہ جدت اسلوب و ابداع و اختراع استعارات و ایہامات و ایجاد و التزام تشبیہات

جہات ستہ پیش وپس چپ و راست بالا و زیر کی تشریح پردۂ اجمال میں اس خوبی سے بیان کر دی ہے کہ اُس کا جواب نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ جنیبت قصد نبوی کا میدان چپ و راست سے جست کرنا اور گریبان جہت کی دریدگی کے ساتھ عالمِ بے جہت کا نظارہ امیر خسرو کے حسنِ نظم کے جلوے ہیں۔ حضور اقدس انعاماتِ الٰہیہ سے مالا مال ہو کر گدا نوازی مدنظر رکھتے ہوئے جہان صورت میں واپس تشریف لاتے ہیں اور معراج کا مضمون ختم ہو جاتا ہے۔

امیر خسرو	مولانا نظامی
شدہ نفس از سلام غیب شادش	دراں دیدن کہ حیرت حاصلش بود
حدیث از نفس کردہ خیر بادش	دلش در چشم و چشم اندر دلش بود
چو مالا مال گشت از نعمتِ پاک	چو پوشید از کرامت خلعتِ خاص
بہ بذلِ نعمت آمد جانبِ خاک	بیامد باز پس با گنجِ اخلاص
بہ یاراں کرد رحمت قسمت در مشت	گلے شد سرو قدے بود کامد
ز سیفورِ عنایت شقہ بر پشت	ہلالے رفت و بدرے بود کامد
براتِ رحمت از غیب انس و جاں را	خلائق را برائے شادی آورد
خطِ آزادیِ آتش جہاں را	ز دوزخ نامۂ آزادی آورد

مولانا نظامی کی اوجِ نظم پر بلند پروازی ایسی نہیں ہے کہ ہر شاعر کا طائرِ فکر آپ کا ساتھ دے سکے۔ یہ امیر خسرو ہی کی خصوصیات سے ہے کہ وہ ہر موقع پر قدم

اور جدت طرازی ہے۔ سہم، شست، ید کف، دست کا تناسب اور ایہام لفظاً و معناً اُس پر چست بندشِ الفاظ کا طرہ فصاحت و بلاغتِ نظم کے لئے گویا گوہرِ گوش ہے۔ پھر دوبارہ شیخ المشائخ کی رفعت و بزرگی کو اُسی آسمان کے مقابل اعلیٰ بیان کرنا ہے۔ نہایت بے ساختگی سے فرماتے ہیں۔

خسرو

اگرچہ سر بزرگی در میان ست   یکے دور از کلاہش آسمان ست

استعارہ کا پہلو جداگانہ ہے اور تشبیہ کی جدت لطیف۔ وہاں آسمان عطف مصلیٰ تھا اور یہاں کلاہ معلی کا ایک دور اُس پر سر بزرگی کا کلاہ و فلک کے مقابل درمیان ہونا بلاغت خداداد کے ساتھ کس درجہ کی فطری فصاحت ہے۔ شیخ مسواک کر رہے ہیں اور دندان انور کی ضیائے مہرتاب گویا امیر خسرو کے پیش نظر ہے کس سرمستی سے کہتے ہیں۔

خسرو

ثریا را بدادہ سدرہ مسواک   بیاید جو دے از دندانش پاک

دوسرے مصرع کے استعارہ کی لطافت اور تخیل کی جدت قابل لحاظ ہے کہ ایک پس پا افتادہ مضمون کو کس درجہ اوج کمال پر پہنچا دیا ہے۔

امیر خسرو کی نسبت یہ دعویٰ کہ اُنھوں نے بے شمار تشبیہیں، بے حد استعارے، سیکڑوں نئے نئے خیال، ہزاروں جداگانہ بندشوں کو ایجاد کیا، غزل کی

وصنائع کا دامن کسی وقت ہاتھ سے نہیں چھوٹتا۔ ہر سادہ اور معمولی مضمون کو فصاحت کا پہلو اختیار کئے ہوئے ایسے پسندیدہ طریق بلاغت سے بیان کرتے ہیں کہ رنگ سخن کی بہار ہزار گونہ بڑھ جاتی ہے۔ مثلاً بیان کرنا ہے کہ شیخ المشائخ موید اسلام ہیں اور آپ کا مرتبہ آسمان سے زیادہ رفیع ہے۔ آپ سعادت ابدی کے سرمایہ دار اور اسرار ید اللّٰہی کے واقف کار ہیں اور ایسے مضامین کو اور شعرا نے بھی لکھا ہے مگر آپ کا طرز ادا قابل لحاظ ہے۔

امیر خسرو

نظام الحق نبی را بازوی راست ۔ کہ چرخ از نقش عطفِ مصلا ست

ہمش سہم سعادت شست در شست ۔ ہمش سر ید اللہ چوں کف دست

دعوئ تائید اسلام کو اول اس شان وشکوہ خسروانہ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ بازوئ راست نبی ہیں۔ پھر ثانیاً متکلمانہ طور پر اس پردہ استدلال ہے کہ مخالف کو جائے دم زدن نہ رہے (کہ چرخ از نقش عطفِ مصلاست) اسی معمولی مضمون کو ایسی دقیق پیرایہ بلاغت سے بیان کر دیا ہے کہ اس کا فیصلہ ارباب معانی ہی کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اظہار رفعت کے محل پر فلک رفیع کو شیخ المشائخ کا عطف مصلا قرار دینا کس درجہ مرتبہ ارفع جاہ وجلال کا علو اعلیٰ ہے اور سہم سعادت کے شست در شست ہونے کے ساتھ سر ید اللہ کا کف دست کی طرح مبین نظر بنانا دقت ایہام و بلاغت کلام کے علاوہ کس مرتبہ کی نازک خیالی

سلیماں چوں بہ بلقیس افگند شست　　　چہ زیبا باشد ایں خاتم بر ان دست

ہر شعر کے تناسب الفاظ و مراعات معانی والتزام لزوم مالا یلزم آپ کی ایک مستقل روش شاعری کے لیے فی نفسہ شاہد ہیں۔

جب وہ چوگان بازی کا ارادہ کرتی ہی اُس کی گوئے گردوں شکوہ دیدۂ گردوں کو کور بناتی ہی اور جب اُس کی گیند زمین پر گرنے کا خیال دل میں لاتی ہی وہ بذریعہ چوگان اُس کو تواضع اور خاک بوسی سے بچاتی ہی۔ سبحان اللہ بظاہر اس میں غلو و اوج کے مبالغہ کے سوا چشم ظاہر بین میں اور کوئی خوبی نظر نہیں آتی۔ لیکن حقیقتاً اگر دیدۂ غور سے دیکھئے تو سمجھا جاسکتا ہی کہ اُس کو فن چوگان بازی میں یہ مہارت حاصل ہی کہ کھیل کے وقت ہمیشہ اُس کی گیند آسماں کی طرح ہردم چکر لگاتی رہتی ہی اور زمین تک نہیں آپاتی۔

آئندہ اور صفات کے بعد اُس کی عصمت اور عفت کا ذکر خاص طور پر بیان کیا ہی کہ باایں ہمہ عشرت پرستی اُس نے لذات نفسانی اور خواہشات شہوانی کے دروازہ کو بیداری و مستی ہر حالت میں بند کر رکھا ہی اور اُس نے اپنے گنج عفت کو لوہے سے اس طرح مضبوط و مستحکم کردیا ہی کہ کسی کے کلید آرزو کو اُس کے قفل در تک رسائی نہیں اور کوئی اُس کے سامنے شوی وجفت کا ذکر نہیں کرسکتا۔

آخر کا شعر خاص طور پر فن سخن گوئی کے کمال کو ظاہر کرتا ہی کہ اگر سلیمان کو بلقیس پر قبضہ ہوجائے تو اس سے بہتر اور کوئی صورت ممکن نظر نہیں آتی کیونکہ

شاعری کے سوا اُن کی تشبیہات سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔

شیریں کی ہوش ربا تصویر اور میدان صید افگنی میں اُس کا دل کش نظارہ

امیر خسرو

کلہ داری ست چون شاہاں سرافراز ۔۔۔ نہ بر رسم عروساں مقنع انداز
بشکل آہو بدل شیر دلیر ست ۔۔۔ نگیرند آہوئش زیرا کہ شیر ست
بناوک موئی را صد شاخ کردہ ۔۔۔ بہ نیزہ کوہ را سوراخ کردہ
بتاریکی زند از تیر قتال ۔۔۔ مگس را با سلیق از پشہ قیفال
برش گر نطف چوں قرز تیم ست ۔۔۔ درونش آہن و بیرونش سیم ست
کشیدہ چوں بچوگاں آرزو خیش ۔۔۔ شکستہ دیدۂ گردوں ز گوئیش
چو گوئیش خاک بوسی ساز دارد ۔۔۔ بچوگانش از تواضع باز دارد
جمالش خود صفت کردن نہ زاہست ۔۔۔ کز ایں صورت بدیں معنی گواہست
ز آہن کردہ گنج خویش مسمار ۔۔۔ کلیدِ کس نیابد بر درش بار

بچشم آہواں آں چشمۂ نوش | دہد شیر افگناں را خواب خرگوش
نمادہ گردن آہو گردنش را | بآب چشم شستہ دامنش را

مولانا نظامی نے ایسے اور چند سراپا کا مرقع اپنے اسی مثنوی میں کھینچا ہے جس کا نمونہ پیش کیا گیا۔ قابل غور یہ امر ہے کہ امیر خسرو نے اپنی ذہانت اور ذکاوت سے کس قدر جدید اور پاکیزہ پہلو پسند کیا ہے کہ وہ ایسے موقعوں پر اپنی روش کو بدل کر رفعت حاصل کر لیتے ہیں ورنہ مو بمو کا مقابلہ سخت دشوار ہوتا۔

رسیدن خسرو وشیریں در شکارگاہ ونظارہ باہم دگر

دوسرے شعر میں شیریں کے تکرار نے قند مکرر کا لطف پیدا کر دیا ہے۔ تیسرے شعر میں تشبیہ کی جدت اور استعارہ کا لطف شاعر کا کمال ظاہر کرتا ہے کہ وہ کس قدر نازک خیال شخص تھا۔ چوتھے شعر میں ایسا ایک دقیق ایہام ہے کہ ہر شخص اُس کا لطف نہیں اُٹھا سکتا کیونکہ ماہ در خرمن کے معنی چاند کے ہالہ میں آجانے کے ہیں جو قمر کی خاص حالت ہے جس کو ہر شخص نہیں غور کر سکتا۔ اُدھر شیریں غمزہ دیتر سے آہو کو شکار کر رہی ہے۔ ادھر پرویز صحرا نوردی کرتا ہوا اور اُس کے شوق میں بے خبر و مدہوش آوارہ گردی میں مبتلا اُس کے مقابل آجاتا ہے۔ اس نظارہ کو دیکھئے کیسی بے مثل تصویر ہے۔ برابر چشم بر چشم ایستادند۔ نظر در دیدہ رو برو نہادند۔ ایک ایک شعر پورے مرقع کا جلوہ گاہ ہے۔ پرویز ہر چند گوشۂ چشم سے نگراں ہے مگر

یہ خاتم دست سلیمان ہی کے لئے زیبا ہے۔ فصاحت کے ساتھ تناسب و تقابل و مراعات النظیر تمام خوبیاں موجود ہیں۔

اب ہم چند اشعار اس مضمون کے متعلق مولانا نظامی کے پیش کرکے اس امر کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ ایسے ملک سخن کے زبردست حکمران اہل زبان کے مقابل جو ہر میدان کا قصب السبق رہا شہسوار ہے قلم اٹھا کر سرخروئی حاصل کرنا امیر خسرو کا کام تھا ورنہ بڑے بڑے نام آور شعرا ایسے میدان میں افتان و خیزان سراسیمہ نظر آتے ہیں۔

نظامی

(صفت شاپور)

قلمزن چابکے صورتگر چست ۔۔۔ کہ بے کلک از خیالش نقش میرست

چناں در لطف بودش آب دستے ۔۔۔ کہ بر آب از لطافت نقش بستے

(خلاصہ سراپائے شیریں)

شب افروزی چو مہتاب جوانی ۔۔۔ سیہ چشمے چو آب زندگانی

کشیدہ قامتے چوں نخل سیمیں ۔۔۔ دو زنگی بر سر نخلش رطب چیں

تو گوئی بینیش تیغ ست از سیم ۔۔۔ کہ کرد آں تیغ سیبے را بدو نیم

صبا از زلف او رویش جلیہ بندست ۔۔۔ گہے قاقم گہے قندز فروشست

موکل کردہ بر ہر غمزہ غنجے ۔۔۔ زنخ چوں سیب غبغب چوں ترنجے

ز لعلش بوسہ را پاسخ نہ خیزد ۔۔۔ کہ قفل از بر کشاید در بریزد

راز پنہاں کو ظاہر کر سکتے ہیں - آخر شاپور بلایا جاتا ہو اور خسرو پرویز کے حالات کے سلسلہ میں کہتا ہو ؎

فرس گلگونِ آں سروِ بلند ست

اس مصرع کی ترکیب اور الفاظ کا تناسب کس درجہ دلچسپ اور فصیح طرز پر ہو۔ شیریں چوں کہ مدت سے پرویز کے حالات سنکر اس کی مشتاق اور دل دادہ ہو رہی تھی اور اپنے آپ کو اسی کے مناسب سمجھتی تھی اس لئے اس کی ملاقات کی غرض سے روانہ ہو جاتی ہو۔ اس سادہ مضمون کو کس درجہ بلیغ طریقہ سے بیان کیا ہو کہ اس کا جواب نہیں ہو سکتا ؎

نثار شاہ را رہ رفتہ می داشت که مروارید خود ناسفتہ می داشت

پرویز نے جس وقت شیریں کے حسن و جمال کو اس تازہ روئی سے دیکھا ؎

شد ش تازہ ز سر دیوانہ خوے

دوبارہ از سر نو دیوانہ ہو گیا اور گھوڑے سے اُتر کر شیریں کی پابوسی کرتا ہو اس کی تصویر ملاحظہ ہو ؎

چو سبزہ بوسہ زد بر پائے شمشاد

گویا ایک خاص منظر نظر آگیا۔ مقابلہ کا میدان ہو اور برابر کا معرکہ ؎

دو عاشق روے در رو مست دیدار نظر برکار ماندہ عقل بے کار

تحیر کا عالم ہو اور حیرت کا منظر۔ شیریں متعجبانہ نقش دیوار بن کر کہتی ہو ؎

اُس کا دل شیریں کے توشہ خانۂ چشم کی مہمانداری سے سیر نہیں ہوتا وہ ہر چند
چاہتا ہی کہ دل کو قائم رکھے۔ مگر حالت طوفان میں کوئی شخص کس طرح زمین پر
جم سکتا ہی۔ تشبیہ کا پہلو ملاحظہ ہو۔ آخر جار و ناچار ضبط سے کام لے کر گھوڑے کو
چلا دیتا ہی۔ مگر ؎

زحیرت در قفا میدید و می رفت

جا رہا ہی اور گردن کو موڑ موڑ کر بار بار پیچھے دیکھتا جاتا ہی۔ واقعہ نگاری اس کو
کہتے ہیں کہ اصل حالت کی تصویر آنکھوں میں کھنچ رہی ہی۔

خسرو پرویز چلدیا ہی اور اُس کی جویندہ شیریں اُس کے فراق میں تباہ حال
ہی اور وہ اُس کے پیچھے اس طرح روان و دوان ہی کہ گویا شاہین اپنے رمیدہ
شکار کبوتر کا متلاشی ہو۔ ہر موقع پر تشبیہ کا نیا پہلو ہی مگر محل کے مناسب اور
شاہد مقصود سے دست و گریبان۔ اس کے علاوہ آئندہ شعر ؎

سمن بر خیمہ زد زیر چنارے

جداگانہ لطف رکھتا ہی۔

شیریں کی طرف سے ایک کنیز سرو قد پیامبر بن کر قیام گاہ پرویز کی طرف
جاتی ہی۔ یہاں کس خوبی کے ساتھ جماعت پرویز کو بیگانگان آشنا رو کہا ہی
شاپور جواب میں صاف کہدیتا ہی کہ ہم ہر شخص کو اپنے پیام و سلام کے قابل
نہیں جانتے اگر خود بانوے زمانہ تمہاری ملکہ ہم سے دریافت کرے تو ہم اپنے

ہم پہلو ہیں اُس کے مانع - بہر حال ؎

دو مشتاق از غمِ دوری مشوش　　فراقے درمیاں چوں کوہ آتش

اس مضمون میں امیر خسرو نے جس جگہ غروب آفتاب پر ایک سادہ مضمون نہایت شان و شکوہ سے لکھا ہی اُس کے مقابل ہم مولانا نظامی کا خیال ظاہر کرتے ہیں۔ جس کا مقابلہ سخت دشوار ہی ؎

چو مشکیں جعد شب را شانہ کردند　　چراغِ روز را پروانہ کردند

بزیرِ تختِ نردِ آبنوسی　　نہاں شد کعبتینِ سندروسی

خبر یافتن شیریں از عقد خسرو با شکر و بصحرا رفتن و بفرہاد در آمیختن

شیریں خسرو کی عشق تازہ اور عقد جدید کی خبر سنکر آتش رشک سے بھڑک اُٹھتی ہی اور سوز فراق کے شعلے اُس کو جلا جلا کر تباہ حال بنا رہے ہیں۔ وہ شبانہ روز حیران و سرگردان ہی کہ ایسی مصیبت میں اُس کا گزر کوہ بے ستون پر ہوتا ہی فرہاد اُس کو دیکھکر والہ و دلدادہ ہو جاتا ہی۔ شیریں جوئے شیر کھودنے کی فرمائش کرتی ہی اور وہ اُس کو منظور کر لیتا ہی۔ بالآخر شیریں اُس کو اپنا مہمان بنا کر لے آتی ہی اس مختصر مضمون کا مرقع خامہ سحر کار نے ہر ایک جادو نگار شاعر نے کھینچکر اہل نظر کو حسن و عشق و سوز و گداز عشوہ و ناز و عجز نیاز کی بولتی ہوئی تصویروں کا دلدادہ بنا دیا ہی۔ مولانا نظامی جس جگہ کسی نغمہ کو اونچے سروں میں الاپتے ہیں امیر خسرو

که یارب این چه دولت بود مارا
که ابرے چوں تو مہماں شد گیارا

مگس جلاب شیریں را بود قید
چه شیرم که عنقا کرده ام صید

سبحان اللہ تشبیہات جدیدہ اور استعارات عدیدہ کا ایک سلسلہ لا انتہا ہی کہ ختم نہیں ہوتا۔ فصاحت کا دریا موجزن ہی۔ بلاغت کے درشاہوار گوہر گوش اہل ہوش ہیں۔ بالآخر خسرو پرویز اپنی ضرورت ظاہر کرکے شیریں سے رخصت سفر چاہتا ہی شیریں معشوقانہ ناز و انداز و شاہانہ جاہ و جلال کے ساتھ بہ تقاضاے عشق اظہار عجز کرتی ہی کہ ؎

اگر خورشید بر پایم زند بوس
ز پشت پاے خویشم آید افسوس

چو خود می بوسم اکنوں پشت پایت
تو پشت پا زنی شاید زرایت

خسرو بعدہٗ مجبور ہوکر اظہار عشق کردیتا ہی کہ میں کسی طرح جانا نہیں چاہتا صرف تیرا امتحان و داد مقصود تھا۔ آیندہ خسرو پرویز شیریں کا مہمان ہی اور مہین بانو خود اُس کی میزبان ہی۔ بزم عشرت قائم ہی اور جام کا دور چل رہا ہی۔ ارباب نشاط نغمہ سرائی کر رہے ہیں۔ عود و عنبر سلگ رہے ہیں اس مجمع عشرت و محفل شادمانی میں شیریں و پرویز کی صورت پر نظر کیجیے ؎

چو ماہ چاردہ بنشستہ خسرو
پری وش در تواضع چوں مہ نو

مرحبا۔ تواضع میں بھی شانِ محبوبی نہیں گھٹتی۔ اس موقع پر شیریں کی خاص یہ حالت قابل دید ہی کہ شوق اُس کو بیتاب کر رہا ہی مگر ناز و کرشمہ جو حیا کے ساتھ

نہ دارم طاقت و بیمار چندیں | اغثنی یا غیاث المستغیثین
تو ئی یاری دہِ فریاد ہر کس | بفریاد من فریاد خواں رس

اس مناجات کے بعض اشعار ورد بنانے کے قابل ہیں اور آیندہ اس مناجات میں اکثر ایسے اشعار ہیں جن میں قسمیں اور واسطے دلا دلا کر نہایت الحاح و زاری کے ساتھ دعا مانگی ہے وہ خصوصیت کے ساتھ قابل دید ہے۔ ہم آیندہ امیر خسرو کے قسمیہ اشعار کے مقابل اُن کو پیش کرینگے۔ اسی سلسلہ میں مولانا نظامی نے اس موقع پر فرہاد کے تفصیلی حالات بیان کیے ہیں۔

مردن فرہاد در عشق شیریں و حالتِ او

اس مضمون میں زنگی فرہاد کش کا سراپا نہایت دل کش طریقہ پر لکھکر ثابت کر دیا ہے کہ نازک خیال شاعر کا قلم فی الحقیقت کسی رنگین نگار مصور کے خامۂ موے نقاشی میں کم نہیں جس طرح صنعت کار مصور ہر قسم کی تصویر اور ہر منظر کا نقش صورت کھینچنے پر قدرت رکھتا ہے۔ اسی طرح روشن دماغ شاعر شاہدان مہ جبین و حسینان مہر طلعت کا مرقع تیار کرنے میں وہی دستگاہ رکھتے ہیں جو قدرت اُن کو کریہ منظر عفریت خصال و بدہیئت نازیبا اشکال اشخاص کی تصویر کھینچنے میں حاصل ہوتی ہے۔ جس طرح اُن کا حسینہ منظر سرمۂ دیدۂ اہل نظر ہو سکتا ہے، اسی طرح اُن کی ہجو کا نظارہ بھی دقیقہ رس سخن چین ارباب کمال کی نگاہوں میں مردم دیدہ سمجھا جاتا ہے۔ ہر نقش و نگار کا واقعی

اُس کو مدہم کرکے اور کسی موقع پر ایسے سر لگاتے ہیں کہ گنبدِ گردوں پر زہرہ کے کان
کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مولانا نظامی نے شیریں کی خستہ حالی کو جو اُس کی مناجات اور
دعائے سحر کے الفاظ میں ظاہر کیا ہے وہ قابلِ قبول ہو۔

امیر خسرو

خبر شد چوں بہ شیریں مشوش ۔۔۔ کہ خسرو شد بہ شیریں دگر خوش
گر از جورِ فلک دل تنگ می بود ۔۔۔ گہے با بختِ بد در جنگ می بود
نہ دلداری ز کس نے یاری از یار ۔۔۔ ہم از دل در ماندہ ہم ز دلدار
دلے و صد ہزار اندوہ بر دل ۔۔۔ ز بے سنگی غمے چوں کوہ بر دل
بہ تنہائی نشستے در شبِ تار ۔۔۔ ہمہ شب تا سحر بگریستے زار
کشیدے ہر دم از دل دور باشے ۔۔۔ فگندے چشمِ انجم را خراشے
شبش تا صبحگاہ ایں کار بودے ۔۔۔ بروزش کارِ خود دشوار بودے
جنیبت را برون راندے ز اندوہ ۔۔۔ گہے در دشت بودے گاہ در کوہ

نظامی

چو شیریں کیمیائے صبح دریافت ۔۔۔ ازاں سیماب کارے روئے بر تافت
شبستاں را بروئے خویشتن رفت ۔۔۔ بزاری با خدائے خویش می گفت
خداوندا شبم را روز گرداں ۔۔۔ چو روزم در جہاں فیروز گرداں
شبے دارم سیاہ از صبح نومید ۔۔۔ دریں شب روسفیدم کن چو خورشید

چو دیدے دورِی کس در میانہ — ز مرگِ او خبر گفتے بہ خانہ

بماتم با بخندیدے طرب ناک — فگندے در عروسیہا بسر خاک

اگر کردندے از چوبش فرو کوب — زباں چوں ارّہ کردے در تہِ چوب

وگر سنگے زدندش خلق در جنگ — چو آہن تیز گشتے در تہِ سنگ

گنہ در سبلتش بیضہ نہادہ — بموئے بینیش زرنگ او فتادہ

سگے سگ چہرہ با خوئے پلنگاں — خرے خر زہرہ نام او خرنگاں

بہ پیشانیش داغے بر کشیدہ — چو خطے در خطائے در کشیدہ

نظامی

چو سگ در داورے باطل ستیزے — چو گیتی زود خفت و دیر خیزے

یکے خروار نان خوردی و بے زور — ہزار افسانہ بشنیدے و دل کور

نکردہ ہیچ کارے پائے بر جائے — وگر کردے فرو او فتادے از جائے

چو قصاب از غضب خونی نشانے — چو نفات از بروت آتش فشانے

صفت پیرزن ندیمۂ شیرین و کشتنِ او شکر ملکۂ اصفہان را

زنگی جفا کار قاتل کوہ کن فرہاد ناشاد کے بعد یہ دوسرا خاکہ اُسی قسم کی ایک اور دلالہ ستمگار جفا کار پیرزن کی تصویر کا ہی جس کو شکر کے ہلاک کرنے میں گویا اُس زنگی کی مربیہ ماں ہونے کا شرف حاصل ہی وہ شیریں کے حکم کے موافق اصفہان

کمال یہ ہے کہ وہ اصلی واقعہ کی صورت کا رہنما ہو علیٰ ہذا اس ظالم جفا کار کے سراپا کو دیکھکر بھی اُس کی قابل نفرین شکل آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔

وہ شیریں کے مرنے کی غلط خبر فرہاد کو سنا کر اپنی یاوہ گوئی سے اُس کو یقین دلا دیتا ہے کہ در اصل شیریں کا انتقال ہوگیا۔ امیر خسرو کی روایت کے موافق فرہاد پہاڑ سے سر ٹکرا کر شیریں کا نام لیتے ہوئے خودکشی کرتا ہے اور عشاق کی جماعت میں ہمیشہ کے لئے اپنا نام چھوڑ جاتا ہے۔ آئندہ زمانہ کی جفاکاری، بے مہری، بے وفائی، غداری، ستم شعاری کو مختلف اشعار بے مثال و دلائل و براہین متکلمانہ سے نہایت فصاحت کے ساتھ ثابت کیا ہے۔

مولانا نظامی نے بھی اس موقع پر فرہاد کش نامیمون سیہ کار کا حلیہ مختصر طور پر بیان کیا ہے جس کو ہم بطور انتخاب لکھیں گے مگر امیر خسرو نے اپنی عادت قدیم کے موافق اس پہلو کو خالی پاکر پورا زور دے دیا ہے۔

امیر خسرو

ملک را بود زنگی پاسبانے — ترش رخسارہ و کج مج زبانے
چو دیو دوزخ از عفریت روئے — چو زاغ کہنہ در بسیار گوئے
تہی گاہش فراخ و حوصلہ تنگ — چو زاد و رغ ترش سلبت شدہ رنگ
شکم چون دیگدان آتش اندود — دہن چون خم دار دیر خوشنود
دہانش را کسے نادیدہ باہم — لبش با آشنائے نافراہم
خصومت پیشہ و ابلیس خوئے — عولنے مشت خواری جنگجوئے

چو در گوشش آمدش گفتارِ شیریں   بدنداں خست لب آں کارِ شیریں

بجا آورد شرطِ خاک بوسی   سخن پرداز با صد چاپلوسی

شبِ سیاہ کی حجلہ آرائی

امیر خسرو

شبے تاریک چوں دریائے از قیر   بہ دریا در فگندہ چشمۂ شیر

ز جنبیدن فلک بے کار گشتہ   ستارہ در رہش مسمار گشتہ

ذنب پائے کواکب را شدہ خار   کلک دستِ دل زن را شدہ مار

ز ظلمت گشتہ پنہاں خانۂ خاک   چو چاہِ بیژن و زندانِ ضحاک

سوادِ تیرہ چوں سودائے خاماں   بدامانِ قیامت بستہ داماں

سدابے خوردہ چرخ آبستن گاہ   سترون گشتہ از خورشید و از ماہ

غنودہ در عدم صبحِ شب افروز   بقفل انباشتہ دروازۂ روز

بگنجِ صبح قفل افگندہ افلاک   کلیدِ گنج را گم کردہ در خاک

بریدہ تیغ شب از کینہ خواہی   گلوئے بلبلانِ صبح گاہی

خروساں را بگاہِ بانگ و تکبیر   خمیرِ پیرزن گشتہ گلوگیر

شبے زیں گونہ تاریک و جگر سوز

ز غم بے خوابِ شیریں سیہ روز

پہنچکر شکر کے محل میں داخل ہوجاتی ہے اور موبہ بولی ماں بن کر کچھ عرصہ کے بعد زہر ہلاہل سے اُس ناکام کا کام تمام کر دیتی ہے۔ اس موقع پر اُس پیرزن کی خیالی عیاری اُس کی چالاکی وہوشیاری اور زہر کے اثر کے وقت شکر کی گریہ وزاری، یاس و حرماں کی حالت اور آخر وقت اُس کی دردانگیز تقریر کی دلکش تصویر ایسی پر لطف کھینچی گئی ہے کہ اہلِ نظر ایک خیالی نظارہ کو دیکھکر ایک حقیقت حال کا لطف اُٹھا سکتے ہیں اُس پر ہر جگہ مناسب حال زمانہ کی شکایات اور حکیمانہ نصائح جدت اسلوب کے ساتھ بیان کر کے مرقع کو مختلف نقش ونگار سے آراستہ بنا کر گویا ارژنگ چین بنا دیا ہے مگر مولانا نظامی نے اس روایت کو نظر انداز کیا ہے۔

امیر خسرو

چو شیریں برزد از قفلِ شکر بند — سر افگندند خوبانِ شکر خند

بخدمت بود فرتوتِ کہن سال — چو گردون در جہاں سوزی شدہ زال

نگوں پشتے ولیکن گرم خراماں — مے در سلخ ونامش ماہ ساماں

بدادہ در جوانی نیزہ را داد — بہ پیری نیز چوگاں باز استاد

لبش در وردِ سحر و در بن نیرنگ — بروں سادہ لباس و از دروں رنگ

کشادہ گریۂ تزویر چوں مے — ہزاراں اہرمن حل کردہ در مے

فریب انگیزے از گیرائے گفت — کہ کردے پشہ و سیمرغ را جفت

گیاہائے بہ تسخیر آزمودہ — بردزدہ دو صد ابلیس سودہ

اس جگہ مولانا نظامی کی مناجات کے انتخاب کا ذکر لطف سے خالی نہ ہوگا اگر اربابِ سخن ہر ہر شعر کو میزانِ انصاف میں وزن کر کے فیصلہ کریں تو بالیقین امیر خسرو علیہ الرحمۃ مولانا نظامی کے ہم صفیر ثابت ہوں گے، بلکہ بعض نغموں میں زیادہ بلند آوازہ۔ لیکن شبِ سیاہ کے بیان کرنے میں مولانا نظامی کا پایہ اوج کمال تک پہنچا ہوا ہے۔

مناجات نظامی

شکیبائیش مرغان را پر افشاند	خروسِ صبح مفتاح الفرج خواند
ندارم طاقتِ این کورۂ تنگ	خلاصی دہ مرا چوں لعل از سنگ
بآبِ دیدۂ طفلانِ معصوم	بسوزِ سینۂ پیرانِ مظلوم
بپاکِ آئینے دیں پروراںت	بصاحب سرّیِ پیغمبرانت
بداں زاری کہ زندانی نماید	بزاہد کو ثنا خوانی نماید
بدردِ یوسف و اندوہِ یعقوب	بقربانِ خلیل و صبر ایوب
بداورِ داورِ فریاد خواہاں	بیارب یارب صاحب گناہاں
بریحانِ نثارِ اشک ریزاں	بقرآن چراغِ صبح خیزاں
بمسکینیٔ مسکینانِ مسکیں	بغمگینیٔ غمگینانِ غمگیں
بنورے کز خلائق در حجابست	بانعامے کہ بیروں از حسابست

وظیفۂ مناجات بحضرتِ قاضی الحاجات

چو شیریں یافت نورِ صبحدم را | برون تن خاطرے بر زد علم را
بمسکینی جبیں بر خاک مالید | بدرگاہِ خدائے پاک نالید
کہ اے در رہبرِ دے دانندۂ راز | بہ بخشایش درت بر ہمگناں باز
نشاطے دہ کزیں غم شاد گردم | ز زندانِ فراق آزاد گردم
بسترِ کبریا در پردۂ غیب | بوحیِ انبیا در حرف لاریب
بنورِ مخلصاں در رو سپیدی | بصبرِ مفلساں در ناامیدی
بداں اشکے کہ شوید جامہ را پاک | بداں حسرت کہ گرد ہمرہِ خاک
بخونِ غازیاں در قطعِ پیوند | بسوزِ مادراں در مرگِ فرزند
بآہے کز سرِ شورے برآید | بخاکے کز سرِ گورے برآید
بمہرِ اندودہ دلہائے کریماں | بگرد آلودہ سرہائے یتیماں
بشبہائے سیاہِ تنگدستاں | بدلہائے سفیدِ حق پرستاں
بعشقِ نو در آغازِ جوانی | بغمہائے کہن در دل نہانی
بداں بے دل کہ ہستی نایدش یاد | بداں دل کو بود در نیستی شاد
بداں سینہ کہ دارد عشق جاوید | بہجرانے کہ ہست از وصل نومید
کہ برداری غم از پیرامنِ من | نہی مقصودِ من در دامنِ من

شنیدم گر بشب دیوے زند راہ | خروس خانہ بردارد علی اللہ
چراغ بیوہ زن را نور مردہ | خروسِ پر زباں را غول بردہ
بہر گام از برائے نور پاشے | ستارہ زنگیِ بادور باشے

غزل باربد از زبان خسرو بجناب شیریں

ایک ہی ترانہ ہی اور ایک ہی نغمہ مگر اُس کو کس قدر سازوں کے مختلف پردوں میں کیسے کیسے دل کش اور خوش نوا دھنوں میں گایا جاتا ہی حقیقتاً" نہ باربد کا وجود ہی اور نہ نکیسا کا راگ نظامی و خسرو ہی دونوں نوازندہ ہیں اور یہی سازندہ۔ آوازوں پر قابو ہی اور گلوں پر قبضہ گویا قانون قدرت کے دو شعبے ہیں جس سے بے شمار شاخیں اور بے تعداد اصول ظاہر ہو رہے ہیں۔ بظاہر شیریں و خسرو کی پسندیدہ بزم آرائی ہی اور فی الواقع نظامی و خسرو کا میدان معرکہ آرائی۔ فصاحت و بلاغت کے فنون ظاہر ہو رہے ہیں اور نازک خیالی اور مضمون آفرینی کی گرم بازاری کا سودا ہی۔

امیر خسرو

رباب باربد شد سحر پرداز | بزخمہ خون چکانید از رگِ ساز
چناں کز سینۂ غم را بیخ برکند | فرو گفت ایں غزل را در نہاوند
ورت حاجت گہِ بخت جوانم | سرِ زلف تو خلوت گاہِ جانم

کہ رحمے بر دلِ پر خونم آور	وزیں غرقابِ غم بیرونم آور

اگر ہر موئے من گردد زبانے	شود ہر یک ترا تسبیح خوانے

ہنوز از بے زبانی خفتہ باشم	ز صد شکرت یکے ناگفتہ باشم

بدرگاہ تو در امید و در بیم	نشاید راہ بردن جز بہ تسلیم

وصف شب سیاہ

شبِ تیرہ چو کوہے زاغ بر سر	گراں جنبش چو زاغِ کوہ بر پر

شبے دم سرد چوں دلہائے بے سوز	برات آوردہ از شبہائے بے روز

کشیدہ در عقابینِ سیاہی	پر و منقارِ مرغِ صبحگاہی

گرفتہ آسماں را شب در آغوش	شدہ خورشید را مشرق فراموش

زناشوی بہم خورشید و مہ را	رحم بستہ بزادن صبحگہ را

ز تاریکی جہاں را بند بر پائے	فلک چوں قطب حیراں ماندہ بر جائے

شمالی پیکراں را دیدہ در خواب	جنوبی طالعاں را بیضہ در آب

سوادِ شب ببردہ از دیدہا نور	بنات النعش را کردہ ز ہم دور

نماندہ در خمِ خاکستر آلود	در آتش خانۂ دوراں بجز دود

مجرہ بر فلک چوں کاہ بر راہ	فلک در زیرِ او چوں آب در چاہ

نہ موبد را زبانِ زند خوانی	نہ مرغاں را نشاطِ پرفشانی

جو امیر خسرو کا جذبۂ فطری ہے صنائع و بدائع لفظی و معنوی کے کمال کو اوج ترقی کے آسمان تک پہنچا دیا ہے۔ اس مثنوی کے چند خصوص معرکہ آرا مقامات میں سے یہ بھی شاعری کا ایک خاص میدان ہے۔ اس داستان کا ہر ہر شعر نئے نئے استعارات اور تازہ و نو بنو تشبیہات کا مرقع ہے۔ اور اس خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ مولانا نظامی نے جو اس موقع پر شیریں کی ایک خادمہ پیر زن کی تصویر کھینچی ہے وہ بھی اپنے نقش و نگار میں لاجواب ہے۔ چونکہ اس کے مقابل میں یہ نقش ثانی پیش کیا جاتا ہے، اس لئے خامۂ مو کی صنعت کاری میں پوری قوت سے کام لیا گیا ہے۔ اگر ارباب نظر اس مناظرہ کا پورا لطف حاصل کرنا چاہتے ہیں تو فرداً فرداً ہر شعر کو باہم مقابل کر کے فیصلہ کریں غالباً کسی طرح وہ امیر خسرو کو اس معرکہ میں پیچھے نہیں پائیں گے۔ بلکہ بعض اوقات قدم آگے بڑھ جاتا ہے۔ امیر خسرو کے بعض اشعار کے ساتھ اس جگہ مولانا نظامی کے چند اشعار بطور انتخاب درج کئے جاتے ہیں۔ زیادہ تفصیل کا محل نہیں ہے۔

امیر خسرو

(سراپائے خادم پیرانہ سال شیریں)

صنم را بود بر در خادمِ پیر — چو مستان دیو و چون دیوان نبون گیر

زپیری سست خیز و سال فرسود — چو طفلاں زود خشم و دیر خشنود

بر وا ز پوست و رگ چون چنگ بستہ — دہن بے آب و دنداں زنگ بستہ

ز پر گفتن لعاب از لب روانش — مگس رندہ فراواں در دہانش

چہ دولت مند بود ایں چشمِ روشن — کہ جاں را از جمالت کرد گلشن

مبیں ز آئینہ روئے صبحِ امید — کہ در آئینہ نتواں دید خورشید

بداں سختی مدار آئینہ در پیش — در آب چشم من بیں صورتِ خویش

تو آخر رحمتے کن بر دلِ خویش — حجابِ آئینہ یکسو کن از پیش

چو با لعلت بے ہمدست باشم — بروئے تا قیامت مست باشم

نظامی

نکیسا چوں زد ایں طیارہ بر چنگ — ستائے باربد برداشت آہنگ

بآوازِ حزیں چوں عذر خواہاں — رواں کرد ایں غزل را در صفاہاں

مرا در کوئیت اے شمع نکوئی — فلک دانہ پراگندست گوئی

بداں چشمِ سیہ کاہو شکارست — گر آہوئے تو چشمم را غبارست

مرا فرخ بود در روئے تو دیدن — مبارک باشد آوازت شنیدن

تنورے بر فروز افسردہ را — بہ بوئے زندہ کن ایں مردہ را

تزویج خسرو و شیریں و وصف سراپائے برادر خواندۂ شیریں

اس مضمون میں شیریں کے ایک خادم پیرانہ سال دیو خصال کا سراپا ایسی خوبی کے ساتھ دکھایا ہے کہ اُس کی ایک خوف ناک عجیب غریب بدنما صورت کی تصویر سامنے نظر آجاتی ہے۔ اُس پر طرہ یہ کہ جدتِ اسلوب و جدتِ طبع کے ساتھ

نظامی

عجوزے بود مادر خواندۂ او — زنسلِ مادراں وا ماندۂ او
چہ گویم چوں کمن گرگے بہ تقدیر — نہ چوں گرگِ کہن چوں روبہِ پیر
دو پستاں چوں دو خنک آب رفتہ — ززانو نہ دروزن تاب رفتہ
تنے چوں خرکماں از گوزہ پشتی — برو دوشے چو کیمخت از درشتی
دو رخ چوں جوزِ ہندی ریشہ ریشہ — چو حنظل ہر یکے زہرے بشیشہ
دہان و بخش از بس شاخ شاخے — بگورِ تنگ می ماند از فراخے
شکنج ابرویش برلب فتادہ — دہانش را شکنجہ بر نہادہ
زبینی خرگے بر روئے بستہ — نہ دنداں بلکہ زنبخِ شکستہ

ہم آغوشی خسرو و شیریں و خلوت زناشوئی

امیر خسرو علیہ الرحمۃ کے صنعت کاری و جدت شعاری کے کمالات سے
اس مثنوی میں شبِ زفاف کی جلوہ آرائی کا یہ دوسرا رنگین و پرنگار حیرت افزا مرقع ہے
جس کا ہر حصہ اور ہر شقہ گویا اصلی واقعہ کی جداگانہ ایک صورت نما تصویر ہے۔ سخن کے
اس چمن زار میں دو منظر دکھائے ہیں۔ اول شیریں کا زرین و مکلل زیوروں اور
شاہانہ بوقلموں لباسوں سے آراستہ ہو کر بزم آرائے وصال ہونا اور اسی سلسلہ میں
اُس کے عشوہ و ناز، غمزہ و انداز، گلگونہ و غازۂ خوشبو، خندۂ شکرین و دلجو

سرے چوں پوستینِ کہنہ پشمین ۔۔۔ رخے چوں فوطۂ مالیدہ پرچین

پلک سرخ و نظر بے کار ماندہ ۔۔۔ پر از پیخال چشمِ زار ماندہ

نبود از بس کہ در رو ہیچ مویش ۔۔۔ کدوئے تلخ داماں ست رویش

دو دستش زاستینِ خواجگانہ ۔۔۔ چو کفشِ کہنہ زیرِ چارخانہ

دو ساقِ پست و پاہائے فسردہ ۔۔۔ چو غوکِ خشک پیشِ مار مردہ

کلاہ کافری بر سر چو دیگے ۔۔۔ ز دقیانوس ماندہ مردہ ریگے

شکم چوں بربطِ ناساز کردہ ۔۔۔ دو پا ہمچوں عصائے کرم خوردہ

ببالین گاہ شیرینِ دل افروز ۔۔۔ ز بیکاری مگس گشتے شب و روز

دراندم کز طرب معزول بودے ۔۔۔ ز دل تنگی بدو مشغول بودے

برہنہ خفتے اندر شب الف وار ۔۔۔ دو پا را لام الف کردے بدیوار

ببالیں خفتہ بود از بادہ سرمست ۔۔۔ میانِ ہر دو پایش چوں کفِ دست

چو دید آں دیو را ناگاہ جمشید ۔۔۔ فتادہ سایۂ در پیشِ خورشید

گرفتش چوں عقابے کرگسے را ۔۔۔ ز جا برداشت چوں دریا خسے را

ببرجِ ماہ بردآں جرمِ منحوس ۔۔۔ چو بوتیمار در پہلوئے طاؤس

چو سنبل را قرینِ یاسمیں کرد ۔۔۔ خود از بہرِ تماشا در کمیں کرد

اس جگہ نہالِ نظم کو گویا استعارات و تخیلات کا گلدستہ بنا دیا ہے۔

پہلوتہی کر جاتے ہیں جہاں مولانا نظامی نے بہت زیادہ زورِ سخن دکھایا ہے اور اُس کا عوض دوسری جگہ پورا کر دیتے ہیں جس کا اظہار باوقاتِ مختلفہ ہو چکا ہے لیکن اس مثنوی میں یہ ایک خاص موقع ہے جس میں دونوں صاحب ایک جام سے سرشار ہیں۔ اس جگہ مولانا نظامی کا دونوں قسم کا کلام انتخاب کے ساتھ مگر کچھ زیادہ ضرورتاً پیش کیا جاتا ہے کہ لطف میں کمی نہ ہو اور علیٰ ہذا امیر خسرو کے مرقع کی بھی چند تصویریں شمعِ بزمِ اہلِ نظر ہیں۔

امیر خسرو

صنم چوں خرمنِ گل خاست از جائے — عروسانہ بیار است آں سراپائے

حریرِ آب گوں بر ماہ بربست — بگیسو چشمِ بد را راہ بربست

فرودِ پرنیاں بر گل برافگند — گشادہ از درجِ رخ آہنیں بند

مکلل زیورے در خوردِ شاہاں — بہائے ہر دُرے دخلِ سپاہاں

بداں بالائے شہر آرائے پوشید — عروسانہ ز سرتا پائے پوشید

بروں آمد چو از ابر آفتابے — موکل کردہ بر ہر غمزہ خوابے

(سراپائے شیریں)

خسرو

دو لب ہم انگبیں ہم بادہ در دست — دو چشمِ شوخ نے ہشیار نے مست

خمارِ نرگسش در فتنہ خوئے — میانِ خواب و بیداریست گوئے

بنرگاں داد ہر جاں خراشے — گہے جان و ادے وگہ دور باشے

رخِ گلگوں، عارضِ سیمیں، مژگانِ دل فریب، چشمِ نیم باز، گیسوے پرخم، سیبِ زنخدان، چاہِ غبغب وغیرہ وغیرہ تمام پسندیدہ اعضا کا ایسا سراپا کھینچا ہے کہ بڑے بڑے کامل فنِ مصور اس کو دیکھ کر انگشت بدنداں ہو جاتے ہیں۔ دوسرا پُرلطف نظارہ خسرو و شیرین کی ہمکناری اور اُن دونوں کی بے تکلفی کے ساتھ ہم آغوشی کا بے حجاب آئینہ ہے جس میں فی الواقع ایسے ایسے بدیع استعارات اور نادر تشبیہات ولاجواب دقیق ایہامات کی دلچسپ صورتیں نظر آتی ہیں کہ غالباً کسی کی نظرِ فکر و چشمِ خیال نے اس سے پہلے اُن کو نہ دیکھا ہوگا۔ شکر کی بزمِ مواصلت اور اُس کی سراپا ناز صورت کی دل کش تصویر دیکھنے کے بعد کوئی خیال نہیں کر سکتا ہے کہ آیندہ کسی شاعر کی قوتِ متخیلہ اس سے بہتر اور نیا خیال پیدا کر سکے۔ مگر جدتِ طبع اور فطرتی شاعرانہ جذباتِ خسروی نے ثابت کر دیا کہ آپ کے سخن کی بحرِ ذخار کی ایسی بے شمار موجیں ہیں جو وقتاً فوقتاً تمام عالم کو سیراب کر رہی ہیں۔ مگر اس جگہ جوشِ طبع اور اضطراری شورشِ فکر نے آپ کو کچھ ایسا ازخود رفتہ بنا دیا ہے کہ اخلاق کا دامن ہاتھ سے چھوٹا جاتا ہے اور تہذیب کے جامہ سے مضمون آفرینی کا نشہ باہر کیے دیتا ہے۔ خاص وجہ یہ ہے کہ مولانا نظامی نے بھی اسی ہوش ربا فصل بہار میں خصوصیت کے ساتھ ایسی چمن طرازی کی ہے کہ باغِ سخن کے ہر نونہال اور ہر شجر کا تھالہ آپ کی گلریزی سے دامنِ گلچیں کو شرماتا ہے۔ بے اختیاری کا وہاں بھی یہی مدہوشانہ خمار اور مستانہ اضطرار ہے۔ اگرچہ امیر خسرو ہمیشہ ایسے موقعوں پر

نہ جوئے شیر بلکہ آں جوئے خوں بود | روانہ فرہاد پرسش کن کہ چوں بود
زہش بر سرمہ دانِ عاج می شد | ز میلش سرمہ داں تاراج می شد
ہمیشہ با مہندس پیشگاں زیست | سہ یک را ضربہ زاں میداد در بیست
خضر سیراب گشت اندر سیاہی | چکید آبِ حیات از کامِ ماہی
دہانش بر دہان و دوش بر دوش | میانش بر میان و نوش بر نوش
چناں بادِ جوانی در سر آورد | کہ شور از چشمۂ شیریں بر آورد
گلے دید از بنفشہ آبجو روے | ز تاراجِ خزاں نادیدہ گردے
چو چشمہ برگشاد و غنچہ بشگفت | خرد بیدار گشت و آرزو خفت
فرو خفتند ہر دو سروِ آزاد | چو شاخِ یاسمن بر برگِ شمشاد
ستارہ داد چوں خورشید را پشت | بیکدم صبحِ شیریں ماہ را کشت

یہ نظارہ ہر حیثیت سے بہت زیادہ پر لطف ہے۔ سخن کے ہر دو چمن آرا اہل کمال نے جس درجہ اور جہاں تک گل افشانیاں کی ہیں اُن کے باہمی مقابلہ کا بہت اچھا موقع ہے۔ ارباب فن اس کا فیصلہ آسانی کے ساتھ کر سکتے ہیں۔ ہمارے نزدیک اس جگہ جدت استعارات جدیدہ و اختراع تشبیہات نو بنو میں امیر خسرو پیش قدم اور پیش رو ہیں۔ اور بندش کی چستی اور لطف زبان کے ساتھ مضمون آفرینی کا جوش اور بیان کی صفائی مولانا نظامی کا حصہ ہے۔ مگر امیر خسرو نے ہر شعر کے جواب کی

لہ اس عفیف معمے کے حل میں امیر خسرو کی جدت طرازی سے ایک دلچسپ شکل پیدا ہوتی ہے۔

فریبِ غمزهٔ جادو زباں بند　　شگافِ پستهٔ شیریں شکر خند

لبے از چشمهٔ حیواں سرشته　　ہلاکِ عاشقاں بر وے نوشته

لبے پر خندهٔ شیریں مہیا　　حیات افزائے مردم چوں مسیحا

زنخدانش که برد از مشتری تاب　　بغبغب چوں گوے کافتد بگرداب

زخش را سکه زد خالے درم وار　　درم بے مہر بود و نقره بسیار

خوے کز روے آں طناز میریخت　　کرشمه می چکید و ناز میریخت

بناگوشے چو برگِ یاسمیں تر　　بر و اندامے از گل نازنیں تر

دُرا اندر گوش پنداری که بر دوش　　فرو خواهد چکید از نرمهٔ گوش

دو گیسو کز رهش خاک میروفت　　فرو میریخت مشک و پاک میروفت

زمستی زلف او درہم شکسته　　ہزاراں توبه در ہر خم شکسته

جہاں سوزی چو خورشیدِ جہاں تاب　　میانش تشنه و براهش سیراب

بتے کز دیدنِ آں شکل و رفتار　　به بستے زاہدِ صد ساله زنار

(ہمکناری خسرو و شیریں)

چو فارغ شد ز شربتہاے چوں نوش　　کشید آں سرو را چوں گل در آغوش

چناں در بر گرفت آں قامتِ راست　　که نقشِ پرنیاں از پوست برخاست

به تیزی در عقیق الماس میراند　　نہالے در شگافِ غنچه می شاند

ز حلقه در دلِ شب تیر می جست　　که گلگونش بجوے شیر می جست

بپیچید و ز رم چوں قاقم برو مشت — کشیدہ چوں رمِ قاقم دو انگشت

کرشمہ کردنش بر دل شناں زن — خمار آلودہ چشمے کارواں زن

گل و شکر کہ ایں گل چہ شکر — بر و وا ماندہ بس اللہ اکبر

(بزمِ وصال)

شہ از اول بگل چیدن در آمد — دل — چو گل زاں گل بخندیدن در آمد

پس آنگہ عشق را آوازہ در داد — صلائے میوہ ہائے تازہ در داد

گہے از بس نشاط انگیز پرواز — کبوتر چیرہ شد بر سینۂ باز

حصارے یافتہ چوں قفل بر در — چو آبِ زندگانی مہر بر در

شگرفے کرد تا خازن خبر داشت — بیاقوت از عقیقش مہر برداشت

بابریق عقیق آورد جمعش — شدہ بر در بلورین طشت و شمعش

خدنگ غمزہ با پیکاں شدہ جفت — بہ پیکاں لعلِ پیکانی ہمی سفت

نگرشتہ خضر بود و شب سیاہی — کہ در آبِ حیات افگند ماہی

چو تختِ میل شد تختۂ عاج — حسابِ عشق رفت از تخت و از تاج

بضربِ دوستی بر دست می زد — دبیرانہ یکے در شصت می زد

طبرزد با نباتش ساز می کرد — زعنابش شکر ہا باز می کرد

نگویم بر نشانہ تیر می شد — رطب بے استخواں از شیر می شد

چکیدہ آبِ گل در سیمگوں جام — شکر بگداختہ در مغزِ بادام

پوری کوشش کی ہے۔

نظامی

برون آمد ز ظرفِ ہفت پردہ — بنام ایزد رخے ہر ہفت کردہ

چگویم چوں شکر تنگ اندام ست — طبرزد چہ کہ او ہم ناتمام ست

چو سروے کو بود در دامنش نوش — چو ماہے کو بود ماہ قصب پوش

مہ و خورشید با خویش در رویش — گلے از صد بہارِ مملکت بیش

جہاں افروز دلبندے چہ دلبند — بجز منہا گل و خرواریا قند

بہارِ تازہ چوں گلبرگِ خنداں — سزاوارِ کنارِ ہوشمنداں

ز خالش چشمِ بد را خواب رفتہ — ز دیدہ نقشِ او بر آب رفتہ

لب و دندانش از نور آفریدہ — لبش دنداں و دنداں لب گزیدہ

ز گوش و گردنش لولو خروشاں — کہ رحمت بر چنیں گوہر فروشاں

رخ از باغِ سمرقندی نسیمے — دہاں از نقطۂ موہوم میمے

نسیمش در بہا ہم سنگِ جاں بود — ترازوداریِ زلفش ہماں بود

عقیقِ سیم رنگش سنگ در مشت — کہ تا بر حرف او ننہد کس انگشت

کشیدہ گرد مہ مشکیں کمندے — چراغے بستہ بر دودِ سپندے

بنازے قلبِ ترکستاں دریدہ — بہ بوسے دخلِ خوزستاں خریدہ

تنے چوں شیر با شکر سرشتہ — طباشیرش برابر شیر ہشتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عروسِ دُعا بہ حجلۂ حمدِ کبریا

خداوندا دلم را چشم بگشائے	بمعراجِ یقینم راه بنمائے
برحمت باز کن گنجینۂ جود	درونم خوانِ بشادروانِ مقصود
دلے بخش از ثنائے خویش معمور	زبانے زآفرینِ دیگراں دور
در آسائیم شکر اندیش گرداں	بدشواری سپاسم بیش گرداں
اُمیدم را بجائے کش عماری	کہ باشد پیشگاہِ رستگاری

توضیح:- بغرض اختصار نسخہ حبیب کو حرف (ح) اور نسخہ جہانگیری کو حرف (ق) کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے
اور نسخہ حیدر آباد کا ذکر نہیں ہے اس وجہ سے کہ وہ نسخہ حبیب کے مثل ثابت ہوا۔ اگر نسخہ (ح) بخلاف متن میں ہے تو اس کے
مقابل متن کا نسخہ (ق) صحیح سمجھا جائیگا علیٰ ہذا بالعکس کیوں کہ ہر نسخہ صحیح کو متن قرار دیا گیا ہے۔ لف ق - بر

زرنگ آمیزیِ آں آتش و آب | شبستاں گشتہ پر شنگرف و سیماب
صدف بر شاخِ مرجاں عہد بستہ | بیک جا آب و آتش عہد بستہ

مناجات آخر کتاب

امیر خسرو

خدایا خاکِ من چوں خود سرشتی | سخن بر من بکلکِ خود نوشتی
نہ ورنہ خور بود مغزِ من بدیں بوے | تو دادی سوز بازارم دریں کوے
ازیں ہنگامہ چوں بیروں روم فرد | مگرداں گرمیِ بازارِ من سرد
چناں کن دست تخمم را نمک ریز | کہ باشد تا قیامت رغبت انگیز
چو بکشاید فردا پردۂ راز | نہ پرسی از من ایں بازیچہ را باز
چو بر خسرو سر آید زندگانی | گناہش عفو کن باقی تو دانی

دعاے سلطانی و خاتمۂ کلام

نظامی

جہاں را تا ابد شاہِ جہاں باد | ہر آنچہ امید دارد آں چناں باد
سعادت یارِ او در کامرانی | مساعد با سعادت زندگانی
سخن را بر سعادت ختم کردم | ورق کانجا رسانیدم در نوردم
روانش باد جنت شاد کامی | کہ گوید باد رحمت بر نظامی

امیر خسرو علیہ الرحمۃ نے اپنی فطری جدت اور جبلی فطانت سے کتاب کے آخر حصہ کو ایسے جملوں اور الفاظ پر ختم کیا ہی کہ ہر شخص خود بخود اس کہنے پر مجبور ہی کہ فی الواقع امیر خسرو کا خاتمہ بخیر ہوا۔ فقیر علی احمد خاں اسیر عفی عنہ

خداوندیکه حکمت بخشِ خاکست ۔ کمینه بخششِ او جانِ پاکست

دو کون از صنعِ او یک گل ز باغی ۔ ز ملکش نه فلک دودِ چراغی

رموز آموزِ عقلِ نکته پیوند ۔ شناسائی دهِ جانِ خردمند

بصارت بخشِ چشمِ پیش بینان ۔ تمنای درونِ شب نشینان

جواهر بند ناهید از ثریا ۔ چراغ افروزِ دُر در قعرِ دریا

بعنوانِ عنایت کرده تحریر ۔ حسابِ کائنات از کلکِ تقدیر

بپرده در جهان بی نیازی ۔ ارادت را عنانِ کارسازی

اگر تقدیرِ آدم گرست وگر زیست ۔ همو داند که در وی مصلحت چیست

نه دانا زو خبر دارد نه اوباش ۔ که حربا نیز کور آمد چو خفاش

تو شوخی بین که ادراک اندیش راه ۔ بجا سوی کشاده چشمِ کوتاه

ز غیرت لطمه خورده خطرناک ۔ کنون تاریک گشته چشمِ ادراک

کسی کو آدمی را کرد بنیاد ۔ کجا گنجد بوهمِ آدمی زاد

رقم کو باز نشناسد قلم را ۔ چه داند باز نقاشِ رقم را

نه دریا گنجد اسرارِ الهی ۔ نه دریا گنجد اندر گوشِ ماهی

خرد از بودِ او کی گردد آگاه ۔ کجا نابود را در بودِ او راه

---

۱ ناہید زہرہ مطربہ فلک سوم ۔ ۲ ق. عنایت ۔ ۳ ق. بحکمت اندران ۔ ۴ ق. نظری افگندہ

۵ ق. کزاں ۔ ۶ ق. قلم کو باز نشناسد قلم را، چه داند او قلم را در قلم را ۔ ۷ گوش ماہی صدف کہ بدریا پیدا شود۔

چو خود برداشتی اوّل زخاکم | مده آخر بطوفانِ ہلاکم
بعفوم شوئے تا پاکی پذیرم | بخویشم زندہ گرداں تا نمیرم
نہ دل پژمردہ دارم نہانی | تو بخشی مردگاں را زندگانی
برافروز ایں یارت خانۂ خاک | بعقلِ روشن و اندیشۂ پاک
بخوابِ غفلتم مگذار ازیں بیش | مرا خود خوابِ دیگر ہست در پیش
خیالے را کہ می بندم دریں درج | بغفلت زندگانی می کنم خرج
زہر گرمیِ ہنگامۂ خویش | سوادے میکنم در نامۂ خویش
چو گردد نقشِ ایں دیبا مکمّل | بحقّ النّار کن آنرا مسجّل
حسابِ من کہ ایں دیدن نیرزد | مپرس از من کہ پرسیدن نیرزد
کرم را شحنۂ بازارِ من کن | عنایت را کفیلِ کارِ من کن
بآمرزش امیدم تازہ گرداں | امیدم را بروں زاندازہ گرداں
چو ز آمرزش رسید امیدواری | بگو بسم اللہ اے دل ہرچہ داری

توحیدِ باری عزّ اسمہ

بنامِ آں کہ جاں را زندگی داد | خلائق را بجاں پایندگی داد

لُ ح۔ بسمل   لُ ح۔ عنوان   لُ ق۔ آں ایوان   لُ ق۔ جز تا داں   لُ ع۔ کردار   لُ ح۔ کفیلی
لُ ق۔ نبا نام   لُ ق۔ اینک تا چہ   لُ ق۔ طبیعت

ہدایت الطریق از اصل تا فرع
حوالت کرد بر دروازهٔ شرع

چو بہرِ بندگی بخشید ہر چیز
کرامت کرد شغلِ خواجگی نیز

چو شکرِ بندگی گفتن نیاریم
سپاسِ خواجگی را چوں گزاریم

نیارد مردم از چنداں کرامت
یکے را شکر کردن تا قیامت

مناجات بحضرتِ قاضی الحاجات و شمارِ انعاماتِ بے غایات

خدایا چوں بمنشورِ الٰہی
رقم کردی سپیدی و سیاہی

زبارانِ عنایت گل سرشتی
براتِ مردمی بر روے نبشتی

مثالِ ہستیِ ما ہم ز اوّل
بتوقیعِ کرم کردی مسجّل

زگنجِ بخششم ہر چیز دادی
کلیدِ گنجِ ایماں نیز دادی

کریماں کز کرم خرمن کشانید
چو بخشیدند گردش باز تانید

تو با چنداں کرم ہائے نواساز
زمفلس کے ستانی دادہ را باز

چراغم را چو خود بخشیدہ نور
مکن بخشیدہ خود را ز من دور

بہر فعلم کہ گردانی سزاوار
رضاے خویش کن با فعلِ من یار

بقہرِ نفس نیرومندیم دہ
بہر چہ آید ز تو خرسندیم دہ

زتعلیم نعمتے فرماے بے خواست
کہ امشب توشۂ فردا کنم راست

نہ آن بود ست کو نابودہ گردد | نہ مصنوع ست کو فرسودہ[1] گردد
زگرد ہستی آسودہ[2] ذاتش | زآسیب زوال ایمن حیاتش
بہ بخشش بندگان را دست گیرد | فراوان بخشد و اندک پذیرد
کسے کو ظلمت نفسش کند دور | ز توفیقش فرستد مشعل نور
وگر خواہد شب کس را درازی | کند شمعش بباد بے نیازی
چو خواہد روشنی در جان تاریک | نماید رہ بحکمت ہاے باریک
مبین خوار ار کسے گم گشتہ ساز ست | کہ دولت را در پوشیدہ در باز ست
بشکرش ہر گلوئے[3] را زبانیست | وزاں ہر ذرہ تسبیح خوانیست
بہ بیکاری عملکش[5] یک مگس نیست | تصرف در بکارش[4] دسترس نیست
نصیب ہر کہ داد از قسمت خویش | نہ کم گردد ازاں یک ذرہ نے بیش
چو داد از جانور زیور زمی را | طراز معرفت بست آدمی را
عنایت انگہی کس سو عناں داد | کہ ہم دل داد ما را ہم زباں داد
زگوہر مرد را پر کرد سینہ | زباں را ساخت گنجور خزینہ
زبان را با بقا زاں گونہ حد بست | کہ دامانش بدامان ابد بست
کفایت را بہر دم داد منشور | کہ تا زو گردد ایں ویرانہ معمور
جہاں را تا نیارد فتنہ در زیر[6] | بیازوے شریعت داد شمشیر

---

[1] ن ح۔ ہم سودہ [2] ن ح۔ پاکیزہ [3] ن ق۔ بجائے [4] ن ح۔ بکارش [5] ن ق۔ عملکش [6] ن ق۔ ہر کہ زیر

دلے دارم دریں کاخِ گِل اندود — کہ نقدے با ویست از گنجِ مقصود

زعصمت پاسبانی دہ دریں کاخ — کہ دزدِ فتنہ در ناید ز سوراخ

دلے کو نیست در دیں یار با من — اگر خود جاں بود مگذار با من

برآں کنگر کہ دارد نورِ جاوید — بدستِ من کمندے دہ ز امید

امیدم را برائے کن حوالت — کہ باشم پیروِ ختمِ رسالت

نعتِ سیدالانبیا خاتم الرسل علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام

محمد کاصلِ ہستی شد بجوش — جہاں گرد وے ز شادروانِ حجوش

چراغِ روشن از نورِ خدائی — جہاں را دادہ از ظلمت رہائی

دلِ خصماں گواہِ صدقِ او آتش — گواہی دادہ سنگ از معجز آتش

دمِ خلقش کہ جاں دادہ عرب را — فرو کشتہ چراغِ بولہب را

شدہ بر عنکبوتے سوئے غارے — مگس گیری شدہ عنقا شکارے

دو قرباں یافتہ روز زندگانی — دو زندہ گشتہ از وے جاودانی

نجیبِ کان و شیرش را بوادی — خبر ثانی و دو فرزند حادی

تحیت خوانِ دیش را بوادی — خضر ثانی و دو فرزند حادی

لنح۔ گے   لا ق۔ چراغے   لا ق۔ تشنہ

چناں دہ پایۂ ہمت بلندم | کہ از ہر دو جہاں دل با تو بندم
بیادِ خویش کن زاں گونہ شادم | کہ ناید ہیچگہ از خویش یادم
چناں دہ مردمِ چشمم مرا نور | کہ نبود ہیچگاہ از مردمی دور
چناں نزدیکِ خویشم کن یگانہ | کہ از خود دور مانم جاودانہ
مدہ بخت مرا آں شرمساری | کہ سر بر ہر درے کوبد بزاری
چناں بر عیبِ خویشم دیدہ کن باز | کہ از عیبِ کساں نارم آواز
ہوائے دل چو پیچد گردنم را | زعونِ خود توانا کن تنم را
چو افتد لاشہ در سیلاب بختم | فرو مگذار در سیلاب بختم
ازیں طینت کہ ماندم پائے در گِل | روانم کن بسوئے عالمِ دل
چو بیکاری کند نفسِ علف خوار | زتوفیقش قوی کن باز سوئے کار
بہر مویم کہ در[1] اندام روید | زبانے دہ کہ تسبیح تو گوید
بمردی کن چو شیراں زورمندم | مکن چوں سگ بشہوت پائے بندم
چو نفسِ بد کند شہوت پرستی | بدہ دستے[2] کہ بر گردد ز پستی
منِ خفتہ کہ دیوم داد بازی | بدریائے صلاحم کن نمازی
بنرمی گوشمالم دہ کہ خواب | کہ سختی را ندارم طاقت و تاب
زغوغائے قیامت دہ نجاتم | بگنجور عنایت کن براتم

[1] ن ق - بر [2] ن ق - نفسے

به دولت گیری بخت جهانگیر | لوای شرع را گرد آسمان گیر
ز هستی نور او بود اولین چیز | چه صادق بود صبح اولین خیز
قضا بر کرد چون دهلیز داوش | قیام فرض شد ذات العمادش
بجویش سلسبیل آب سبیل ست | بر ویش[1] چرخ یک نقطه ز نیل ست
بنانش خرمن مه کرده چو جو | ز میمش[2] معجزش نیمه مه نو
هدایت را بگردون برده رایت | گدایان درش صاحب ولایت
ز حکمت نامه او حی کلامش | باعلی پایه ادنی مقامش
ندارد هفت مرد و چار زن نام | مگر زان شاه هفت ایوان و نه بام
بران آیینه دل حب ست آه | که در معراج او شک را دهد راه
دل خسرو که هست آیینه کردار | ز زنگار شکش یارب نگهدار

وصف معراج شهسوار میدان دنی فتدلی و یکه تاز عرصه قاب قوسین او ادنی

سخن آن به که بر احمد بندی | ز معراج نبی یابد بلندی
رهی کاسمان را پایه داده | رکابش عرش را پیرایه داده
شبی تنگ آمده زین حجره تنگ | ز پستی سوی بالا کرده آهنگ

---

[1] نسخه - بر رویش [2] نسخه - ز میم

نجیب کون و نبیرش را بوادی — خبر ثانی و دو فرزند هادی

نجیب کون و نبیرش را بوادی — خضر ثانی و دو فرزند هادی

گمش آهو سخن گو و سگے شیر — گمش حجت زبان و نگاه شمشیر

طراز خاتمت نقش نگینش — کلید نه فلک در آستینش

شکوه آفتاب از پایهٔ او — بجز وی هر که باشد سایهٔ او

ہمیں بود انگویم سایہ یارست — دگر هر کس که بینی سایه دارست

بدانسان گشته در وحدت یگانه — که نا گنجید خود هم در میانه

در احمد از احد کامل جمالیست — چو احمد بے احد شد صفر خالیست

بنام احمد اندر سجده نه بام — که مر حم سجده است اندران نام

کتاب انبیا کامد ز پیشی — همه بر نامهٔ پاکش حواشی[1]

ملایک خوانده شمع آسمانش — دخان و نور روشن از دهانش[2]

نوشته از دخان پرنور خورشید — دخانش نور بل نور علی نور

ز مویش چرخ را منشور لولاک — ز نقش کعبه را زنجیر افلاک

مسیحا از دم خود رفته جایش — خضر از آب حیوان شسته پایش

برای اقتلوا الله غضب را — بموج فاستقم خوانده ادب را

که امّی ناخطش در دهر بنانے — که از نون و القلم نه بد نشانے

---

[1] اما ز خویشی ۱۲ — [2] ن ق - از زبانش — ن ج - گدائے

چو طی کرده بساطِ چرخ نیلی | بساطش گشته پرِ جبرئیلی

بمرکب داریش ناموسِ اکبر | خراماں گشته چوں طاؤسِ اخضر

بهمراهی چو دامن را شکسته | ز سدره خارش اندر پا شکسته

از انجا میلِ میکائیل کرده | ازو منزل با سرافیل کرده

بعزرائیل نیز ارکانِ عالم | نموده کیمیائے جانِ عالم

بر فرقِ[۱] خود بفرقش سایه داده | زپائے خود بکرسی پایه داده

کشاده بندِ نعلینِ فلک تال[۲] | ازو در ساقِ عرش افگنده خلخال

چو پا از عرش بالاتر نهاده | متاعِ خاک را بر در نهاده

ز راهش گرد وهم از پیش و پس خاست | جنیبت[۳] جهت کرده از چپ و راست

گزشته از حدِ بالا و زیری | بملکِ لامکاں کرده دلیری

شده عین الیقین را قرة العین | گزشته همچو تیر از قابِ قوسین

گریبانِ جهت را پاره کرده | جهانِ[۴] بے جهت نظاره کرده

شده نفس از سلامِ[۵] غیب شادش | حدیث از نفس کرده خیر بادش

چو کرده وعدهائے لطف در گوش | نکرده[۶] زیر دستاں را فراموش

---

[۱] نسخہ - ز زلف خود بر فرق   [۲] ق - بال   [۳] نسخہ - جیش چپ داده و از راست در راست

[۴] جہاں بے جہت - مقام لاہوت کہ محل ذات است   [۵] سلام غیب - تلمیح بہ انعام الٰہی (اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ) کہ شب معراج از عالم غیب ارشاد شدہ   [۶] تلمیح بہ (اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ) کہ حضورِ اقدس امتِ مرحومہ را دراں انعام شریک نمودہ

رسیده پیک حضرت با پر نور[2] — براق غیب سنج آورده از دور[1]

همائے جلوه در شه باغ کرده — به نرگس سرمهٔ مازاغ کرده

دوال چابکان ناسوده دوشش — صفیر رایضان[3] نشنوده گوشش

ز اختر لیک ز اختر پاک جان تر — ز گردون لیک از گردون روان تر

زمین تا آسمانش نیم گامے — ز گامش سیر گردون نیم وامے[4]

شده بر پشت آن رخش جهانگیر — سوار آسمانی آسمان گیر

دران ره کش قدم تا دور می خاست — همی رفت و غبار نور می خاست

نخست از بیت اقصی در گشوده — باقصی قبلهٔ دیگر نموده

چو در محراب اقصی ریخته نور — جنیبت رانده سوئے بیت معمور

لبش کرده بچندین[5] رشته در — گریبان مه و جیب فلک پر

ز شادی زهره بربط گیر گشته — عطارد چشم بد را تیر گشته

چو دیده پرتو آن نور جاوید — نجواهش بر زمین غلطید خورشید[6]

سیاست در کف بهرام داده — سعادت مشتری را وام داده

براقش چون بکیوان در رسیده — ز نعلش گوش چون هندو بریده

ثوابت راه او از دیده روبان — دو دیده در رکابش پائے کوبان

۱ق - از دو دور　　۲ق - از نور　　۳ رایض چابک سوار ۱۲

۴ق - تیز گامے　　۵ق - بجنده　　۶ح - ناهید

نگنجیده جبینِ آں یگانه — درونِ نه کلاهِ[1] صوفیانه

ز دیوانِ ازل وجهِ خطابش — ز میراثِ نبی کاملِ نصابش

دمش گنجینهٔ تحقیقِ یزداں — جبینش آفتابِ صبحِ خیزاں

دو کون از بهرِ خویش از غیب جسته — به آبِ دیده دست از هر دو شسته

کراماتش که بیش از ممکنات است — به معنی توأمانِ معجزات است

به سیر و طیر[3] همت کرده در کار — که در سیر اوج هم در طیر طیّار[2]

همش سهمِ سعادت شسته در دست — همش سرِّ یدُ الله چوں کفِ دست

به دیده رازِ چرخ از چشمِ سینه — چو صورت در حجابِ آبگینه

غلط کردم کش از بینائیِ خویش — حجابِ آسماں هم نیست در پیش

پناهِ مقبلان و مدبراں هم — سرِ صاحبدلان و بیدلاں هم

مریدانے که پیشش دست بسته — به سیلی گردنِ شیطاں شکسته

بجاید چوبے از دندانش مانک — ثریا را بداده سدره مسواک

بکنجِ خلوتش کز خلد راهی است — عروسانِ بهار را جلوه گاهی است

در آں حجره که تیرش بود در قوس — بپائے بیضهٔ مرغانِ فردوس

بسقفش کرده جبریل آشیانه — ملک در صحنِ او گنجشکِ خانه

---

۱ نه کلاهِ صوفیانه: غالباً نه خانوادهٔ مشهورِ صوفیه ۲ قدح: عیب ۳ سیر و طیر: رفتار و پرواز، مقامِ عروجِ اهلِ سلوک که اهلِ الله در فضائے لاهوت سیر و طیر نمایند۔

دعائے کز درِ رحمت شنیدہ ۔۔۔ ازاں سو خواندہ و زیں سو دمیدہ

چو مالا مال گشت از نعمتِ پاک ۔۔۔ بہ بذلِ نعمت آمد جانبِ خاک

بیاراں کرد رحمت شرذہ درشت ۔۔۔ ز سیفورِ عنایت شقہ در بست

برید از ذیلِ خلعت رقعہ چند ۔۔۔ بدرویشانِ مسکیں داد پیوند

بداں پیوند کرد از تیز ہوشی ۔۔۔ گناہِ عاصیاں را پردہ پوشی

اگر امت بعصیاں راہ دارد ۔۔۔ شفاعت را حوالتگاہ دارد

حوالت گاہ از عونِ الٰہی ۔۔۔ کہ بخشایش کند چنداں کہ خواہی

براتِ رحمت از غیب انس و جاں را ۔۔۔ خطِ آزادیِ آتش جہاں را

مثالِ آسماں بر دشمن و دوست ۔۔۔ کہ شیخِ من مبارک نسخۂ اوست

مدحِ شیخ الاسلام نظام الملک والدین علیہ افضل تحیۃ الصلوٰۃ والسلام

نظام الحق نبی را بازوئے راست ۔۔۔ کہ چرخ از رفعتش عطفِ[۱] مصلّاست

بہر حرفے فلک را کیسہ پرداز ۔۔۔ بہر کارے قضا را محرمِ راز

ولایت دارے از توقیعِ درگاہ ۔۔۔ ولایت نامۂ اولیٰ مع اللہ

یکے دور از کلاہش آسمانست ۔۔۔ اگرچش[۲] سر بزرگی در میانست

---

[۱] عطف: بفتح اوّل پیچ و شکاف جامہ و مصلا ۔ [۲] ق۔ اگرچہ

خضر کش داد آب از چشمهٔ خویش — نخورد[1] از چشمهٔ خویش آب خود بیش

بدین خوبی زلال خوشگواران — چه می‌ریزی بهر خاکے چو باران

بجام شاه ریز این شربت ناب — که اسکندر شناسد قدر آن آب

علاء دین و دنیا شاه والا — بزیر چتر ظل حق تعالی

ستاره رایتش را خفته در زیر — فلک با حملهٔ او کند شمشیر

بتیغ اسلام را پیرایه کرده — جهان را ز آفتابے سایه کرده

دل خصمش نه سنگ سست زیر است — که مقناطیس پیکانهای تیر است

کسے کز جاں نباشد شکر گویش — زبان شمشیر گردد در گلویش

کسے کو جست جانش را خراشے — تنش را گشته هر مو دورباشے

فلک لرزیده[2] بر وے شام و شبگیر[3] — چو بر فرزند زیرک مادر پیر

دل پاکش که هست[4] از کینه معصوم — بهیجا آهن و در بزم چون موم

گرفته ز انجم اختر کلاهش — گرفته مشرق و مغرب سپاهش

فلک را کرده بخشش هفت جا برج — جهت را داده میدانش ششدر[5] طرح

درش[6] پیدا و دربان ناپدید است — درش بی قفل و قفلش بے کلید است

---

[1] شرح - بخورد آب زلال از چشمهٔ خویش [2] ق - گردیده [3] شبگیر از لغات متضاده بمعنی شب و سحرگاه و درینجا بمعنی آخر رات است [4] ق - گشت [5] ششدر باصطلاح نردبازان داو - و ششدر طرح دادن مات کردن و مغلوب نمودن [6] شرح - درش بے آهن و در بے کلید است -

بجایش کز بزرگی تخت مانند — بزرگانش بہیچ خرد خوانند

گر از مشتهر شبے چرخِ روان را — بپیش روشن نگشته انس و جان را

قدمگاہش بوہم اندر نیاید — کہ پے بر روئے دریا بر نیاید

بہر چشمے کہ در راہِ امید ست — زخاکِ پائے او کحلِ سپید ست

دران درگہ کہ دولت را مدار ست — طریقت را طریقِ نامدار ست

نہ تنہا خرّم ست از وے سنجان — کہ مردم تن بہ تن ناچار بر جان

دل از نورِ حضورش باد معمور — جزیں نورِ حضور از ہمتش دور

مدحِ سلطان علاء الدین محمد شاہ

چو در بخشا در برمن خازن[1] از — ز دل گشتم چو دریا گوہر انداز

ہمہ دل چوں خرد شد مشتری ہوش — ہمہ تن چوں صدف گشت آسماں گوش

زعطر افشانیِ باکورۂ[2] غیب[3] — معنبر شد جہان را دامن و جیب

عطارد بر من آمد خاک بوساں — خطے بر دست چوں زلفِ عروساں

کہ گردوں دادت ایں فرخندہ منشور — کہ اقطاعِ دولت شد بیت معمور

مسیحت خواندہ روح اللہِ ثانی[4] — نفس بستان ز روح اللہ کہ دانی

---

[1] ق- تن [2] باکورہ میوہ نو رسیدہ کہ پیشتر از ہمہ انواع خود پختہ شود و باکورۂ غیب شاہد رعنائے سخن کہ از فیض مبدء فیاض بر زبان اہل سخن جلوہ کند [3] ق- از غیب [4] روح اللہ ثانی شاعر معجز بیان کہ بخاطر حسن بیان مضامین نو بنو را زندہ گرداند و در مصرعہ دوم مراد از ممدوح است۔

ز بهرِ سجده پیشش گاه و بیگاه — کلاه[1] افگنده هم خورشید و هم ماه

مه و خورشید معزولند ازان نام — که نورِ رویش افتد صبح تا شام

بخاکِ پاے او چرخ آرزو سنج — چو درویشِ حریص از فکرتِ گنج

بدرگاهش[2] بضعفِ پیل زوران — سلیمانان کمر بسته چو موران

شده کج بر درش کیخسرو و جم — چو ابرو خم نگشته ابرویش خم[3]

چو هنگامِ لبِ ساغر مزیدن ق — نسیمِ خُلقش آید پر وزیدن

بصحرا[4] نیشکر بے بند گردد — نبات[5] زهرِ شاخِ قند گردد

چو در می خوردنش مستی حرام ست — حلالش باده هر کش بکام ست

جهان بانیست آں سنی می پرستی — که پاسِ عالمے دارد بمستی

بشادی چوں نخسپد ش جهانی — که دارد همچو سلطان پاسبانی

رعیت را ز امن از خواب کم نیست — چو بیدار ست بختِ شاه غم نیست

بلادِ فتنه با هم خواب[6] دارند — قضائے عهدِ ماضی می گزارند

چو غافل خسپد از پاسِ شبان میش — بخوابے هم نه بیند گرگ در پیش

نه شه بیدار تنهائی[7] ست بخت — که هم خرسند ست هم رایست هم بخت

دلش چوں تخت حکمت سگالد — فلاطون را بحکمت گوش مالد

---

[1] سرنگوں [2] ق۔ بزرگانش [3] ق۔ هم [4] ج۔ بصحرائے شکر [5] بنا تنگی کج بشد
[6] ج۔ هم کیں [7] ج۔ رعنائی

نهاده سر بسر گنج و درم را | کلیدش داده گنجور کرم را

به بخشش هر کفش معمار عالم | هر انگشتش کلید کار عالم

رضائے حق بتسلیمے خریده | دعائے را باقلیمے خریده

ره دیں بس کز و بیخار مانده | سلاح غازیاں بیکار مانده

زبانش کز گزند آزاد زاده | فلک را توبه بیداد داده

زخون خود بعهدش تیر خونریز | دهاں بسته چو بیماراں بپرهیز

چو عدلش ذره ذره فاش گشته | دهان فتنه پر خشخاش گشته

زعدلش جان مظلوماں سحرگاه | فرامش کرده تیر اندازی آه

ترازو نیست انصافش جهانگیر | که هم سنگست در وے چاکر و میر

زمیں را دور او بس کز میاں رفت | همه جا دزد مرد و پاسباں خفت

جهاں از خلعت امن آں چناں شاد | که تیغ از ننگ عریانی شد آزاد

همیشه خشمش در چاره سازی | بظالم سوزی و عاجز نوازی

سیاست را چو در دل راه کرده | تحمل را شفاعت خواه کرده

برآرد آفتاب از خاکیاں دود | لوایش گر نه بخشد ظل ممدود

فروغ لعل خورشید از نگینش | طلوع صبح اقبال از جبینش

لہ ح. سوبسو   لہ ق. قلم   لہ ح. زناور از گزند   لہ ق. تیغ   لہ ح. فتنه را بر جاش

لہ اے دهان فتنه خاموش شد زیرا که از خشخاش ساکن بودن هست   لہ ق. بخشش آئینه   لہ ح. بیداد

چنین دولت نصیب جان عاشق تست ۔۔۔ کہ نگذارد عنانت یک زمان شست

نگویم کت ز بختست ارجمندی ۔۔۔ کہ خود بخت از تو دارد سربلندی

نگویم زیر حکمت شام تا روم ۔۔۔ کہ گوئی دل بدستت مہرۂ موم

کلید تیغت از فتح عدو بند ۔۔۔ گشادہ عرصۂ دوران و دربند

سنانت کوہ را سوراخ کردہ ۔۔۔ خدنگت موئے را صد شاخ کردہ

ترا ہر چند بر عشرت و نوش ۔۔۔ عروس ملک باشد اندر آغوش

ولے بکر مرا گز روئے زیبا ۔۔۔ ق ۔۔۔ ولے در سینہ نگذارد شکیبا

تماشا کن کہ گر ارزد بچیزی ۔۔۔ سریر شاہ را باشد کنیزی

ز احسان خودش بخشی ارجمندی ۔۔۔ ہم او را ہم مرا دہ سربلندی

کہ تا چون جلوہ درگاہ یابد ۔۔۔ بشادروان عزت راہ یابد

گرش بخت گردد گرد درگاہ ۔۔۔ وگرنہ خاک روبد بر گذرگاہ

ز بخت چون تو دوری گرچہ بخت ست ۔۔۔ درین خاک نشستن نیز بخت ست

قبولی بخشدش گیتی خداوند ۔۔۔ کہ یابد با دل پاک تو پیوند

کہ تا زان یک پذیرفتاری خاص ۔۔۔ شود بر فرق ہر داننده رقاص

فلک را ماجرائے کار گردد ۔۔۔ زمینش را مخزن اسرار گردد

---

[1] ش - کلید فتحت از تیغ عمرو بند ۔ [2] ح حصار و دروازہ ۔ [3] ح - خاک ۔ [4] ح - تخت

[5] ح - بیا زوے جہان خوار گردد ۔

ز موجِ خاطرش در قعرِ طوفان — فرو رفته جهانِ فیلسوفان

تو جرأت بین که من زین رشته دُر — زنم دم پیشِ دریائے چنین پُر

ولیک این دُر ز بهرِ اندرپائے شاهیست — که لطفش آب و حسنِ گوشِ ماهیست

چو بارانِ کرم وادِ صدف داد — قضا زان نطفهٔ پاک این خلف زاد

کنون این زادهٔ گوهر تمام است — مرا فرزند و سلطان را غلام است

چو یابی پیشِ آن سلطانِ کونین — محلِ خاکبوس اے قرة العین

در آندم کاسمان سوئت کند گوش — مکن اندر زمانش مارا فراموش

چو دولتمند گردی در همه چیز — در آن دولت مرا یاد آوری نیز

درین دولت ز یزدان یاریت باد — ز لطفِ شاه برخورداریت باد

خدایا تا مدارست آسمان را — مکن زین بادشا خالی جهان را

فلک چون خاتمش زیرِ نگین باد — کلیدِ عالمش در آستین باد

در خطابِ زمین بوس

زهی در ملکِ دین فیروزیِ تو — جهان را طالعِ بهروزیِ تو

تونی آوازهٔ آفاق سنجت — بهفتم چرخ نوبت کرده پنجت

مرائے کان شاهان دستکم ده — نشسته منتظر کش کے کنی یاد

۱؎ ح۔ گز ۲؎ ق۔ محراب ۳؎ ح۔ زمین ۴؎ ق۔ زدولت ۵؎ ح۔ کس

ولے خام اگرچہ او پیریست هم رفت | همان ناپخته باشد گر بشکم رفت
همه عمر اگرچه دُرِ نظم سفتم | چو رفت از گوشها گوئی نگفتم
دریغا آنچه کردم زین ورق یاد | قلم برآب راندم تیشه بر باد
ز اسبابے شود تصنیف پاک | چو نقش هندسی بر تخته خاک
دگر لایق نمی باشد به تعظیم | زمانے بگذرد از حکم تقویم
چو محکم سکه باشد بفرهنگ | بماند جاودان چون نقش بر سنگ
من از خود دور اگنم زین سکه نامی | بنحو ورکے رسد ملک نظامی
چو اوّل تیز بود الماس گفتم | گهر بگذاشتم خرمهره سفتم
کنون کز مهره کردم لعل ازرق | زسفتن باز ماند این طبع احمق
بلے دل گر سخن بخشد سخیست | گهے دریا دهد گه قطره هم نیست
چو در دریا رود جوینده دُر | گہے مشتش تهی باشد گہے پُر
بدُر سفتن چو دستم نیست گستاخ | ضرورت می کنم خرمهره سوراخ
گر این مهره است در روز تمیست | نه ترسم چون پذیرنده کرمیست
گرفتم سر بسر خود عیب ناکست | چو تو پوشیده عیبی چه باکست
اگر کالا بصد عیب ست در خور | هنرمندِ خردمند و جوانمرد
متاعے کان کسادِ جاودان یافت | خریدارش به از تو کے توان یافت

لہ ح۔ انچہ ۲ے ح۔ خم ۳ے قلم برآب راندن۔ کارے بے سود کردن ۴ے ح۔ بر ۵ے ح۔ نقشِ قلم

بزرگاں خازنِ کالاہاش خوانند | حکیماں عیسیِ جانہاش خوانند
شہاں شانند بر چشمِ سیاہش | سراں سازند تعویذِ کلاہش
سخندانے کہ دارد ذوقِ جانی | ہمش جاں خواند و ہم زندگانی
چو زیں گونہ در آمیزد بجانہا | چو جاں پایندہ ماند بر زبانہا
سخن باید کہ در جاں جائے گیرد | کہ چوں پیوند جاں یابد نمیرد
سخن ہائے بسے گویندہ زاں مرد | کہ نتوانست پی در ملکِ جاں برد
حدیثے کو نہ در دِہر زبانست | نشاید زندہ خواندن گرچہ جانست
سخن چوں کس نخواند مردہ خوانش | وگر ہست آبِ حیواں در دہانش
تنِ مردم کہ یک جانش دروں ہست | قیاسِ زندگیش از حد بروں ہست
سخن گر ہشت صد جاں باشد ز حد بیش | حیاتش تا چہ حد باشد بیندیش
من ار لافے زنم در نامۂ خویش | شناسم دست بافِ جامۂ خویش
کزاں سرمایہ کو با جاں زند کوس | ندارم ہیچ فردا من جز افسوس
چہل سال اندریں بستاں زدم گام | نخوردم میوۂ کش خوش کند کام
بریں نخل زند دل بستن نہ راہ ہست | کہ ایں چل سالہ طفلِ ہشت ماہ ہست
رہا کن تا شود آں زادہ ناچیز | کہ نابالغ بود بعد از چہل نیز

ن ح - کہ ہست آبِ حیات آب دہانش   ن ح - کش   ن ح - دست بخت خامہ

ن ح - ہفت

گرفتی این جہاں را از معانی — گر آں عالم بگیری ہم توانی

ز تو بر دُرفشانی دل[۱] نہادن — ز من بند از دلِ دریا کشادن

ز تو طالع شدن نیک اختری را — ز من بر زدن بشارت مشتری[۲]

ز تو خوش خوش خورشید[۳] آغاز کردن — ز من گوشِ عطارد باز کردن

ز تو گردن[۴] کشادہ صبح بر جیب — ز من دادن بتو نو بادہ غیب

ز تو بر مفلساں بخشندہ بودن — ز من بر گنجِ عالم رہ نمودن

ببند از بیم تنگی محکم انگشت — کہ داری کیمیائے غیب در مشت

دہانے داوت این گردندہ دولاب — چرا داری دریغ از تشنگاں آب

دریں چشمہ محیطے یک دم آید — بلوئی نیست کز خوردن کم آید

زکا دیدن چو چشمہ بیش گردد — زلالش ہر زمانے بیش گردد

برون ریز آب برچہ از خود بود شور — کہ چہ چوں چشمہا بندد شود کور

عروسے را برون آر از عماری — کہ خورشید آیدش در پردہ داری

ہمش دیبا ببر باشد ہم اکسون[۵] — گہ افسانہ سراید گاہ افسوں

برفق از چشم نیکانش نظر خواہ — کہ چشمِ بد نیابد سوئے او راہ

جواں مانند بعمرِ جاودانی — بعیش و عشرت و در کامرانی

---

(۱) ح - با — (۲) شعر خوانی و سرود — (۳) ح - گردوں — (۴) ق - کہ فیض دم دم

(۵) بحرکات ثلثہ قسمے از پارچہ ابریشمی کہ سیاہ باشد۔

بامیدے کہ دیدم درخورِ تو | بضاعت باز کردم بر درِ تو

ز تو بہتر نمی یابم خریدار | تو دانی خواہ بستاں خواہ بگذار

الا تا روز را با شب درنگیست | زمانہ گاہ رومی گاہ زنگیست

بروم و زنگ بادت پادشاہی | بفرمانت سپیدی و سیاہی

مظفر بادت از دولت نشانہ | مبادا یک زماں بے تو زمانہ

سپہرت رام در عالم کشائی | خدایت یار در کشور خدائی

دلت بر آرزوہا کامراں باد | ہر آنچت آرزو باشد ہماں باد

گفتار در پرورشِ ایں داستاں

شبے کاقبال را طالع قوی بود | ق | سعادت کارسازِ خسروی بود

درآمد خازنِ دولت بہ پیشم | قوی کرد از بشارت ہائے خویشم

بخواہش گفت کای نظمِ چو بیت | گرفتہ گوش جانش آوردہ سویت

مرا بپذیر و خاصِ بندگی کن | بفرخ روزِ من فرخندگی کن

ازیں مشیت کہ یاری بودم از دور | چو خورشیدے کہ بر خاک افگند نور

نگر گر یاریِ من تافت تا قاف | چہ گنج افشاندی از فکرت باطراف

کنوں کز بندگی می بوسمت پائے | دو عالم بندہ گشتت حکم فرمائے

---

۱ اے نشانہ مراد تو — ۲ ق. دولت — ۳ ج. من

گرفتم از تو خلقے شد کلہ پوش / نشاید پائے خود کردن فراموش
کلاہت نزد من بر زرد پشیزی / کہ محتاجت نیم در ہیچ چیزی
تو محتاج منی از روئے تمیز / وگر پرسی کلہ دارانِ تو نیز
سرے را بے کلہ آزار نبود / برنجد پا اگر افزار نبود
ہمیں گرچہ قیمت بیش باشد / برختِ سہل حاجت بیش باشد
اگرچہ قیمتِ ترکاں بود بیش / برد ہندو ہم آخر قیمتِ خویش
سخن فی الجملہ گر لعل ست ور سنگ / برون خواہم فشاندن زین دلِ تنگ
خردمندی کہ گفتارے شنید ست / فسونِ جادوئے پیشینہ دید ست
یقین دانم کہ چوں بیند درین حرف / بکم قدری کند قدرم از حرف
ببخشد گر نہ با آں ہم عنانست / منش مخدوم دارم کانچنان ست
چو پیچد دو تنندہ در یکے پود / اگر زنجیر باشد بگسلد زود
بموئے بگسلد تا خصم تارم / اگر سختش کند ابریشمش گذارم
برنجند ابلہاں از ہوشمنداں / کہ سنگ آسنگ تواند خورد دنداں
چہ باک از ناوک اندازِ غرض گیر / چو من از جاں شدم پرخاشِ آں تیر
بمرغِ سنگ خواراں کو زند چنگ / فراخش کردہ باشد روزیِ تنگ
بجانم زین دلِ بے حاصلِ خویش / کہ پیش آں گل افشانم گلِ خویش

لے بکسرِ اوّل بیں و بعد

من ایں پیغام کز دولت شنیدم | چو دولت سر بگردوں بر کشیدم
فگندم مرغِ ہمت را بہ پرواز | دلِ گم گشتہ را در دادم آواز
درِ دُرجِ جواہر باز کردم | ز دل بر لب نثار انداز کردم
اُمید از ہمتم بالشٰے شگرفست | کہ بازوئے ہنر اکارے شگرفست
گر آید گوہرے در خورد گوشے | ستد از دامنِ گوہر فروشے
وگر نبود چناں شایستہ چیزے | ہم ارزد نیز در وانا کم پشیزے
خرد مند ار نخواند از ملالش | چو فالی بیند از معنی خیالش
بونداآخر چو من نیز ابلہے چند | کہ ہم زافسانہ گردند خرسند
نداند چوں کسے افسونِ جانی | بافسانہ گذارد زندگانی
شتر کو سوئے نخلستاں زند گام | اگر خارے خورد ہم خوش کند کام
نہ در عالم ہمہ خوش اختیار ست | کہ زشتی نیز چوں خوبی بکار ست

حکایتِ کلاہ دوز

کلہ دوزے ز شغلِ خویش روزے | ہمی زد خندہ بر کفش دوزے
بعذرش کفشگر گفت اے سرافراز | بتقویم کہن چندیں مکن ناز
بپاسخ من تو ام غذرے تو خواست | کہ پا افرازم ار داں کردہ ام راست

لٰہ ج۔ بلوے | لٰہ ج۔ کتا روزی مراد وزی چہ حرف است

نخواہم دل کہ بیش اندیش باشد — کہ از بیشی خصومت بیش باشد

چو بازاں شو بکم گوئی فسانہ — مگو بسیار چوں کنجشکِ[۱] خانہ

نظامی چوں سخن ناگفتہ نگذاشت — ز خوبی گوہرے ناسفتہ نگذاشت

مرا بادِ ہوس گر جنبشِ گرم — ربود از پیش بخشش برقعہ شرم

چو نگذارد کہ بر خود گیرم آں جوش — صداع اندکے ہم باے ہم آگوش

دماغ از گفتِ ناخوش گیرد آزار — دلِ اندک تواں زد چنگ بسیار

ز حلوا لقمہ برگیرد ہمہ کس — ز شکر کہ در نوالہ قطرۂ بس

دراں گنجے کہ بست از گنجہ بنیاد — دگرگوں کرد گنجورِ دگر یاد

من از وے چیدہ ام پیرایہ چند — دریں گنجینہ خواہم کردنش بند

کہ ماند تا قیامت پیکر آرائے — عروسِ عالم از وے فرق تا پائے

خداوندا چو زیں فرزندِ چالاک — مبارک روئے گردد مادرِ خاک

چنانش دہ فروغِ جاودانہ — کہ باشد مردمِ چشمِ زمانہ

نہد از ظلمتِ خاک از روائی — بہر خانہ چراغِ روشنائی

دریں حرفم گرفت خلق پیش است — گرفتاریم خود ز اندوہ بیش است

در آموزم بہ تلقیں در ہمہ چیز — جوابِ خویش زانِ دیگراں نیز

گواہی میدہد دل زاں سلیم — کہ در حضرت قبول است ایں تعلیم

۱؎ کنجشکے بخانہا ماند۔

خرد بیخود شود زین نقش بینی ‌ ‌ ‌ ‌ که زنگی غازه مالد پیشِ چینی

زند صد قهقهه کبک اندرین باغ ‌ ‌ ‌ ‌ که با طاوس رقاصی کند زاغ

بخندید ان درآمد خر بآواز ‌ ‌ ‌ ‌ چو بوقی پیشِ طنبوری کند ساز

کشد چون کوسه بر ریش آوملان ریش[1] ‌ ‌ ‌ ‌ دو موئے را در اندازد به تشویش

در انصاف ست خوبی و تباهی ‌ ‌ ‌ ‌ چو رفت انصاف میگو هرچه خواهی

ولے چون جوشش طبعم گرم خیزست ‌ ‌ ‌ ‌ خرد را در هوس بازار تیزست

درون سینه رخنه شد زین آب خیزم[2] ‌ ‌ ‌ ‌ خلاصم نیست تا بیرون بریزم

چو دیگ از گرمیِ خود گشت جوشان ‌ ‌ ‌ ‌ کف از کامش برون ریزد خروشان

چو سیلے بر نگنجد در گذرگاه ‌ ‌ ‌ ‌ ز زیرِ پل کند بالای پل راه

چو در کهسار دارد چشمه جا تنگ ‌ ‌ ‌ ‌ شگافد سنگ و بیرون آید از سنگ

دلا چون غنچه لب بستن نه کارست ‌ ‌ ‌ ‌ برون ریز ار بخاطر خار خارست

مگر خارے بود کو گل برآرد ‌ ‌ ‌ ‌ نشاطے در دلِ مرغان درآرد

گلے تا نشگفد زین خار خام ‌ ‌ ‌ ‌ چگونه بلبلان را چشم دارم

بکار آرم کنون طبعِ گهر ریز ‌ ‌ ‌ ‌ بجان کندن کنم پولاد را تیز

عجب نبود گر از کاویدنِ سنگ ‌ ‌ ‌ ‌ گرامی گوهر سیم[3] آید فرا چنگ

ورق در پیچم از بسیار گفتن ‌ ‌ ‌ ‌ که در سفتن به از خاشاک رفتن

---

[1] ریش کشد - بیخ کند ‌ ‌ [2] آب خیز - سیلاب - طغیانی آب ‌ ‌ [3] ح - یم

ز مینی ہنرِ آں اُستادِ چالاک — کہ خود خاک افگند بر تختۂ خاک

دریں پردہ نشاید نقش بینی — کہ نابینا نہ بیند نقشِ چینی

مگر ایں تیز رو چرخِ[2] کلال ست — کہ حاصل زیں ہُوس مشتِ سفال ست

ورق چوں بشکند عقل از چنیں جا — کہ چرخ انجا نماید کاسہ اینجا

کہ گر داں کاسہ گر زد نیست ایں ساز — دگر او ساخت چونش بشکند باز

بباید خاک را منزل بریدن — ازینجا بر فلک نتواں پریدن

ملک شو تا ستانی از فلک داد — کہ ایں تختہ نخواند دستِ آدمی زاد

تو پنداری کہ عالم جز ہمیں نیست — زمین و آسمانے بیش ازیں نیست

ہمیں گر بی کہ در گندم نہان ست — زمین و آسماں در نے نہان ست

برآں کنگر کہ قدرت را کمند ست — چنیں لشکر خدا داند کہ چند ست

چہ آگاہی کہ شب گردانِ ایں راہ — کجا دارند ہر شب نوبتی گاہ

ہماں بہ کیں ورق را در نوردیم — بگردِ فکرِ بیجا اصل نگردیم

فرو بریم ایں خورشید سایہ — سریرِ عرش را بوسیم[3] پایہ

ولا در دامنِ اسلام زن چنگ — کہ او دارد کلیدِ ہفت اورنگ

برافروز از توانی مشعلِ نور — کہ شب تیرہ ست و مرکب لنگ و رہ دور

گرفتم خود بجدولہائے مرقوم — ق — ہمہ احکامِ انجم گشت معلوم

۱ن ق - خود زد   ۲ آلہ کوزہ گراں کہ اورا چاک گویند   ۳ن ق - سائیم

در بیانِ کواکب و افلاک فرماید

گر آگاہی خبر گوی اے خردمند — کہ چوں میگردد ایں گردندہ چند

چہ مشکل ست ایں گوی بالا گہے زیر — کہ سیرش[1] زود بینی ماندنش دیر

چہ گونہ ست ایں بساطِ ظلمت و نور — کہ گاہی مشک بیز و گاہ کافور

اگر منزل زمیں شد آسماں چیست — دگر عالم ہمیں خاک ست آں چیست

کجا سر دارد ایں گردندہ دولاب — خیالست اینکہ مے بینیم یا خواب

دریں چرخہ[2] نظر کردند بسیار — سرِ رشتہ نشد بر کس پدیدار

ہمہ جستند و گنجینہ نہاں ماند — ہمہ خوردند و دریا ہمچناں ماند

بسے اندیشہ را دادند پرواز — ازیں گنبد بروں نگذاشت آواز

دگر بیہودہ فریادے کند کس — صدائے باشد اندر گنبدی بس

زمینے کے شناسد کاسماں چیست — کسے کاینجاست کے داند کہ آں کیست

قدم تا بر فلک نتواں نہادن — فلک را چوں[3] تواں مشکل کشادن

دریں اندیشہائے پیچ در پیچ — دروغ افسانہ بینی دگر ہیچ

نہ بینی[4] راستی زیں کژ حروفاں — کہ بر ناید کلوخ از قعرِ طوفاں

کجا داند فلک را مرزِ تقسیم — دو نقشِ ہندسی بر لوحِ تقویم

---

۱ ح۔ گشتنش ۲ چرخہ۔ آسماں ۳ ح۔ کے ۴ ح۔ نیابی

کجایند آں جوانمردانِ چالاک — کہ پیش از ما فرو رفتند در خاک

ازاں منزل نیاید کاروانے — کزاں گم گشتگاں گوید نشانے

چہ نازک بر دمید ایں لالہ در باغ — مگر از خوبرویاں[۱] دارد ایں داغ

ازاں خوش رستہ ایں گلہائے خود روے — کہ از خونِ جواناں دارد ایں بوے

بناں اے بلبلِ مہجور ماندہ — بیادِ دوستانِ دور ماندہ

دریں دوراں کہ سر تا سر خمار است — کسے کو مست باشد ہوشیار است

نہ آں مستی کہ چوں از سر زند جوش — ازاں خر در خروش آید بیک نوش

ازاں مستی کہ چوں نو کرد بنیاد — سروشِ غیب گردد آدمی زاد

پس از جامے کہ یک قطرہ بہ مینا — نبخشد تا نہ گرداند نگوں سا

برافروز از شرابِ شوق سینہ — کہ ہست آں آفتاب ایں آبگینہ

مباش افسردہ چوں کرمِ شب افروز — کہ آتش پارۂ بینند بے سوز

جز از پروانہ نیاید عاشقی خوش — کہ پا کوباں رود بالائے آتش

خدایا ہر کرا بوسیت زیں باغ — زیادت کن دلش را آتشِ داغ

دعائے عاشقانہ و فضائلِ عشق و اہلِ عشق

جہاں بے عشق سامانے ندارد — فلک بے میل دورانے ندارد

---

[۱] ۔ نازنیناں

چہ سود ایں جملہ چوں در عالمِ پاک — نہ انجم ماہ می داند نہ افلاک

گزارش ہائے ایں حرفِ ورق گیر — چہ خواند باز با قانونِ تقدیر

بتانے کاندریں محراب گاہند — بریں در چوں من و تو خاکِ راہند

ہماں در زیرِ شہ کایں خوبانِ فرخار — فراواں سبحہ را کردند زنار

رواقے کیں کہن مینا دوارد — کہ داند چند چوں ما یاد دارد

فلک بتخانۂ مینی بلندے — نوشتہ بر سرِ بتخانہ پندے

بعبرت چوں در آں بیند خردمند — فرو ریزد ز دیدہ قطرۂ چند

تو نیز اے یکشبہ مہمانِ ایں در — حروفے چند ازاں بر خوان و بگذر

زمانے یاد کن زیں جانِ دمساز — ازاں رفتن کہ نتواں آمدن باز

اگر بیداریے داری بیندیش — ازاں خفتن کہ نتواں خاستن بیش

بخوابند ابلہانِ منکرِ ہوش — بخفتن باز باشد چشمِ خرگوش

چو دہقاں سر ز خفتن بر نیارد — ہمہ خرمن بگنجشکاں سپارد

جہاں چاہیست ذی بن بر سرِ راہ — نشاید مست خفتن بر سرِ چاہ

یکے افسانہائے خفتگاں گفت — چو وا بینی فسانہ گوی ہم خفت

سخن باقی و شب در گفت و گو رفت — سفیدہ بر دمید و شمعہ فرو رفت

نشاطِ زندگانی نشد بہ پایاں — جنیبت پیش راندند آشنایاں

۱؎ فرض کن   نسخ ح-ل

حکایتِ سلطانِ محمود و ایاز

شنیدستم کہ محمودِ جواں بخت ۔۔۔ چو وقت آمد کہ در صحرا اند رخت[۱]

دراں تلخی کہ شربت نوش میکرد ۔۔۔ نویدِ آں جہانی گوش میکرد

یکے گفتش ز مقبولانِ درگاہ ۔۔۔ کہ گر ہست آرزوئے در دلِ شاہ

بگو تا دل کنیمت زار زو پاک ۔۔۔ نشاید برد حسرت در دلِ خاک

بگریہ گفت مردِ خانہ پرداز ۔۔۔ کہ اے مہمانِ یکدم را نواساز[۲]

چو پرسیدی کہ در جانِ حزیں[۳] چیست ۔۔۔ بگویم کارزوئے واپسیں چیست

نظر تا می تواند بود بازم ۔۔۔ بگرداند رخ سوئے ایازم

کہ یکدم در رخش بینم نہانی ۔۔۔ برم با خود نصیبِ آں جہانی

طلب کردند یارِ نازنیں پیش ۔۔۔ کہ تا ماتم کند بر کشتۂ خویش

ایاز آمد کرشمہ ساز کردہ ۔۔۔ جہانے نیم کشتِ ناز کردہ

چو عاشق کامِ دل را دید حالی ۔۔۔ بیک نظارہ قالب کرد خالی

اگرچہ عشق خود آشوبِ جانست ۔۔۔ سعادت نامۂ ہر دو جہانست

دریں کوئے ار دری بتواں کشادن ۔۔۔ بگویم پائے[۴] بر باید نہادن

---

۱ اسے سفرِ عالمِ آخرت کند ۔ ۲ شاد کنندہ ۔ ۳ ج۔ غمیں

۴ اسے بجائے پا سر باید نہاد

نہ مردم شد کسے کز عشق پاک ست | کہ مردم عشق و باقی آب و خاک ست
چراغ جملہ عالم عقل و دین ست | تو عاشق شو کہ بہ زین جملہ این ست
دلت بر گریۂ [۱] گر مہربان ست | نشانِ صحتِ ایمان ہمان ست
دگر گر بۂ [۲] و گر شیر نبرد ست | بر و پیشِ سگ اندازش کہ مرد ست
نداری گر ز عشق گربہ سوز | وفاداری ز سگ بابے بیاموز
اگر چہ عاشقی و خود پرستی ست | ہمہ مستی شمر چون ترک ہستی ست
بعشق ار بت پرستی دینِ پاک ست | وگر طاعت کنی بے عشق خاک ست
نی کم زان زنِ ہندو درین کوے | کہ خود را زندہ سوزد از پے شوے
بسا گبرے کہ پیشِ بت بہ تسلیم | بزیرِ ارہ شد خوش خوش بدو نیم
تو گر عشقِ حقیقی لافی اے دوست | خراشِ سوزنے بنمائے در پوست
تو گر بانگِ سگے از دین شوی زرد | نداری شرم ازین ایمانِ بے درد
چو قمری را دہی بے جفت پرواز | ز بستان در قفس رغبت کند باز
کبوتر در ہوائے یار چالاک | فرود افتد ز ابرِ تیرہ بر خاک
ترا گر پائے در سنگے در آید | چو بیدردی ز دردت جان بر آید
فدائے عشق شو گر خود مجازیست | کہ دولت اندران پوشیدہ رازیست
حقیقت [۳] در مجاز اینک پدید ست | کہ فتحِ آن خزانہ زین کلید ست

---

۱ ن ح. گریہ   ۲ ن ح. دلت را گربہ بد و گربہ بر دست   ۳ تلمیح بقول مشہور المجاز قنطرۃ الحقیقۃ

کنونت لوح دل پوشیده حرفست | خرد خرد است و نادانی شگرفست
کنم هر چندت آگه زین معانی | ندانی[۱] قدر این را تا ندانی
چو شهد از سرکه بشناسی سرانجام | شناسی قدر این لوزینهٔ خام
خدا آموز هم روزی کنادت | که پند من دل افروزی کنادت
کسی را گو درین گیتی خردمند | که دل بر نکته دارد گوش بر پند
دل و گوشی که بی تمییز باشد | ستوران و خران را نیز باشد
چو در گوشی گران گوید کسی راز | کند گر دیگران را نیز آواز
نخستین پندم آن شد گر نیوشی | که جز در طاعت یزدان نکوشی
همیشه ز اعتقاد پاک پیوند | خدا را بنده باشی نفس را بند
دران کوش از نیاز سینه پرور | که دامن پاک داری آستین تر
مکن یاران ناپرهیز پیشه | در پرهیزگاری زن همیشه
بصف نیک مردان[۲] شو کمان گیر | ز بدنامان گریزان باش چون تیر
بنعم دار همچون مومنان گوش | مکن چون کافران نعمت فراموش
در آب و گل مکار آن دانهٔ خام | که بار آرد پشیمانی سرانجام
چو در مغز او فتد جوش جوانی | عنان دل[۳] بگردان تا توانی
چو شیران در شکار انداز مستی | چو خوک و سگ مکن شهوت پرستی

---

(۱) ع - بدانی قدر آنرا گر بدانی   (۲) نیکنامان   (۳) گرد آور دل را

ازیں دردا رچہ زیر افتد سر مرد | خدایا داد من زیں ہر دو ایں مرد
چو سر در دم دہد زیں بادہ ساقی | بہائے درد سر شکرانہ باقی
خدایا باز کن راہِ سم بکوئے | کزاں گلزار بتواں یافت بوئے
ازاں مے جرعۂ در کام ریزم | کہ تا روزِ قیامت مست خیزم

در نصیحتِ فرزند

الا اے مردمِ چشمِ گرامی | کہ چوں سعدِ فلک مسعود نامی
چنانے[۱] کز در امید داری | سعادت نامۂ جاوید داری
امیدم ہست کز جولانِ مقصود | ز مسعودی بمحمودی رسی زود
چو آید پایۂ[۲] عمرت بدہ سال | ز تو دہ گونہ فرخ شد مرا حال
چو زیں بالا شوی ہم چشم ادم | کہ بالاتر شود چہرہ ز کارم
ہماں شب یافت فرقم تاجِ شاہی | کہ لولوئے تو رست از گوشِ ماہی
کنوں کت دہ دہی شد سکۂ پاک | زنم نہ گانہ بر نہ[۳] بامِ افلاک
چراغے چوں تو اندر دودمانم | چرا روشن نباشد چشمِ جانم
چو از روئے تو شد چشمم منور | ز رویت باد یارب چشمِ بد دور
اگر بندپذیری اے فرزانہ فرزند | پدروارت بگویم نکتۂ چند

---

۱ ج - زمانے   ۲ پایہ   ۳ لے ہر چہار طبع و مریخ خواس را بر نہ افلاک رسانم

گرت خورشے و پوشش ہست بجائے | زیادت منہ بیرون در پائے
گرت در خانہ نانے باشد از جو | میفت از بہرِ گندم در تگ و دو
بنانے صبر کردن پادشاہیست | دویدن در پے گنجے گدائیست
امل در دل خردمندی نباشد | ہمہ رہ بہ ز خورسندی نباشد
طمع را در ہمہ جا روئے زرد ست | خوی پیشانی آب روی مردست
چو با کم سازی و افزوں نخواہی | علم بر بامِ دولت زن کہ شاہی
مباش از بہرِ تخت و تاج محتاج | زمیں را تخت دان و چرخ را تاج
گرت دندان ہم بندی بپرہیز | بمالِ مردماں دندان مکن تیز
بکش پیش ہمہ بے مزد خوانے | مخواہ از خوانِ کس بے مزد نانے
مدار از جامِ کساں در کام کردن | لوندی را حریفے نام کردن
مریز اندر گلِ آں سیلِ شرابی | کہ در بنیادِ عقل آرد خرابی
بجامِ مردماں سبقت مکن سست | شرابِ لعل گوں خونابۂ تست
دگر گردِ بزرگی نعمت اندوز | بخدمت دامِ آں نعمت ہمی دوز
کرم را شکر گوے و زندگی باش | نمک را حق گذار و بندگی باش

---

۱ سامان خورش و پوشش   ۲ ن ج ۔ دوادو   ۳ خداوندی   ۴ کوں دہی و نامردی
۵ عاجزی مکن و اظہار فرومائگی مساز   ۶ ن ج ۔ تو   ۷ غالباً دام دوختن بمعنی دام تیار کردن باشد
مراد آں کہ آں نعمت را از دام رہا مکن

چو پیران پختگی کن گاهِ خامی | که نیک است از جوانان نیک نامی

وگر پیری کند روزی خداوند | خدائی شو چو پیرانِ خردمند

بطاعت کوش چون روشن ضمیران | مکن کارے که نه پسندند پیران

چو آن دیوانه باشد از همه روئے | ز دیوانه بتر پیرِ جوان خوئے

کمان را کوز باید چون کمان بود | چو خواهد تیر گردد بشکند زود

اگر خواهی نکو باشی نکو باش | همیشه راستکار و راست گو باش

مترس از هیچ گر راستکار است | که مرد از راستکاری رستگار است

گریزان باش ازاں کژ یارِ بدکیش | که باشد راست پیدا و کج اندیش

رقم زن را ببین کو خط کشد راست | که چندان نقشِ کج را راستی خاست

مزاجِ کژ رها کن تا توانی | که تا با کج مزاجان در نمانی

دو کج را باشد از پیچش بسے پیچ | نیفتد راست را با راست پیچے

دو حلقه گردد از پیچش فراهم | دو سوزن در نیاویزند باهم

بگیتی بایدت خورشید روئی | چو صبحِ دومی کن راست گوئی

نخستین صبح کاذب بے فروغ است | سیه رویش بپاداشِ دروغ است

کسے کو را هوس در جمعِ مال است | نشانِ راستی از وے محال است

بصدق آنکس تواند شاد بودن | که بتواند ز حرص آزاد بودن

امل را ره مده پیرامنِ دل | بنه نقدِ رضا در دامنِ دل

نہ حاجت پیش در دنیا مجو چیز — وگر ناچار یابی رد مکن نیز

چو گردد ابر دولت بر تو دُربار — فروتن باش ہمچوں شاخِ گلنار

بہستی بہ کہ خدمتگار باشی — کہ خود در نیستی ناچار باشی

تواضع کن ولیکن با کم از خویش — کہ با بیش از خودی لابد کنی بیش

چو دنیا[۱] باشدار خواہی سعادت — بخویشاوند پرسی گیر عادت

چہ خوش گفت آں برادر با برادر — کہ کن تعظیم خال از بہر مادر

گر از دنیا بسوئے دیں پناہی — نیت خوش دار و میکن ہر چہ خواہی

نیت را گر ز حق باشد فراغے — گیاہی را بود پاداش باغے

بخواہی آخر اندر کارہا جوش — توکل را مکن اصلاً فراموش

بہر کارے کہ باشی تا توانی — خدا را یاد کن باقی تو دانی

آغازِ داستانِ خسرو و شیریں

بتاریخِ عجم دانندۂ راز — چنیں کرد ایں حکایت را[۲] سر آغاز

کہ چوں خورشیدِ ہرمز رفت در خاک — کشید اکلیلِ خسرو سر بر افلاک[۳]

جہاں را خسرو از سر کار نو کرد — کرم را در جہاں[۴] بازارِ نو کرد

---

۱ غالباً درینجا بجائے چو دُنیا بدنیا باشد ورنہ معنی صحیح نگردد ۲ اگرچہ در اصل بفتح اوّل و تشدید ثانی است مگر فارسیاں بتخفیف استعمال کنند ۳ ن ج۔ افلاک ۴ ن ج۔ بر

نه کمتر زان سگے کز مہربانی ۔۔۔ بود بر منعم خود پاسبانی

گرت باشد ز سلطانان فتوحی ۔۔۔ بہ ہنگامِ گدایاں کن صبوحی

درت را قفل بر درویش کن سست ۔۔۔ توانگر خود نہ محتاج در تست

دہانِ مفلساں شیریں کن از قند ۔۔۔ کہ بر حلوا کند منعم شکر خند

شکم ہائے تہی را پر کن از قوت ۔۔۔ کہ مرغِ سیر را حنظل بود قوت

صلائے منعماں گفتن بخانہ ۔۔۔ فریبِ طوطیاں باشد بدانہ

چو نانِ او ہمی بباید شکر کردن ۔۔۔ کہ بارِ منتت می ارزد بخوردن

بمنت چشمِ مہماں را مکن ریش ۔۔۔ بہ منت لے بر دیدۂ خویش

چو پیلاں باش پیشانی کشادہ ۔۔۔ نہ چوں موراں گرہ بر سینہ دادہ

چو نتواں زعفتی را داشت در بند ۔۔۔ گرہ بستن چو موراں بر شکم چند

مشو بارے ترش رو تا توانی ۔۔۔ اگر شیرینی ندہد تو دانی

بدہر از دوست روئے نام باشد ۔۔۔ کہ دشمن روئے دشمن کام باشد

چناں ہم خویش را مکرم مکن نام ۔۔۔ کہ از سرمایہ داری دست بر دام

کسے کز وام شیریں شد شمارش ۔۔۔ ہمیشہ تلخ باشد روزگارش

نمی گویم کہ گر ندہی فرج نیست ۔۔۔ اگر باشد بدہ ۔ ورنہ حرج نیست

لہ قفل بست کردن قفل را فرمودن ۔ تہ غالباً این لفظ در اینجا ۔ تہ فوقانی باشد وآں ۔ در حجت شیر [illegible] ترکہ بارش را ہم قوت گویند ورنہ قافیہ درست نگردد ۔ اسیر ۔ تہ ق ۔ رتبتی ۔ تہ ندہی

نماند اندر جہاں صاحب کلاہی　　کہ پیشش نرفت از دیدہ راہی

کلہ دارے کہ سرکش بود و بیباک　　سرش را بالگد افگند بر خاک

خساں را پاک رُفت از ہر دیارے　　بگلزار زمیں نگذاشت خارے

بجز چوبیں کہ در رہ خار بودش　　وزاں پائے مراد افگار بودش

بنود از کیں دراں فرخندہ ایام　　کس آہن دل تر از چوبینہ بہرام

دلیرے بود چوں شیراں بمستی　　چو بہرام فلک در چیرہ دستی

بعہد ہرمز از تیغ و خزاین　　مسلط گشتہ بر ملک مداین

ازو اورنگ ہرمز را نوی بود　　کہ ہرمز را سپہداری قوی بود

بگرگاں[۱] طنز کردہ آں دلیرے[۲]　　گہے شیرے و گاہی شیر گیرے

چو ہرمز سوئے خاقانش فرستاد　　بکوشش ملک خاقاں داد بر باد

رسید اندر مداین با دہ و گیر[۶]　　کشیدہ پور خاقاں را بزنجیر

گلو بستہ بسے میر ولایت　　غنیمتہای چینی بے نہایت

چو آں فیروزمندی دید از شاہ　　تغیر یافت اندر خاطرش[۳] راہ

ز خجلت کرد طعن پیکرانش　　نوید پنبہ[۴] داد و دوک[۵] دادش

ازیں وحشت کہ در بہرام رہ یافت　　چو وحشی جست و روی از مردمی تافت

---

۱ نام شہرے و ہم تیغ گرگ می آید　۲ ن ح - از امیری　۳ ن ح - حاقتش　۴ محاورہ خاص است گویا تراپنبہ و دوک مبارک باد　۵ چرخہ کہ بر آں ریسماں ریسند　۶ دار و گیر

به ترتیبِ جهان بودے شب و روز — گہی لشکر کش و گہ مجلس افروز
چو بیداراں بپاسِ ملک و اسباب — ز بیداریش عالم رفته در خواب
سراں از تیغ او اندیشه کردند — همه گرگاں شبانی پیشه کردند
چناں آراست ملک از دانش و داد — که شهر آسوده گشت و کشور آباد
مقیمانِ زمیں زاں مهربانی — همه مشغولِ عیش و کامرانی
باشک و ناله کس ننمودی آهنگ — مگر چشمِ صراحی و رگِ چنگ
چو شه را با رعیت دل بود راست — ز خوابِ خوش نیارد فتنه برخاست
هم از غارت رهد کالائے محتاج — هم از تاراجِ خصم ایمن شود تاج
زمینے کز خزاں میوه و نباتش — هوائے معتدل باشد حیاتش
بظلمِ شاه خلق از جاں شود سیر — بود اشکِ گوزن از خنده شیر
چراغ از روشنائی ارجمند ست — چو در کالا زیاں آرد گزند ست
گیا را پرورش بخش آفتاب ست — چو از گرمی کند خشکش خراب ست
کند آب از لطافت سبزه را مست — چو سیل آید درختاں را کند پست
دهد باراں بخوشه دانه چوں دُر — چو بارد ژاله ریزد خوشه پُر
ز انصافے که دورِ خسروی یافت — بگیتی عهدِ نوشرواں نوی یافت
ولایت ضبط[1] کرد از قاف تا قاف — ستمگاراں فرو مردند ز اطراف

---

[1] ضبط سلطنت

برفتن همرکاب شاه شاپور	همی کرد از سخن کوته رهِ دور[۱]
ز هر در نکته و افسانه و پند	عبارت را بجان میداد پیوند
عجائب ها که دید از هر ولایت	همه میکرد پیشِ شه حکایت
که در چیں دیدم از استادِ یکتا	که کرد دایره بے دور پرگا
دگر دیدم ز روم از شیشه ور زاب	که از بلور گردند آبِ[۲] لرزاں
ز نجاری بدیدم تیشه در کرخ	که گوئی گرد گرد از تیشه چرخ
دگر دیدم در اقصائے خطا هم	که دو نقاش سنگ آمد فراهم
ز بس دعوی که بے سنگ اوفتادند	بدعوی در میاں سنگے نهادند
قرار آں شد که از یک ضربه گکس	دو نیم زد باشد از هم هیچگاں پس
بنوعے هر یکے یک تیشه زد راست	که از دو زخم کامل یکبرے خاست
ز سرتا پائے او از هیچ رُوئے	بجز جاں ورنمی بالیست موئے
و چندیں نخلها گم گشت لب تر	ندیدم هیچ نقشے زاں عجب تر
که در چیں بود یارم نقشبندے	کشیده نقش شیرین بر پرندے
چو من جادو گرم در صنعتِ چیں	گرفتم نسخے زاں نقشِ شیریں
نمایم گر خبر در اپا مداری	دل اندر دیدنش هر جائے داری

---

۱ لے از لطیفه گوئی راه دور را مختصر داستان میکرد   ۲ ح۔ زر مزد   ۳ ح۔ یکایک کرد

۴ ح۔ زنگی   ۵ لے آب موجزن   ۶ ح۔ تیز   ۷ ح۔ گفتاے   ۸ ح۔ بخشه

بروں آمد چو چشم از زیرِ خویش | حصارِ خویش کرد از بازوے خویش
ز طاعت گہ بجھیاں دور مے بود | گہے پیدا گہے مستور مے بود
چو بر ہرمز سر آمد بادشاہی | ز خسرو تازہ گشت آں کینہ خواہی

رفتنِ خسرو از مداین جہت استیلای بہرام

بداں شد کاتشِ دل بر فروزد | وزاں بہرام[1] چوبیں را بسوزد
نبودش بر عدو فیروزمندی | فراواں داد رایت را بلندی
اگرچہ پایۂ کسری نگہداشت | فرازِ تخت ہرمز خوابگہ داشت
نخفت آں زخمک در بسترش بود | کہ کس در توے پیراہن درش بود
دگر بارہ بکوشش گشت کیں توز | کہ دشمن چیرہ شد روز بروز
مصافے کرد چوں فیروزمنداں | ولے یاری نکردش بخت چنداں
مظفر گشت خصمِ سر بمہرش | علم بشکست زآسیبِ سپہرش
رواں شد با دلیرے چند سرکش | دلش از شعلہ چوبیں در آتش
مداین را درود دیگراں داد | پس ادہم را بہ تیزیدن عناں داد
ہمیرفت از طلبگاراں نہانی | غبار آلودہ چوں بادِ خزانی
بسے روز او کشش در خاک و در سنگ | ز نعلِ رخش می برید فرسنگ

---

[1] نام امیر لشکر ہرمز چوں کہ او بغایت لاغر وضعیف بود او را چوبیں لقب کردند   نسخ - پوئیدن

خلافش در دلِ بانو نیاید | اگر بندد جہاں را در کشاید

کلہ داریست چوں شاہاں سرافراز | نہ بر رسمِ عروساں مقنع انداز

بشکل آہو بدل شیرِ دلیر ست | نگیرند آہو وشش زیراکہ شیر ست

سوار چیستہ گر زخشِ سبک خیز | فرو آید در آید در تگِ تیز

خود آموز و ہنر ناوک زناں را | ریاضت خود نماید توسناں را

بناوک موئے را صد شاخ کردہ | بہ نیزہ کوہ را سوراخ کردہ

بتاریکی زند از تیرِ قتال | مگس را باسلیق[1] از پشہ قیفال[2]

برش گر لطف چوں دُرِ یتیم ست | درونش آہن و بیرونش سیم ست

کشیدہ چوں بچوگاں آرزویش | شکستہ دیدہ گردوں زگویش

چو گویش خاکبوسی ساز دارد | بچوگانش از تواضع باز دارد

زہر حرفت کہ مرد را ہمت دُخود | ہمہ ہست نکورویش بر سر

جمالش خود صفت کردن روا ست | کہ ایں صورت بدیں معنی گوا ست

نہ تنہا آفتاب از حسن و تاب ست | کہ در ضبطِ جہاں نیز آفتاب ست

براقِ دولتش گر کیں پے افشرد | سراں را در زمیں یکسر فرو برد

بعہدش ہر کہ در سر کرد بادے | سرِ او بر پرد بے ایستادے[3]

سراں در راہ او خاکے فشانند | کہ چوں خاشاکِ شارع پایمالند

---

[1] نام رگے کہ از دل و جگر تعلق دارد   [2] نام رگے کہ بسر و رو و گلو تعلق دارد   [3] روک

ازاں دعوی تعجب کرد پرویز | کہ نقشے کے بود زینساں دل آویز
بگفتش چند لافی از نگارے | دگر ارزد بداں بنمائے بارے
بفرمانِ ملک گوینده در حال | نوردِ فتنہ را بکشاد تمثال
تماشا کرد شاہ آں پیکرِ چست | کہ شیریں جانے از نقشِ قلم رُست
درونِ جانش از پا کے در افتاد | بہر بندِ دلش چاکے در افتاد
ہمی دید آں خیالِ بوالعجب را | بدنداں می گزید انگشت و لب را
بجنبید گفت کیں از وے نمونہ است | تعالی اللہ کہ آں صورت چگونہ است
ازیں صورت مرا شد کار دشوار | بگو تا چوں بود تدبیر ایں کار
بپاسخ گفت رنگ آمیزِ شاپور | کہ اے در سیرت و صورت ہمہ نور
شنیدم کز رہِ فرماں روائی | زنے دارد بارمن پادشاہی
امورش از قلم رفتہ مسلسل | بتوقیعِ مہیں بانو مسجل
بجز کیں تخت از وے در پرند است | نیابت دار او بخت بلند است
مہیں بانو نمودار است بر تخت | بدو دارد نظر بینائی بخت
برسمِ بندگاں پیشش کمر بند | ہمش بندہ است و ہم فرزانہ فرزند
بدیدہ خدمتش را برگزیدہ است | ہمش خاک رہ و ہم نورِ دیدہ است

۱؎ ح۔ رزک   ۲؎ بضم کاف و فتح بار موحدہ و زاء ہوز و نشین و بکسر اوّل صراف و گجوز۔ و درینجا معنی حرز مراد است   ۳؎ ح۔ آں

چو خورشید ار بدان سو تابد از دور
مہ نو را کمالے بخشد از نور

سلیماں چوں بہ بلقیس افگند شست
چہ زیبا باشد ایں خاتم بداں دست

رسیدنِ خسرو و شیریں در شکارگاہ و نظارہ باہمدگر

چو صورت گر نمود آں صورتِ حال
بدام افتاد مرغِ فارغ البال

ملک را در گرفت آں حالِ شیریں
کہ شیریں آمدش تمثالِ شیریں

سمے از من شتاباں شد بہ تگ خیز
چو صرصر کو سمے مرکز دواں تیز

چو سایہ در سوادِ ارمن انداخت
بہر روزنے سمے در خرمن انداخت

بصحرا دشت شیریں گشت نخچیر
گے از غمزہ آہو زد گہ از تیر

ز تیرش کز روش در خورد زد بود
پلنگاں را بہ پیشانی گرہ بود

قضارا از اتفاق بخت قابل
مہ و خورشید شد باہم مقابل

بگرمی بسکہ دلہا مایل افتاد
نظر شد گرم و آتش در دل افتاد

برابر چشم بر چشم ایستادند
نظر در دیدہ رو بر رو نہادند

شدند از تیرِ یکدیگر نشانہ
کہ بود آماج داری درمیانہ

بسے کردند تدبیرِ سخن ساز
ز حیرت ہر دو را بر نامد آواز

---

۱ بقبضۂ او ۲ اثر کرد ۳ ق ح - مرکب ۴ ق - شود ۵ در تحا خرمن جمعی باد ۶ ماہ است ۷ بہاراں ۸ ح - رود در رو

نماندستش بگلشن هیچ خارے که در دامانش آویزد بکارے

همه هموار گشته عرصهٔ سخت چو کشتِ پرکلوخ از مالشِ سخت

چو نیزه سخت باشد داوران را تهور بشکند زور آوران را

اگر سوهان نه دندان وار گردد درشتیها کجا هموار گردد

درون حجرِ پا بسته باشد آسیا سنگ به پیکان چون کند با آسیا جنگ

سپه کش با خس و خارِ جفا جوے چو آتش روے باشد از همه روے

ملک چون پشت داد اهل غنا را ز پشتِ کارد حک نتوان خطا را

اگر خاک از هوا آبے نه بیند غبارِ مهر زمینے کے نشیند

چنانست ایمن آن ملک از جهان شاه که کس خارے نه بیند رسته از راه

ز شب تا روزگارِ آن جهانگیر نشاط و مجلس ست و گشت و نخچیر

سرش هشیار و لعلش در شراب ست دلش بیدار و چشمش مستِ خواب ست

تو داند در خواب تا ز عهدهٔ تخت حوالت کرده بر بیداریِ بخت

به بسته با چنین عشرت پرستی درِ شهوت به بیداری و مستی

از آهن کرده گنجِ خویش مسمار کلید کس نیاید بر درش بار

اگرچه از خوبروئی هست جنت حدیثِ جنت نتوان پیش او گفت

چنان نخلے که گر توانش برخورد نباشد جز بباغِ شاه درخورد

جهان خسرو که مثلش در جهان نیست حدیثش در همه عالم نهان نیست

تواضع کردش پورِ خردمند	دعا را با تواضع داد پیوند
کہ اے نورِ سعادت در جبینت	سعودِ چرخ بادا ہمنشینت
خدا اندر سرافرازی و شاہی	بقا زاں بیش بخشادت کہ خواہی
حدیثے را کہ پرسیدی درازست	صداعِ رایگاں دادن نہ سازست
ولے چوں ناگزیرست از نمودن	بگویم آں قدر کارزو شنودن
دراں فوج آں سواری کارجمندست	فرس گلگونِ آں سروِ بلندست
مگر تا سہل نہ شماری شمارش	کہ نیکومی ثنا سد در نگارش
باورنگِ عجم پوشیدہ مہرست	کہ شمعِ آفتابِ آں سپہرست
سعادت بیں کہ داداں سلطنت روے	کہ آمد نورِ آں دولت بدیں سوے
بزرگاں دولتش را نیز دانند	خطابش خسروِ پرویز خوانند
چو شیریں نامِ خسرو کرد در گوش	نماند از ناشکیبی در سرش ہوش
کہ بود از رہ رواں بشنید نو نو	ز صد بیروں حکایتہاے خسرو
گرفتہ در نہاں با خویشتن راست	کہ او را خواہد ار ممکن بود خواست
نثارِ شاہ را رہ رفتہ میداشت	کہ مروارید خود ناسفتہ میداشت
بکارِ خویشتن ہنجارے جست	تمنا را کلیدِ کارے جست
موافق شد چو با اندیشہ تقدیر	دراں اندیشہ حاجت نیست تدبیر

لہ ج۔ قعود   لہ ستارگان سعد چوں زہرہ و ماہ وغیرہ   لہ ج۔ ناگزاں   لہ ق۔ کہ وارد چاکرانے

نگه می کرد شه از گوشهٔ چشم ... دلش پر می نگشت از توشهٔ چشم

لبے میخواست دل بر جاے دارد ... بطوفاں بر زمیں چوں پاے دارد

اگر دل را عناں میداد جانش ... کرشمه باز پس می زد عنانش

چو نتوانست از دل را جدا کرد ... جنیبت راند و دل بر جا رها کرد

ز بے صبری جفا میدید و می رفت ... ز حیرت در قفا میدید و می رفت

رونده سرکش و جوینده بے حال ... کبوتر می شد و شاہیں بدنبال

چنیں باشد گذر بر مرغزارے ... سمیر خیمه زد زیر چنارے

اشارت کرد خوباں را که پویند ... غریباں را خبر باز جویند

دویدا از ادب شد خبر جوی ... ازاں بیگانگان آشنا روی

ملک فرمود تا شاپور فرخ ... بگوید در خور پرسنده پاسخ

جوابش داد شاپور از سر هوش ... که بود راز ما درخورد هر گوش

اگر خود پرسد از ما بانوے دهر ... بگوییم آنچه داریم از جهاں بهر

پرستار آنچه بشنید آمد و گفت ... سهی سرو از خوشی چوں لاله بشگفت

بخدمت خواندش شاپور گزیں را ... فشاند و از جبیں بکشاد چیں را

بدو گفت اے دلم مایل بسویت ق ... نمودار خرد پیدا از رویت

کجا و کیستند ایں ره نورداں ... چسانت دارد همی زینگونه گرداں

ن ح-بر ن ق-گرفته ن ق-اگرچه دل که همرهیان خرد ن ح-شاد ن ق-زرویت ن ق-چنان

بقطرہ کے رسد دریاے پر شور — سلیماں کے خزد در خانۂ مور

کجا در ذرہ گنجد مہر روشن — کہ از تابے برقص آید ز روزن

چو آمد آفتاب از بیت معمور — سزد گر کلبۂ ما را دہد نور

سخن را کرد خسرو باز بستے — کز آسیب فلک دارم شکستے

ہر آں مردم کہ او را مردمی خوست — نخواہد بار خود برگردن دوست

مرا خود ہست بردل بیکراں بار — شمارا ہم چہ گردانم گرانبار

مرا کاریست اینجا بوم بر بوم — ہمائے خویش خواہم راند ما روم

چو زانجا باز گردم شاد و خنداں — شوم مہمان لطف ارجمنداں

بزاری گفت شیریں کاے دغا باز — چو دل بردی ز من چندیں مکن ناز

اگر خورشید بر بامم زند بوس — ز پشت پاے خویشم آید افسوس

چو خود می بوسم اکنوں پشت پایت — تو پشت پا زنی شاید ز رایت

ملک از رخصت آں لعل چوں قند — زد اندر پاے شیریں بوسۂ چند

پس آنگہ گفت با صد گونہ زاری — ق — کہ اے در دل نشانندہ تیر کاری

من از عطف عنان مطلق خویش — ترا می آزمودم در حق خویش

وگرنہ من کجا آں پاے دارم — کہ از کویت برفتن پاے آرم

بود زنجیر اسیراں را گلوگیر — مرا در گردن جانست زنجیر

ن خ - خیزد - افسوس   ن خ - ازبایم

چو وقت آید که اقبال اندر آید — باستقبال جانہا بر آید

چو خواہد کشته[۱] را از خوشه پُربار — همه در وقت بارد ابرِ دُربار

نباید در پئے دولت زدن گام — که خود ناخوانده پیش آید سرانجام

ز بختے کامدش ناخوانده در پیش — مبارک دید شیریں طالعِ خویش

خراماں رفت با جانِ پر اُمید — زمیں را سایه شد در پیشِ خورشید

بصد تعظیم خاکِ راه بوسید — فراتر شد رکابِ شاه بوسید

شه از شیریں چو دید آں تازه روئی — شدش تازه ز سر دیوانه خوئی

هرش میداد دستوری خرد را — بصد حیله فراہم داشت خود را

فرود آمد ز پشتِ اسپ چوں باد — چو سبزه بوسه زد بر پائے شمشاد

چو سر بر کرد در نظارهٔ نور — بنامیزد چه بیند چشمِ بد دُور

جہانے دید از عشق آفریده — جہانے پردهٔ عاشق دریده

ازیں سو ایں ز دیدن گشت مدہوش — وزانسو آں[۲] ز گفتن گشت خاموش

دو عاشق روئے در رو مستِ بیدار — نظر بر کار ماند و عقل بیکار

چو شیریں یاد کرد از خود زمانے — ق — کشید از راهِ شیرینی زبانے

که یارب ایں چه دولت بود ما را — که ابرے چوں تو مہماں شد گیا را

مگس طلّابِ شیریں را بود قید — چه شیرم که عنقا کرده ام صید

۱ن ق. کشته — ۲ن ج- از حسرت ماند

شده در دل شگافے زخمۂ راز　　بدل خونریزی رواں ابریشم ساز

بطانِ بادہ و مرغانِ آتش　　بشادی گریہ می کردند خوش خوش

چناں دُرّاج و مرغ از سوز بگریست　　کہ آتش ز اشکِ شاں نم مرده مے زیست

سپندے گشتہ ہر سو آتش افروز　　سرودِ گرم و رقصش از سر سوز

بخور انگیز بوئے عودِ قماری[1]　　معطر کرده گردوں را عماری[2]

ز بوئے خوش کہ جاں از دست می رفت　　ز شستم می رسید و دست می رفت

چو ماہِ چاردہ بنشستہ خسرو　　پری وش در تواضع چوں مہ نو

لبش میخواست مہماں را دہد نوش　　کرشمہ بانگ بر میزد کہ خاموش

ز خاطر رخصتِ دوری نمی یافت　　ولیک از ناز دستوری نمی یافت

گہ ایں جاں پارہ کرد آں پرده می دوخت　　گہ آں دم داد و ایں در پرده می سوخت

نبود اندر میاں گستاخ روئی　　کہ در گنجد ہوس را کامجوئی

تمنا کو بدل قارورہ می سود　　برشوت خونِ دل میخورد و می بود

نظر مستغرقِ دیدار ماندہ　　وکیلاں را خرد بیکار ماندہ

بروں می جست ہر دم جانِ بیتاب　　زباں میداد اُمیدش کہ مشتاب

دو مستِ شوق از آں ہم شرابی　　بظاہر مستی و باطن خرابی

بدینساں تا بشام از اوّلِ چاشت　　مے خوردند کز جاں چاشنی داشت

---

[1] عودِ دیگر منسوب بہ قریہ قمار است و آں شہریست از ہند　　[2] اوجِ گردوں

چو در شستِ خود دم بستی[1] چو ماهی — کشان می بر بهر جانب که خواهی

نوائے نو در آغازِ جوانی — بهم چون آتش و باد دند دانی

چو رازِ عاشقان زینگونه شد فاش — عنایت گفت حیرت را که خوش باش

شکر لب گفت با خسرو که هاں خیز — چو دولت سایه بر فرقِ ما ریز

بر آمد بر صبا آزاد سروے — چو بازِ[2] جره بر پشتِ تدروے

رواں گشتند در ایوانِ شیریں — که تا خسرو شود مهمانِ شیریں

فرستاد آگهی شیریں سوئے تخت — که سوئے دولت آمد میهمان بخت

همیں با نوازان دولت خبر یافت — که مه در منزلِ پرویں گذر یافت

باستقبال پیش آمد چو شاهاں — بجاے آورد شرطِ نیک خواهاں

طریقِ خدمت از غایت برون برد — نثار افشاں بایوانش درون برد

بزرگا نرا فرود آورد هر جاے — ملک را بر سریرِ دولت آراے

برسمِ خسرواں مجلس بیاراست — خردمنداں نشستند از چپ و راست

نسیمِ می شد اندر جاں نوازی — در آمد ساغر اندر بوسه بازی

پیاله بر در بر رسمِ ظریفاں — زمیں بوسِ صراحی با حریفاں

خراماں گشت ساقی باده در دست — مے از می مست و میخواراں از و مست

ز هر جانے که در آواز می شد — سر قرابه[3] مے باز[4] می شد

---

[1] ق ـ بروی [2] باز نر [3] صراحی و شیشهٔ باده [4] ج ـ ساز

زنوشِ ساقیان و نغمۂ ساز   می از دلہاے صافی گشتہ غمّاز

زآہی کز دو غم پروردہ میخاست   حیا را اندک اندک پردہ میخاست

دراں صحبت کہ شوق از حد برون بود   ز روزِ اوّل آمیزش فزوں بود

بدیں گونہ ز جانِ نابرومند   ہمی بودند صابر روزکے چند

نم اندر گل اثر میکرد نو نو   ز سیلِ تند[۱] میرفتند جو جو

چو طوفاں موج سر بر زد ز پستی   خلل رہ یافت در بنیادِ ہستی

چناں شد دیگہاے پختہ[۲] در جوش   کہ از سرہا فرو افتاد سرپوش

شبے ز اندوہ دل باہم نشستند   سخن[۳] را قفلِ دل را بر شکستند

نخست از دیدہ خسرو خوں تراوید   پس آں از جگر بر دل تراوید

بشیریں گفت کاے چشمِ مرا نور   شنو زیں گونہ نیز از مردمی دور

کہ مہمانِ خودم خوانی بیازی   پس استوہ آئی از مہماں نوازی

نہ مہمانِ شکم گشتم بکویت   کہ جاں از دیدہ شد مہمانِ رویت

وگرنہ تا بقا را خم نیاید   شکم داری کسے را کم نیاید

مرا حلواے شیریں کے کند سود   کز آں حلوا نمی بینم بجز دود

نہ لب شیریں ز نامِ قند باشد   ز بوے بادہ مستی چند باشد

چہ سود از اطلس و زیبا زبر پوشش   بماہے چو نتواں کرد بر دوشش

---

۱ ن ح - کہ سیل تند بر میرفت   ۲ ق - تفتہ   ۳ ق - سخن را قفلِ دل برہم شکستند

چو آمد در غنودن چشم خورشید — بمرقد رفت چون ضحاک و جمشید
ملک را خوابگاهی راست کردند — که از چرخ آن طلبی درخواست کردند
شراب و عشرت و نقلے مهیا — کنیزان پنج و شش همچون ثریا
ملک در خوابگه شد باده در سر — هوای سوسن آزاده در سر
همه شب مانده بودش چشم بر راه — که طالع از کدامین سو شود ماه
رطبها دید رغبت کم فزودش — که تلخش بود چون شیرین نبودش
ببوی گل همی خورد از درون خار — بیاد گنج می پیچید چون مار
صنم در خوابگاه خویشتن نیز — مبرا مانده بود از هوش و تمیز
ز ننگ نام خون در پرده می خورد — ولیک از پرده آرایش ده می کرد
دو مشتاق از غم دوری مشوش — فراقی در میان همچون کوه آتش

اظهار عشق خسرو به شیرین

چو صبح از پرده آه عاشقان کرد — برون زد شعله گرم و دم سرد
دگر ره باز شیرین مجلس آراست — حریفان جمع گشتند از چپ و راست
دو بیدل باز در زاری در آمد — جگرها در جگر خواری در آمد

---

۱ پنج و شش - چند در چند   ۲ ثریا - نام شش ستاره‌های خرد   ۳ تلخ - که تلخی چون بود
۴ لب بغبغب خفته می پیچید

بجانِ تو کہ در جانِ وفا دوست | تو جانم گشتہ و جانِ من پوست

شب و روزم دل آنجا و تن اینجا | تو آنجا زاری باشی من اینجا

چرا خوش نایدم با چون تو یارے | گرفتن کامے از بوس و کنارے

ولے ناموس و ننگِ بادشاہی | فتد ز آسیبِ فسق اندر تباہی

بنا میز دمیانِ خاص و عام | نکو ناید[۱] حرام[۲] و حرمتِ نام[۳]

مرا زینگونہ می باید ہمی سوخت | کہ عصمت چوں بدرد[۴] کم تواں دوخت

ملک گفتا کہ با ایں رغبتِ گرم | توقف از پئے عارست یا شرم

سرت گر شد کلہ در در ہمہ چیز | کلاہی[۵] و سرے داریم ما نیز

بتابستاں مبیں بے آبیِ جوے | کہ گرد و باز دریائے بہر سوے

بہ بے برگی مبیں روے چمن را | کہ برگے ہم دہد سرو و سمن را

گر اکنوں ما نہ عیشِ تازہ داریم | امید از بخت بے اندازہ داریم

ور اختر خواست کردن دشمنی فاش | تو اندر دوستی با ما یکے باش

ہمہ یاراند بہر قسمتِ گنج | کسے یارست کو قسمت کند رنج

دگر بارہ شکر لب گفت بارے | کشیم از دیدہ رنج چوں تو یارے

ہر انچہ از دستِ ما خیزد زیاری | بفرما تا کنیمت جاں سپاری

نیاریم ار بسر بارے کشیدن | توانیم از قدم خارے کشیدن

---

۱ ح: بہم ۲ ح: ناروا ۳ ح: ارجمندی - یہ اہلِ ہند کا محاورہ ہے ۴ ح: بید ۵ ق: کلاہے ۶ ق: ما و ہم خزاں

بخیلان[1] ازاں کوت چہ خیزد | کہ اندر طبلہ ناپوشیدہ ریزد

غریبے را چو خواندی بر درِ خویش | بمحرومی نشاید راندن از پیش

دلے آنکس کہ زاد از بختِ محروم | نیابد بہرہ بیش از رزقِ مقسوم

چو نبود لقمۂ روزی نہ کردہ[2] | بروں اندازی از لب نیم خوردہ

چرا نبود مرا دلسوزی از تو | کہ تا اکنوں ندارم روزی از تو

دلم خوں شد ز دورت[3] چند بینم | جدائی در حضورت چند بینم

بروزم چوں رسد شبہائے دیجور | کہ باشی روز با من شب ز من دور

چو سرخاباں[4] ز تقدیرِ خدائی | بروز آمیزش و شبہا جدائی[5]

چو پیش آوردی از لوزینہ خوانے | رہا کن تا کنم شیریں دہانے

چو خوانی تشنہ را بر چشمہ سارے | بتر کردن لبے بگذار بارے

شکر پاسخ شد از پاسخ شکر ریز | کہ شیریں باد از من عشقِ پرویز

ہمہ آتش بسوئے خود مکن ساز | کہ داری در پئے سودا دو انباز

دگر تو ناصبوری کز تو دورم | چہ پنداری کہ من یعنی صبورم

---

[1] ح - بے پردہ [2] ح - دولت [3] بضم اوّل نام طائر معروف کہ باب نشیند و چوں مادہ وش بخلاف تمام جیور بوقت صعود خون حیض آید او را سرخاب گویند [4] اظہار قدرت عجیبہ صانع عالم ہو کر سرخاب تمام روز جنس یکجا اور شب کو جدا اور ایک دوسرے سے دُور رہتے ہیں اور یہ نئی تشبیہ ہے استاد سخن ناسخ نے بھی اُردو میں اس مضمون کو بطرز خاص لکھا ہے ~

فاصل ہر تیغ لب ہو گئی تحریر سی | شام کے ہوتے ہی سرخاب کا جوڑا ٹوٹا

نہ من آں آہوم کز راہِ مستی — چو خوک و سگ کنم شہوت پرستی

مرا بر خویشتن ہست آں قدر زور — کہ بنشانم تفِ شوریدہ از شور

حریف ار آبِ خضر آرد نگیرم — وگر خود مردنی[1] باشم بمیرم

بسویت زاں عناں دادم چو من را — کہ از یک جفت[2] نبود چارہ کس را

وگر بر تو کسے دیگر گزینم — بہ از[3] تو کیست کو را برگزینم

مہِ نو گر دگر جا دیدے امید — نگشتے گنجہ دستش پیشِ خورشید

کنوں سوگندِ فرّے[4] میکنم یاد — کہ گیتی جفت جفت افگند بنیاد

کہ تا روزے کہ خواہم در زمیں خفت — بجز خسرو نخواہم در جہاں جفت

وگر جانِ مرا غارت کند نقد — زمیں نکشایدش یک عقدۂ بے عقد

بآساں ہم بعقد اندر نیایم — دلش را تا فراواں ناز نایم

چو شہ دید آنچناں سوگند و عہدے — دگر در کامِ دل ننمود جہدے

بزلف و عارضش قانع شد از دور — بخو شد[5] دل نہاد از مشک و کافور

قصدِ سفرِ خسرو بجانبِ قیصرِ روم و اظہارِ شیریں

حلاوت سنجِ شیرینِ شکر خند — چنیں بر داشت مہر از حقۂ قند

---

[1] قابلِ مرگ [2] معمول طریقۂ اربابِ ننگ و نام [3] ق- بہ از تو نیست گر شوہر گزینم

[4] ق- خوردی [5] عادت کرد و راضی شد

ورت گردے ز دل شستن ندانیم | غبارے زاں زمیں رُفتن توانیم
ورت در جنگ نتوانیم یاری | توانیمت دعا خواندن بزاری
نہ خورشید است زیرِ آبگون رود[1] | نہ گنجشک آتشگاہِ نمرود[2]
نہ من زاں میکشم دامن ز رایت | کہ روزے چند تنگ آید قبایت
ازاں بالاتر آمد نورِ خورشید | کہ گردد از کسوفِ ذرہ نومید
ولے من دارم ایں لوزینہ تا دیر | کز اندک لقمہ چشمت[3] شود سیر
چو باز از طعمہ برگشت سرمست | بخواندن باز کے گردد سوی دست
دلم زاں کرد تنگِ خویش[4] پیدا | کہ معیارِ زرت گردد ہویدا
چو خالص نیست سازم گلو بند | و گر نہ در گداز آرم دمے چند
زرت چوں پختہ شد سازم بانجام[5] | بزرِ پختہ نرخِ نقرۂ خام
فراواں کرد خسرو کوشش گرم | نشد پولادِ یارِ سیمبر نرم
ضرورت خرم است از شیریں بزاری | وثیقت[6] را طریقِ استواری
کہ جز خسرو نخواہد جفتِ دیگر | وزیں گفتہ نباشد گفتِ دیگر
شکر لب گفت ایں خود گفتنی نیست | چنیں درے بہ بازی سفتنی نیست
چہ پنداری کہ گر من رام گشتم | بگفتِ نفس بے آرام گشتم

---

[1] آسمان [2] غالباً مراد از گریۂ ابراہیم کہ بظاہر ہمچو نم گنجشک کم قدری نمود مگر آتشگاہِ نمرود را پوشیدہ کرد
[3] ق چشم [4] ایہام بقید خویش [5] ق ۔ سرانجام [6] استواری عہد

تو زینت[1] و نو کن اساس پادشاہی — کہ من خود با تو ام ہر جا کہ خواہی
چو کشتی آتش دشمن کہ تفتہ ہست — نشاط دوستاں جائے نہ رفتہ است
اشارت کن با بر سوئے چو چوگاں — کہ من از سر روم[2] چوں گوئے غلطاں
قرار کار شاں چوں محکمی یافت — دل خسرو ز شیریں بے غمی یافت
ہمیں بود و ہم جولاں ہم دو اشت — کہ ہر یک دو نمی در دہر کم داشت
یکے شبگوں کہ نامش کردہ شبدیز[3] — گرو بردہ ز صرصر در تگ تیز
سیاہی خنگ[4] گردوں راعناں گیر[5] — بدو و از آتش خویش آسماں گیر
دوم گلگوں ہمائے در ہوا بود — کہ گرم و نرم چوں باد صبا بود
ز آتش پیش نعل اندر آتش[6] — گہے رفتن[7] چو آب تیز رو خوش
تو گوئی مہرہ را ہر یک بافسوں — کشیدند از دہان مار بیروں
صنم فرمود کاوردند در حال — بر سم خدمتی[8] پیش آں دو ہمسال[9]
ولیکن در زمانہ نیست پنہاں — متاع مور و درگاہ سلیماں
متاع من کہ سر تا پا[10] گسادست — سلیماں وار بپذیر ارچہ باد است

---

[1] ق - تو رونق دہ [2] ق - زاں دوم [3] شبدیز کو شبگوں کہنا اظہار واقع کے علاوہ دلچسپ تقریر ہے۔
[4] اسپ سفید رنگ [5] شبدیز خنگ گردوں کا عناں گیر ہے اور گلگوں صبا رفتار۔ تناسب لفظی معنوی قابل داد ہے
[6] بیقرار [7] آتش پا ہونے پر آب تیز رو کی طرح سبک خرام ہونا کس درجہ لطیف خیال ہے اور
پاکیزہ استعارہ ہے [8] ہدیہ [9] ہم عمر [10] ج - سر تا سر

که با خسرو چو شیریں بست پیماں — که ایں بلقیس گردد آں سلیماں

ملک[۱] بر رسم اوّل چند گاہے — بمهر از دور میکردش نگاہے

بے میگرد دل را آتشیں دود — ز لب دریا کش از دل تشنه می بود

بشیریں گفت میدانی که کارم — پریشانست همچوں روزگارم

مرا در رقعهٔ خوبی دو کارے در افتاد — رسیدم با تو کارے[۲] دیگر افتاد

کنوں کامیدم از تو یافت یاری — بحکمم نیز همت امید داری

گرفتم از رخت فالِ مبارک — که تا جم باز گردد سوے تارک

گرم دستوریِ باشد ز رایت — بر آرم سر برو م از زیر پایت

سپه بستانم و رانم بتعجیل — بمالم بیذقِ[۳] چوبیں ته پیل

بنیزه بر درم هفت آسمان[۴] را — لباسِ تنگ پوشم دشمناں را

بدیں تیزی که گردم خصم را[۵] تلخ — من و لبهاے شیریں تو مے تلخ

چو خار از راهِ خود یک یک بچینم — بفارغ خاطری با گل نشینم

صنم گفت ارچه ما طاقت نداریم — که وا مانت ز دست آساں گذاریم

ولے چوں همتِ بیدار داری — به آں باشد که با ایں[۶] کار داری

چو مرد از پاسِ دشمن شد عناں گیر — نباشد دوست کش گردد عناں گیر

---

(۱) ح - گر (۲) ن ق - نا یکارے (۳) پیادہ - پیادہ کو پیل سے پامال کرنا شطرنج کا ایک خاص ایہام ہے

(۴) ق - چو پوشم (۵) پوست کندیمن (۶) ق - تو ز دق وہ

پیوستن خسرو بقیصر روم و لشکر کشیدن آمدن و شکست دادن بہرام چوبین

چو قیصر دید ز اوج پایۂ خویش	چناں خورشیدی اندر سایۂ خویش
بتاج و تخت دادش سرفرازی	کمر بربست در مہماں نوازی
پس از چندے بخویشی مژدہ دادش	بدامادی کلہ بر سر نہادش
ز قدر مریمش چوں نخل بر داد	وزاں نخل ترش خرمائے تر داد
چو دریا لشکرے دادش فراپیش	کہ بنشاند غبار دشمن خویش
غبار قلب دریا خیز بودش	کہ دریائے غبار انگیز بودش
رواں شد شاہ با قلب و خزاین	ز قسطنطنیہ شد سوے مداین
خبر بردند بر بہرام سرکش	کہ خسرو میرسد چوں کوہ آتش
نگردید از خیرگی در دل ہراسے	مقابل گشت چوں ناحق شناسے
دو لشکر روبروے در رو ساز کردند	بکوشش بازوئے کیں باز کردند
بخونریزی رواں شد تیر دلدوز	برآورد از دل و جاں ہائے شاں سوز

ن ق - خویش

مریم کے ساتھ نخل کا ذکر ایک خاص ایہام رکھتا ہے اور پھر اس کے سلسلہ میں خرمائے تر نے اور زیادہ لطف پیدا کر دیا ہے

ن ق - لشکر

فوج بیانہ کہ خاص تر باشد

ن ق - خیرگی

بخواہش گفت ما را برگ گلہا نیست — کہ آید خدمتے در خورنماں نیست

چو مورم من کہ از بس ہوشمندی[1] — کنم پیشِ سلیمان باد بندی[2]

چو شہ دید آں دو بادِ تنگ بستہ[3] — صبا را ابر دو گونہ رنگ بستہ[4]

دراں نظارہ حیراں ماند تا دیر — نمیشد چشمش از دیدارِ شاں سیر[1]

نظر سوئے سوادش بیشتر بود — کہ نورے زاں سیاہی در بصر بود

بگفتش بود بر من بیکراں بار — کنوں خود پیشتر گشتم گرانبار[1]

چو آرد گرد شبدیزت بمن باد — بسانِ سرمہ در چشمش کشم شاد

چو خاکے بر کند شبدیزت از پائے — بسانِ سرمہ در چشمم کند جائے[1]

خدا بخشم دہد تا بے کم و کاست — توانم عذر چندیں مردمی خواست

بگفت این و جبیں بکشادہ چوں بدر — پذیرفت از مہِ خویش آں شب قدر

برآمد ہمچو مہ از شامِ دیجور — سوادِ سایہ شد خورشید پر نور

بروں آمد آں شب خندہ زاں بوم — مبارک روئے شد بر قیصرِ روم

زریشِ دل بمژگاں جوئے خوں رو — پس اندل ناوکِ چوبیں بروں رو

---

[1] ن ق۔ چو مورم سنگ از من ہوشمندی   [2] بقدر نخمانے وود از کار   [3] دو بادِ تنگ بستہ شبدیز و گلگوں

[4] یہ ایک مصرعہ ہزار اشعار کا جواب ہے اور اس کی خوبی بیان سے باہر ہے۔

[1] ن ق۔ نمیشد چشم او از دیدنش سیر   [1] ن ق۔ کنونم پیشتر کردی گرانبار

[1] ن ق۔ بسانِ توتیا در چشم کند جائے

جنیبت بس که آتش پا[1] گشته | هلالِ نعل پروین زار گشته
زبانِ تیغها از چاک رومیر | شده در کاسِ سرها چاشنی گیر
تنِ افتادگان[2] میدان در گل | صلائے[3] کرگسان از دیده و دل
شکم ہائے که می‌گشت از سناں سیر | چو برگِ گندنا[4] میخورد شمشیر
شده خسرو بکمیں جوشان تر از نیل | چو کوه آہنیں برکوہهٔ پیل[5]
به پیرامنِ بزرگانِ سپاهش | ز چشم[6] بد باہن بسته راہش
بزرگ امیدبارائے فلک تاب | نهاده چشم بر چشمِ صطرلاب
نظر سوئے فلک[7] پر تاب[8] کرده | فلک در چشم اصطرلاب[9] کرده
چو طالع را زمانے دید فرخ | به پیلِ شاه کرد از فرزیِ رخ
[10]بشه گفتا که دولت را ثبات ست | بران پیلیت که دشمن شاه[11] مات ست
روان[12] شد پیل شه با سرفرازی | بیک شه پیل بر دار خصم بازی
بدانسو تعبیه[13] زان گونه بشکست | که مهرِ رانگان[14] شد دست بر دست

---

[1] گھوڑے کے آتش پا ہونے پر اُس کے ہلال نعل کا پروین زار ہونا واقعی واقعہ کے ساتھ کس درجہ بلیغ مضمون ہے۔
[2] خاک و خون میں پڑے ہوئے مقتولوں کے جسم بسر و چشم کرگسوں کو آوازہ مہمانی دیتے تھے جدت کی کوئی حد نہیں ہے۔
[3] ق۔ صلائے [4] گندنا گیاہی ست ہجو سیر کو برگش بہ تیغ کشیده می نماید [5] کوہہ پیل ہجو کوہہ شتر
[6] ز چشم بد باہن بسته مبالغه زیادتی اسلحه است [7] مراد از فاصله دور و دراز [8] ق۔ بیتاب [9] ترازوئے آفتاب که از نجوم است [10] یہ پیل بات کا لطف اہل شطرنج سے پوچھے [11] ن ح۔ پیل مات است
[12] شه و پیل و برد و بازی کا ایہام فصاحت کے ساتھ کس درجہ خاص بات ہے۔
[13] آراسته و ساخته [14] مفت و بیقدر

دہن[1] در گوش مرداں کرد سوفار — سخن می گفت کاینک نوبت کار

سناں جاسوسی[2] دلہا نمودہ — زبانے دادہ وجانے ربودہ

ز تیر اندازیِ زنبورک[3] از دور — مشبک سینہا چوں خانۂ زنبور

نے ناوک نواے زار میکرد — نواے او بدلہا کار میکرد

خدنگ از سینۂ دل میکرد غارت — کماں میکرد از ابرو اشارت

مبارز تشنۂ شمشیر می گشت — بخوں آشامی از خوں[4] سیر می گشت

باستقبال مرگ از تیغ خوردن — ہمی شد پاے کوباں سر ز گردن

جگرہا کز بلارک[5] چاک می شد — بگردوں بانگِ چاکا چاک[6] می شد

ہمی خندید زخم از گردن[7] مرد — بگریہ خندۂ[8] خونیں ہمی کرد

بگرمی بوستاں چوں برق گشتہ — میانِ آب و[9] آتش غرق گشتہ

ز خشتِ[10] آہنیں ہر سو حصارے — ز سنگیں بر[11]ہ ہر سو کوہسارے

اجل دامن بکشتن چست کردہ — زمیں نیفہ[12] بخوردن سست کردہ

---

۱ ایک خاص واقعہ کی کیسی اچھی تصویر ہے کہ تیر اندازوں نے جو تیروں کی سوفاروں کو زہ کمان تک کھینچا ہے تو گویا تیر اپنا منہ اُن کے کانوں سے لگا کر کہہ رہے ہیں کہ جنگ کا وقت آگیا ہے ۲ تیروں کی نوکیں دلوں کو تلاش کر رہی ہیں اور وہ زبان دے کر جان لیجاتی ہیں ۳ زنبورک دراصل بندوق کی ایک قسم ہے اور غالباً اس جگہ مراد تفنگ سے ہے جو ایک اہل ہند ہے اور اس سے تیر اندازی کرتے ہیں ورنہ معنی میں اشکال ہوتا ہے ۴ ق۔ از خود ۵ ش تیغ و ہم جوہر تیغ ۶ چکا چک آواز دہماے تیغ ۷ ح۔ بہکل ۸ ح۔ بخندہ گریہ خوں تیز کردہ ۹ نیزۂ کوچک ۱۰ ق۔ آہن ۱۱ نیفہ سست کردن یعنی کمر سست کردن است

بدار الملک شه با صد[1] روائی — ز سر نو کرد اساس پادشائی

بر آمد بر سریر ملک شادان — چو خورشیدے کہ تابد بامدادان

خرد را مایہ داد از کارسازی — بدشمن سوزی و مخلص نوازی

سپہ را شاد کرد از نعمت و جود — رعیت را براحت کرد خوشنود

چناں کرد از جہاں گردِ ستم دور — کہ شد خاکِ رہش در دیدہا نور

ز دولت گرچہ فرخ بود روزش — ز چوبیں خار خارے بد بہ سوزش

نگیرد سہل ہرگز صاحبِ تخت — غمِ دشمن خصوصاً دشمنِ سخت

غمِ دشمن ز دشمن بیش کینہ[2] — کہ بیرون است دشمن او بسینہ[3]

خلہ[4] چوں چوب[5] از بیروں تراشد[6] — خلہ در دل نگر تا چوں خراشد

بترس از کینہ ور[7] نیم کشتہ — کہ بد گیرند[7] مارِ نیم کشتہ

چو بہرام از سیاست گاہِ خسرو — عناں را در ہزیمت داد میرو[8]

نہ بد زاں ترکتازی ہیچ داوش — بجز در حدِ ترکستاں ستاوش[9]

رہا کرد از میانہ کشورے چند — دراں کشور در آمد با سرے چند

برسمِ چاکراں چوں تخت ساقاں[10] — کمر بر بست بر درگاہِ خاقاں

---

[1] رواج در ن [2] ق گشتہ [3] ق غم سرشتہ [4] آلہ سر تیز کہ از شل سیخ وغیرہ [5] ح پوست [6] ح خراشد [7] اسے بد فرض می کند [8] عناں را میر ودن غالباً یعنی عناں گذاشتن است فافہم [9] قرار [10] (تخت ساقی ہردم قیام دار)

ازینجانب حریف از بر گرانه ‌ ‌ ‌ همیرانده[1] پر خود خانه بخانه

مبارز سرنگون از زین همی گشت ‌ ‌ ‌ بدینسان[2] بیذق[3] فرزین همی گشت

بخون زهره گردون زمین سنج ‌ ‌ ‌ چو رنگین مهره از یکسوی شطرنج

بسا تن پیش شد کاندر گل آمیخت ‌ ‌ ‌ حریفش گوئیا مهره[4] فرو ریخت

شد از خون حریفان خطرناک ‌ ‌ ‌ بساط[5] روی زمین از شطرنجی خاک

دورویه کاسه بیذق[6] تها نهاده ‌ ‌ ‌ دو نیمه رخ شده سرها فتاده

شه از منصوبه[7] زندان سپه را ‌ ‌ ‌ کزان منصوبه[8] برد افتاد شه را

چو خود را در تنزل دید بهرام ‌ ‌ ‌ به برد آن زلزله از جانش آرام

فرو گشته[9] پشیمان راه برداشت ‌ ‌ ‌ خرد را حمله کرد[10] و راه برداشت

گریزان می شود خسرو بدنبال ‌ ‌ ‌ رونده سرکش و جوینده قتال

بسے چون باد پے در پے دویدش ‌ ‌ ‌ بصحرا در زمین گردے ندیدش

شکسته لشکر او فوج در فوج ‌ ‌ ‌ زخون[11] آمد بدریا موج در موج

شه آن سرگشتگان را بار میداد ‌ ‌ ‌ بجان و مال شان زنهار میداد

چو زینسان از شکوه بخت فیروز ق ‌ ‌ ‌ مظفر گشت بر خصم سیه روز

---

[1] وہی شطرنج کا سلسلہ جاری ہے [2] پیادہ کا فرزین ہوجانا بازی شطرنج کا کمال ہے [3] ح- بدینسان بیذق از فرزین ہمی گشت [4] گویا از بازی فرو ماند [5] ح- بساط روی ازاں شطرنج چون تاک [6] پیادا- [7] بصنعت ایہام تخیل اہل شطرنج [8] مات گردید- اہل شطرنج کے تلازم و تناسب کو کلیتاً ختم کر دیا- [9] ق- خرد گشتن رفیق و راہ برداشت [10] لے بر خرد حملہ نمود [11] ح- زجوی

زدیگر خسرواں بودش باخلاص — طرفدارِ حبش در دوستی خاص
پس از چند آزمونِ[1] شہریاری — یکے گشتہ در رو نہاد استواری
چو دیداں بستگی مردِ خردمند — کشاد[2] از گنجِ زریں آہنیں بند
بکشتی کرد گنجِ بیکراں بار — زرے کز وے شدی دریا[3] گرانبار
چو مالامال شد بحر از خزانہ — ندوم اندر حبش کردش روانہ
پر از دیبا و زر ہفتاد کشتی — چو گلہائے تر از باغِ بہشتی
زگوہر شصت کشتی چوں ثریا — تو گوئی مایہ بیروں داد دریا
دگر بر نقرہ صد کشتی سراسر — کہ ہر یک بود با دریا برابر
بخازن گفت کیں سرمایۂ ملک ق — کہ ہم ملکست و ہم پیرایۂ ملک
بجنباند جہازِ بارکش را — رساند زود سلطانِ حبش را
بگوید کاعتمادِ آں دلِ پاک — مرا ول داد کیں گنجِ خطرناک
کنی[4] اندر امانت زینہاری — کاماں در زینہارِ روزگاری
امانت دادمت در پردۂ راز — برم ہنگامِ حاجتمندیش باز
رواں شد خازن آزادمیر رفت — کہ اسپ[5] چوبیش از بادمی رفت
مخالف گشت روزے قوتِ باد — ہمہ کشتی زرہ یک جانب افتاد

---

[1] آزمائش و امتحان [2] بست و کشاد و گنج و زر کا تقابل قابلِ دید ہے [3] ج کشتی
[4] یعنی کنم اندر امانت زینہارے [5] اسپ چوبی کشتی

چو لشکر کش سے بدکار رفت رائے ۔ ز خاقان نامزد می شد بہر جائے

فراوان داد در کوشش عناں را ۔ ہم آخر در سرِ آں کرد جاں را

زمانہ بازیِ کاں بکساں باخت ۔ چو آمد وقت او با او ہماں ساخت

شب و روز از بریدانِ سبک خیز ۔ خبر می شد بحالش سوئے پرویز

چو در دل مردانِ چوبیں یقیں دید ۔ بنائے دولتِ خویش آہنیں دید

در افتادنِ خزینۂ روم بدستِ خسرو پرویز

چناں خواندم دریں دیرینہ منشور ۔ کہ چوں خسرو سراں را کرد مقہور

بشاہی[1] با دلِ آزاد بنشست ۔ غم از خاطر بشست و شاد بنشست

چناں از تیغ کرد آفاق آرام ۔ کہ گشت از نیم روزش[2] عرصہ تا شام[3]

چو از کیں شستہ شد ہر مرز و بومش[4] ۔ رواں شد حکم تا دریاے رومش

چو آں نیرو جہاں را گشت معلوم ۔ بلرزید از نہیبش قیصرِ روم

ز نزدیکانِ خسرو نیز چندے ۔ کہ در دل داشتند از وے گزندے

یکے گفتند[5] با خسرو نہانی ۔ کہ با قیصر کنندش بدگمانی

از آں گردندگی[6] قیصر خبر یافت ۔ بہ پیشی کارِ خود را وقت دریافت

---

[1] ق. بشادی [2] ہماں ولایت سیستان [3] نام ولایت [4] منزل و مقام

[5] متفق شدند [6] گردش زمانہ

گدا باشد ملک بے زر خدائی
نیاید از گدایاں بادشاہی

سپاہ آراستن لشکر کشاں را
زر انجی است یکسر زر کشاں را

نہ بے زر لشکرے گردد فراہم
نہ بے لشکر زر آید نیز باہم

بزرگاں کز لبر افسر نہادند
اساسِ مملکت بر زر نہادند

ولیکن نے زر از بہرِ خزان ست
کہ بہرِ نام و ننگ جا و دان ست

زبہرِ آنکہ گر صلحست و گر جنگ
کفافے را ندارد بر چشم تنگ

چو ماند لشکری بے توشہ ناچار
بنا کامی شود یا دشمنے یار

زشہ واجب چو بر قدرِ کفافست
زیادت گر دہد ورنہ معافست

تصرف کرد گنج قیصری شاہ
ندا د اندیشۂ خویشی بخود راہ

بتاج و تخت خویشی در نگیرد
بخیلِ گرگ میشی در نگیرد

کند غارت دلیرے را دلیری
برد شیرے شکار از چنگ شیرے

ملک را رسم شاہی خود ہمین ست
کہ با ہم با زقے خود در کمین ست

بباید پُر دلی کز با زقے خویش
زند سر سینہ با ہم پہلوی خویش

چو شہ ترساں بود در ہر شمارے
ز ترسندہ نیاید ہیچ کارے

لہ قبضہ زر   لہ ن ج۔ زرہ بخست یکسر سرکشاں را   تہ النج۔ نحت غیر متعارف مشابہ ترکیب الفاظ عربیہ معرف باللام۔ مصدر انجیدن کا امر یا حاصل مصدر یا اسم مفعول جس کے معنی مصدری جمع کردن و انداختن و برہم چیدن ہیں۔ یہاں معنی اول مراد ہیں   لہ ن ج۔ خزانت   لہ ن ق۔ کفافی را نباشد چشم بر تنگ   لہ خیال دلدادی   لہ اثر نکند   لہ حریف ہم پایہ   لہ ن ج۔ نیروی

نمی شد ہر یکے پرندہ چوں طیر | چو ماہِ نو فلک خیز و تُنک سیر
بدیشاں تا رسید از جنبشِ تیز | بانطاکیہ در سرحد پرویز
خبر بر شاہ رفت از معبرِ آب | کہ روزی بر در آمد زود بشتاب
اشارت کرد شہ کانجا شتابند | خدا آورد ہا را بازیابند
طلبگاراں رواں گشتند دلشاد | بسوئے گنج بادآورد چوں باد
ز دریا برکشیدند آں خزینہ | چو لولو ز آب و بادہ ز آبگینہ
رسانیدند ازیشاں بدرہ در بر | بقصرِ خسرو از گنجورِ قیصر
چو کالا را بعرض آورد گنجور | زمیں تا آسماں روشن شد از نور
ز دُر دیدند دریائے نہادہ | ز زر کانے بہر جائے نہادہ
گہرہائے چنیں دیدند انبوہ | نہ در دریا شود حاصل نہ در کوہ
دراں نظارہ بینش خیرہ می شد | نظر گہ روشن و گہ تیرہ می شد
فرستاد از پئے نظارہ خسرو | سوئے گنجِ کہن گنجینہ نو
خزینہ با خزینہ شد بہم خاص | دو دریا را بیک جا کرد غواص
ازاں مایہ کہ در دولت نوی یافت | دلِ پرویز نیروئے قوی یافت
چراغِ ملک را روغن ز مال ست | بقائے مملکت بے زر محال ست

---

۱ اسم ظرف ترکیبی ۲ نام شہرے از شام ۳ ساحل بندرگاہ ۴ بجائے خدا داد ۵ گنجیکہ باد آوردہ بود ۶ ح۔ سر بر سر ۷ کثرت در رفتہ ۸ ح۔ دراں جنبش کہ اختر خیرہ می شد

ازاں بخشش کہ داد آفاق را بہر — مثل شد گنج باد آور دو در دہر

سخن گویاں سخن را تازہ کردند — ثناہا بار بلبد آوازہ کردند

فراواں تحیت از لولوئے منثور — بداماں بزرگ امید و شاپور

نواسازے کہ بودش باربد نام — نوائے ساخت آں روز انگبیں دام

نہاد از زخمہ چوں بر زر تمامش — نوائے گنج باد آور و نامش

چو در مجلس فزایش کرد از عود — برآورد از دماغ عاشقاں دود

دل شد را کہ بد ریش اندروں تر — بہر زخمہ خراشے یافت بر سر

ہر آتش کاں نواد جانش افروخت — زیادہ روغنش میداد و میسوخت

چو کار عاشق از غم زار باشد — شود دیوانہ گر ہشیار باشد

دو چیز افزوں کند در عشق آتش — شراب جاں نواز و نغمہ خوش

بے گوشے کشاید دل فقاعے — بمی باز آید او یا در سماعے

سماع و عاشقی و مے پرستی — سبب شد ہر سہ چیز از بہر مستی

چو ایں ہر سہ بہم جز یکے نیست — مزار با مادر آمیزد شکے نیست

در آمیزند باہم شیر و جلاب — نیامیزد بیک جا روغن و آب

دو ہم پستاں ثمر انگور و انجیر — کزاں شکر تواں خوردن ازیں شیر

---

[1] ن-ق- ثناہائے [2] نام ندیم [3] نام مصور [4] نام مغنی [5] نوائے انگبیں دام نوائیکہ انگبیں از و شیرینی بوام میگرفت و انگبیں فام بنظر نیامدہ [6] ن-ق- انگبیں فام [7] مضراب [8] نام خوشبو و ساز [9] ن-ق- اندروں

پسندیدست ترسِ پادشاہاں | ولیکن از نفیرِ دادخواہاں
خسرو بود ار چہ خسرو را شہِ روم | ولیکن نخلِ مریم بودش از موم
چو او خرمائے نخلِ راستیں داشت | بنقلِ این و آں در آستیں داشت
ہمہ کس نخلِ شیریں را گزیدست | بہ نخلِ موم کز شیریں بریدست

نغمہ سرائی باربد بہ بزمِ خسرو و گنجِ باد آورد باو بخشیدنِ خسرو

ملک بنشست روزے خرم و شاد | ببخشش گنجِ باد آورد بکشاد
ز نزہت ہر نگہ را ساخت گلشن | ز موجِ زر زمیں را کرد روشن
در افشاند اندراں باغِ بہشتی | کفِ دریا وشش کشتی بکشتی
ہمہ روز آں خزانہ شاد میداد | ز آتش بستد و بر باد میداد
ہمی گفت آنکہ ندہد خود زرِ خویش | چنیں تاراج بیند گوہرِ خویش
دہم بیہا بریزم در مغاکش | کہ از بادش بہم بدہم بخاکش
ببانگِ کوس میداد از در و بام | صلائے عام بر ہر خاصہ و عام
چناں شد خانہ و کو پر خزاین | کہ کس مفلس نماند اندر مداین

لہ بتو دی ترس خسرو از شہ روم — بالضم ہر دو و چیدہ شوہر زن
ته جہاں نخلِ خرما کہ مریم ہنگامِ درد زہ بادو پناہ گرفت و از برکتش سرسبز گردید۔ و نخلِ مریم از موم زیبا و آراستہ یا بیقدر — لہ ق۔ زر افشاندے دراں — لہ بست ز بادش

زهستی بخش پیدا گنج هستی است | مرا صورت بکن کاین بت پرستی است
طرب زد مطرب آورد آن قسم ست | گرانبار از عطائے شاد بر خاست
نوا را نام شادروان بره بود | که آن پرده ز شادروانِ شه بود
نوائے ساخت از می طبع کش تر | بے از گنج باد آورد خوشتر
بشادی برد شادروان بخانه | زبان تر کرد در دیگر ترانه
چو مرواریدها بر سر فشاندش | که شادروانِ مروارید خواندش
بآرایش چو آن ذیلِ گهر یافت | که شادروانِ مروارید تر یافت
بدرگاهِ ملک شد خاک بوسید | چو زهره دامنِ افلاک بوسید
بشه گفت از رهی زین حضرت پُر | ببخشش برد شادروانی از دُر
در ایوان آورید از شانِ دیگر | ز مروارید شادروانِ دیگر
بتری هر دُری چون آبِ باران | سزائے گوشوارِ تاجداران
بگوشِ شه کشم گوهر فشانی | ببخشش از گوش را باشد گرانی
شگفته عیش از آن کو باده در گشت | هم از آواز ساقی بے خبر گشت
نوا بر داشت مرغ ارغنون ساز | بصد جادو زبانی شد فسون ساز
دلِ شه کز کشش مطلق عنان بود | کشان شد هم بدان جائی که جان بود

۱؎ ق- زهستی بخش باشد انچه هستی هست ۲؎ ق- باد ۳؎ ق- اورندان شان ۴؎ ح- گوشهائے
۵؎ نام زیوریکه بگوش اویزند ۶؎ ق- ببخشش ۷؎ معنی باده نوشش

چو در خسرو نوائے نو اثر کرد ‌ ‌ ‌ ‌ ہوائے دلبرش زیر و زبر کرد

چناں بر بار بد خوش گشت جانش ‌ ‌ ‌ ‌ کہ یکدم خواست بخشیدن جہانش

معلق پیش ایواں بود دیگ سر ‌ ‌ ‌ ‌ ز مروارید شادروان قیصر

بہ تری ہر دُرے چوں قطرۂ آب ‌ ‌ ‌ ‌ کہ در دریا بود آں قطرہ نایاب

بچرخ از لو لوِ پرتاب می شد ‌ ‌ ‌ ‌ دہانِ ابر از و پر آب می شد

اشارت کرد کیں ابرِ گہر بند[1] ‌ ‌ ‌ ‌ از آں تست ہاں بکشا و در بند

بگفتش کز دہاں چوں ریختی دُر ‌ ‌ ‌ ‌ بدیں دُر کن دہان بارِ دگر پُر

زمیں بوسید مردِ گوہریں ساز ‌ ‌ ‌ ‌ ز ایواں کرد شادروانِ در باز

نمود اندازۂ دیدن خرد را ‌ ‌ ‌ ‌ کہ جائے یافت آں گم کردہ خود را

بحیرت گفت کاے ابرِ گہر بار ‌ ‌ ‌ ‌ نسنجد کفۂ[2] من[3] ایں قدر بار

تو خود بر خواہی از گوہر دہانم ‌ ‌ ‌ ‌ ولے کے گنجد ایں دُر در دہانم

چنیں گنجے بجیب ما نہادن ‌ ‌ ‌ ‌ بود در قطرۂ دریا نہادن

شہش گفتا کز ینہا چند گوئی ‌ ‌ ‌ ‌ مکن چوں تنگ چشماں تنگ خوئی

کسے کز قسمتش روزی فراخ ست ‌ ‌ ‌ ‌ برش زیں باغِ رنگیں شاخ شاخ ست

دہندہ می شناسد کو چرا داد ‌ ‌ ‌ ‌ کہ ہر کس را چہ می باید عطا داد

برو خوش خور کہ افزوں می دہد چیز ‌ ‌ ‌ ‌ کہ افزوں تر تو اند داد نت نیز

---

[1] ن - ابر بند [2] پُر ترازو [3] ن - کف تیرداں

بشیریں کاری اندر پردهٔ[1] چندے ترش[2] می بود ہمچوں دردمندے

بپر خاش شکر در شام و شبگیر شتاباں گشته پیکاں[3] تیز چوں تیر[4]

چو شیریں دید کز خسرو رفته شد راه ببے صبری شتاباں گشت چوں ماه

رسید آں دُرِّ بے قیمت[5] بدریا چو خور در پرده و مه در ثریا

دروں آمد به خلوت گاهِ مقصود چمن بے خار دیده شمع بے دود

گلش نو شد خزاں[6] را باد بنشست بآزادی چو سرو آزاد بنشست

جہاں دارا ز نسیم گیسوے دوست چو غنچه خواست بیروں افتد از پوست

ز هر جانب که دولت رخنه[7] داشت خود از پولاد و زر یک بنا[8] ہشت

بفارغ خاطرے شد مجلس افروز قدح میخورد و خوش می بود هر روز

کمر بسته بتانِ نازنینش شکر خندی چو شیریں همنشینش

یکے گشته دو شمع روشن از نور بگرد اگرد شاں پروانه شاپور

اگرچه خوشدلی کردند تادیر نگشتند از جمالِ یکدگر سیر

دراں عشرت که آرائش بروں بود نشاطِ عاشقی هر دم فزوں بود

نجوید شهوت آں کو عشق بازد که هرگز عشق با شهوت نسازد

غرض باشد محبت را چو در پوست محبت باغرض باشد نه با دوست

---

۱ ق۔ بزم ۲ ہم بر دو حرکت ضمه صحیح ۳ ق۔ غرض ۴ ق۔ چو پیکاں پے تیر
۵ بجائے درِ بے بہا ۶ اے بادِ خزاں دُور شد۔ و ایں تعقید سخت نکرده است
۷ ق۔ رخنه گرداشت ۸ ق۔ خبر داشت

بیار ار چه کشش بسیار بودش ولیکن نخل مریم[1] خار بودش

نهالے با هوائے یار می ساخت بامید رطب با خار می ساخت

وفات یافتن مریم

شناسائے معانی موبد[2] پیر چنین کرد این سخن[3] در نامه تحریر

که چون خسرو شد گنجینه روم خلافش در میان انگشت معلوم

چو غالب گشته بود از تیغ کین خواه نداد اندیشه را با خویشتن راه

زمانے پوزشے[4] کاندر حرم کرد ز مریم چند گاه آزرم کم کرد

ز شیرین عیش مریم بود چون تلخ ازین کاهش فتاد آن ماه در سلخ

به تن چون عیسیٔ جانش ماند بے دم[5] تنش چون رشته مریم[6] شد از غم

ز بیماری به بستر خفت ماهی وزان پس جست دیگر خوابگاهی

ملک بایست تا بایست بر خاست بصد شادی بساط ماتم آراست

دل از سودای شیرین در غم افگند بهانه بر فراق مریم افگند

بگریه گرچه خروشش دمبدم بود خروشش از یاد مریم بر حرم بود

بماتم کرد پیراهن بے چاک ولیکن در هوائے یار چالاک

---

[1] نخل مریم همان نخل خرما که در زمان ولادت حضرت عیسیٰ ببرکت عفت مریم سرسبز و بار آور گردیده درینجا باضافت بیانی مراد از مریم دختر قیصر روم که در عقد خسرو پرویز بود۔ [2] اسیر [3] حکیم و دانشمند مجوس۔ درینجا مراد مورخ [4] شرح۔ این خبر [5] غدر [6] شق۔ بود بے غم [7] همان رشته مریم که از باریکے خود تابه ته داشت

فرو بردہ زمانہ جام جمشید / شدہ مہ در زمیں مہمانِ خورشید

ز زلفِ شب گرہ دامن بر زمیں سود / بساطِ خاک گشتہ عنبر آلود

بنازی در ہوائے عنبر انگیز / مُعلق زن شدہ مرغانِ شب خیز

شدہ زہرہ بصد دستان ارغنون ساز / ثوابت را برقص آوردہ زآواز

ز قصر آہنگِ صحرا کرد خسرو / کشیدہ بارگہ در سبزۂ نو

لبِ شہرود و مطرب زخمہ در رود / غبارِ غم جہاں را کردہ پدرود

برُوئے لالہ و گل خرگہ شاہ / چو بر قطعِ کواکب خرمنِ ماہ

بساطِ سبز و تر بر سبزۂ پاک / فلک را ساختہ ہمخوابۂ خاک

مُعنبر شمعہائے مجلس افروز / کشادہ در دلِ شب روزنِ روز

بخورِ مجمر از عود قماری / زدہ رہ بر نسیمِ نوبہاری

صبا کانجا عبیر انداز میگشت / بپائے پس ہم از رہ باز میگشت

سپند از سوز خود پر شور میشد / ز دودش دیدۂ بد کور میشد

نہانی مجلسے کز ہیچ سوئے / بجز محرم نمی گنجید موئے

ملک را دادہ گردونِ دو تا پشت / بشارت نامۂ مقصود در مشت

صنم با او برسمِ دل نوازی / نشستہ بر سریرِ سرفرازی

---

١ آفتاب ٢ نام رودیست در عراق ٣ مضراب ٤ خیمۂ بزرگ ٥ فرش حریر
٦ قسمے از عود ٧ پائے پس یعنی کہ بزمین پس خزد و پس ماند ٨ دانہ کہ برائے دفع نظر بد سوزند

ملک بود از مزاج دلبر آگاه | کہ نتواں خوشہ چید از خرمن ماہ
نبرے دست بر خرما و انگور | بدیداری قناعت کردے از دور
دو سلطاں کردہ در یک کشور آرام | بدل آغشتہ گیتی تیغ با جام
مداین گرچہ زارمن دور تر بود | دو صاحب جمع یکی شد دربدر بود
میانِ ہر دو کشور زاں دو معمار | ازینجا تا بدانجا گشت بازار
ہمہ معمور شد ز آرایشِ دہر | ولایت با ولایت شہر با شہر
طرب کردند آں ہر دو جہانگیر | گہے در بزم و گہ در دشت نخچیر

عشرتِ خسرو و شیریں بر لبِ شہرو
د و افسانہ گوئی

شبے ہمچوں سوادِ دیدہ پرنور | ہوا عنبر فشاں چوں طرۂ حور
زمانہ برگ عشرت ساز کردہ | فلک درہای دولت باز کردہ
فرو مردہ چراغِ صبحگاہی | نشاطِ خواب کردہ مرغ و ماہی
مقیمانِ زمیں در پردۂ راز | عروسانِ فلک در جلوۂ ناز
کواکب درمیاں سرمۂ ناب | درست افگندہ مروارید شبتاب
گشادہ شب دریں طاؤس گوں باغ | دمِ طاؤس برابر سینۂ زاغ

۱؎ طلب دہاں یا کنار و آغوش ۲؎ ذوق، شمع ۳؎ مقابل ۴؎ یعنی کواکب ۵؎ یعنی سیاہی شب

بریشم زن رهِ عشاق میزد [۱] — سرودش بر دلِ مشتاق میزد
کرشمه ساز کرده ساقیِ مست — زغمزه ناوک افگن شست [۲] در دست
خرامان جام برکف چون تذروے — شگفته لاله بر شاخِ سروے
زمے مغز بتان را جوش میداد — رطب را چاشنیِ نوش میداد
ازان سیمین بران هر خوش خرامے — خیالے داشت پنهان با غلامے
سخن گویان بغمزه دوست با دوست — هوائے دل نمی گنجید در پوست
بسے گشتند دل را برقع انداز ق — که پوشند آرزو در پردهٔ راز
نشد ممکن که در رهِ لابه [۳] و بوس — مژه غماز بود و چشم جاسوس
زابرو گشته هر موئے زبانے — زهر لب خنده شرحِ داستانے
ازان دلها که صید یکدگر بود — دو صید انداز بیدل را خبر بود
اگرچه شهریار و شاه بودند — ولیک از دردِ عشق آگاه بودند
غمِ هر یک یکے را صد گرفتند — قیاسِ کارِ عشق از خود گرفتند
چو گشت از جامِ نوشین وقتها خوش — فتاد اندیشه را نعل اندر آتش
بخواهش گفت شه با مهربانان — زجان بیرون نهید [۴] اندوهِ جانان
پس آنگاه بتعظیمِ خداوند — وثیقت یاد کرد و خورد سوگند
بنازِ نرگسِ رعنائے شیرین — بچشمِ خویش و خاکِ پائے شیرین

---

۱ مطرب ۲ گرفت سوفار ۳ چاپلوسی و خوشامد
۴ ح - آشوب

بگردِ تختِ خوبانِ سرائی[۱] — زچہرہ دادہ شب را روشنائی
ازیں سودہ غلامِ نازک اندام — زجعد از بہرِ دلہا بافتہ دام
نسیم و لالہ و گلرنگ و شمشاد — گلاب و انور و میمون و نوشاد
دگر طاؤس کز خوباں گرو برد — دگر جوزا کہ پروین پیشِ او مرد
وزانسو دہ عروسِ نازپرورد — زچشمِ بد ندیدہ روئے شاں گرد
بہار و سوسن و گلنارِ گلبوئے — زلال و کوثر و پروین مہ روئے
ہمائے فرخ و مینوئے دلکش — نشاطِ تازہ و سیارۂ خوش
بہ پیشِ تختِ شاپورِ ہنرسنج — مہیا چوں کلیدے بر درِ گنج
کنیزے بود دیگر مشتری نام — کہ خورروئے مشتری بر یادِ او جام
زطفلی تا جوانی یارِ شیریں — بہ شیرینی نیابت دارِ شیریں
نشستہ شاد و خنداں پیشِ شاپور — چو شمعے کو بود پروانہ را نور
چو اسبابِ غرض باشد مہیا — بود خانہ زمردم چوں ثریا
مبادا ہیچکس را تنگی حال — کہ سایہ نیز بگریزد ز دنبال
بہا چنداں[۲] بود گل را بگلزار — کہ باشد بر سوادش[۳] برگ بسیار
چو خالی شد ز سیم و زر کنارش — بروئے خاک بگذارند خوارش
چو بے برگ از خزاں شد گلبنِ باغ — نہ بلبل بر سرش بینی و نے زاغ

---

۱ محاورہ طبع زاد ہند است ۲ علم کلام کے ساتھ اضافہ واقعات ۳ نسخ - گرد گردش

بخندہ گفت گلنارِ شکر خند
کہ بر جاں بارِ جرمِ عشق تا چند

نہ دل آنکس بسینہ سنگ دارد
کہ صبر از عاشقِ گلرنگ دارد

چو شانہ صد زباں بکشاد شمشاد[1]
کہ آمد ساقی و دولت بمن شاد

زلالے[2] ریخت اندر کامِ من نوش
کہ کردم چشمۂ حیواں فراموش

زلالِ خوش زباں بکشاد کامروز
گذشتم بر یکے جوئے دل افروز

رسیدم زیر شمشادے کہ جستم
بجُستم پایش از خود[3] دست شستم

چو دورِ کوثر[4] آمد گفت کامشب
بشادی جام را کردہ لبالب

گلابے[5] یافت با من آشنائی
کہ ناممکن بود از وے جدائی

گلابِ صاف گفت آں آشنا را
کہ در شیشہ مکن زینگونہ ما را

گلابشے[6] را رسد نیکو مبندیش
کہ در کوثر چکاند قطرۂ خویش

بروں داد انور[7] از دل چشمۂ نور
کہ خوابم نیست در شبہائے دیجور

چناں شد دیدہ در پرویں[8] اسیرم
کہ گر پرویں نہاں گردد بمیرم

بخندہ گفت پرویں رنگ و تاخت
چو دولت چشم انور بر من انداخت

جمالِ من از و نورے بکف کرد
کہ مہ با نورِ خویش از وی شرف کرد

سخن برداشت میمونِ[9] خجستہ
کہ بودم شادماں روزے نشستہ

---

[1] نام غلام [2] نام کنیز [3] بجو دگر دیدم [4] نام کنیز [5] نام غلام
[6] ق. گلابے کے بود نیکو مبندیش [7] نام غلام [8] نام کنیز [9] نام غلام

که نازم سر نگیری هیچ راہے | که من هم زین نمد دارم کلاہی[1]
کسے کز راستی بینم شمارش | مراد او رسانم در کنارش
صنم کش نیش هجران ناکسے بود | درین اندیشه با خسرو یکے[2] بود
چو خوبان یافتند این استواری[3] | زبانها باز رست از پرده داری
ز مستی و خوشی با دلبر[4] خویش | برون میداد هر یک گوهر خویش
نسیم اوّل بطیبت غنچه بشگافت | که وقتے[5] باد بهار آنسو گزر یافت
مرا از خود ربوده طرفه کارے | که بر باید نسیمے را بهارے[6]
بهار از روئے دیگر گفت خندان | که بستان بی نسیمے هست زندان
اگر بر بوئے او دیم نیست بیمے | که باشد هر بهارے را نسیمے
درآمد لالهٔ[7] رنگین بگفتار | که می گشتم سحرگاهان بگلزار
دلم را سوسنی[8] بگرفت در زیر | زبانم داد و بر من راند شمشیر
بآزادی زبان بگشاد سوسن | که در باغے شدم با بخت روشن
بجام لاله عشرت ساز گشتم | قدح ناخورده بیخود باز گشتم
سخن را رنگ و بوئے داد گلرنگ[9] | که در مستی بگلنارے[10] زدم چنگ
چو شد در مغز از آن گلنار بویم | روان شد اشک گلناری بر رویم

---

[1] کلاه نمد کلاه درویشانه و در اینجا مراد آن که من ازین حالت خبرے دارم۔ [2] اسیر [3] موافق شرح - همسر [4] ذوق - که وقتے [5] نام کنیز [6] نام غلام [7] نام کنیز [8] نام غلام [9] نام کنیز

چو دور آمد بشاپورِ سخن گوی
روان کرد از لطافت آب در جوی

که در خوابم نمودست آسمان دوش
که گوی مشتری[۱] دارم در آغوش

مرا زین یار خوش نیک اختری باد
عطارد را قرانِ مشتری باد

بپاسخ گفت ماهِ مشتری نام
گزین افسون نگردد مشتری رام

که یارد[۲] کرد سوئے مشتری راه
مگر بر آسمان خورشید یا ماه

بزیبائی منم آن نقشِ جمّاش[۳]
که سویم ره نیابد هیچ نقاش

همه را نقش بر ایوان نگارند
ولے نقشِ مرا بر جان نگارند

چو آمد نوبتِ پرویز در گفت
صدف بکشاد و مروارید میسفت

که بود اندر کمینِ فتنه جائے
نشسته در رهِ[۴] صید اژدهائے

نژنده[۵] شیرین نگارے باز خوردش
بشیرینی شکارِ خویش کردش

منم آن اژدهائے آهنین چنگ
که شیرین کرد نخچیرم به نیرنگ

دگر خود اژدها گیرد اسیرم
چو شیرین جانِ من باشد نمیرم

ز شیرین نام آن شیرین زبان است
از آن[۶] شیرینش میخوانم که جان است

مگر شیرین از آن خوانند جان را
که چیزے ماند آن شیرین[۷] بیان را

لبِ شیرین چو پاسخ را عنان داد
زبان را در سخن پیوند جان داد

---

۱ نام کنیز ۲ بتوان کرد ۳ کسیکه در بازی غالب بود و هم بمعنی شوخ و دلیر
۴ ق - بر سر ۵ ق - بره شیر شکاری ۶ ح - ولے ۷ ق - نامهربان

همای[۱] سایه کرد از اوج بر خاک که من میمون شُشم زان سایهٔ پاک

همای بخت[۲] فرخ[۳] گفت کاری فسون در خور بود با سایه داری

چو میمونی تواند بود جائی که ماند استخوانی از همائی

لب نوشادی[۴] نیز از شادی نو ز سرو تازه کرد آزادی نو

که جانم را ز شادی ناگزیر است که از بختم نشاطی[۵] در ضمیر است

نشاط از عشق پنهان پرده بگشاد که غم‌های کهن دارم ز نوشاد

ولش از من نشاط آباد خوانند مرا از وی بت نوشاد خوانند

بزاری خنده زد طاوس[۶] کافسوس که بی مینو بماند زنده طاوس

نه چون طاوس گشتم گم درین باد بجز مینو رسد شخصی بفریاد

درآمد حور مینو نام و در گفت که مینو کی شود طاوس را جفت

رقیب من که مینو را همی خار مگر رضوان که هم دیو است و هم مار

سخن بر داشت جوزا[۷] کاندرین دل مرا سیاره کرده است منزل

سعادت بین که چون در ماه در آید همان سیاره در جوزا در آید

بجوزا کرد رو سیاره و گفت که جوزا به بود سیاره را جفت

من آن سیاره ام کاندر روانی ز جوزا دارم اوج روشنائی

---

۱ نام کنیز ۲ ح. اوج اختر ۳ نام غلام ۴ نام کنیز ۵ نام غلام
۶ نام غلام ۷ نام کنیز

کسے کاندیشد از غوغاے زنبور | بہ بیند انگبیں را لیکن از دور
چو گل چیند کسے از مرغزارے | گریزش کے بود ز آسیب خارے
شہنشہ کز طریقِ مہربانی | ز شیریں یافت ایں شیریں زبانی
بسجدہ پاے شیریں تاجِ سر کرد | کفِ پایش بہ بوسہ پر شکر کرد
بزاری گفت جاے بوسہ دانم | ولے آنجا دلیری کے توانم
کجا بخت من آں سر پنجہ دارد | کہ لعلت را بہ بوسہ رنجہ دارد
اگر اندیشہ گردد ہم عنانت | نبوسم جز بدستوری دہانت
شکر لب زاں نوازشہاے چوں نوش | نہادہ گوش و می شد حلقہ در گوش
دل از مہرش چو شد یکبارگی گرم | می از طبعش نشست آلایشِ شرم
ستد جامِ شراب از دستِ ساقی | دمے خورد و بخسرو داد باقی
کہ من چوں چاشنی گیرم ازیں جام | ازاں کن چاشنیِ لعلِ من دام
دو بوسے زاں بنوش و باز بستاں | یکے وامم دہ و صد باز بستاں
دہاں زاں جام در جلاب تر گیر | ازاں می وز لبِ من نقل بر گیر
نشاط انگیزیِ آں جامِ پر نوش | ملک را برد بیش از چاشنی ہوش
بصد ذوق آں نہالِ موج پرورد | ستد زاں شوخ و ہم بر روی او خورد
ز دریا گرچہ نشکستے خمارش | بداں یک جرعہ رفت از دست کارش

---

۱ ق - می گیرد ۲ یک جرعہ

اجازت داد از چشمِ دغا باز — که باشد غمزه را دستوریِ ناز

بشوخی کرد بازارِ سخن گرم — بگفت اندر میانِ شوخی و شرم

که شیر افگن غزالے بوده امست — بسے ناوک زناں را برده از دست

فتاد آهو کشی را سوئے من رائے — بیک تیرِ خدنگم دوخت بر جائے

چناں دانم کز اں پیکانِ شیریں — نخواهد برد شیریں جانِ شیریں

ازیں پیشیاز فراغِ بختِ دلشاد — دلم آسوده بود و جانم آزاد

جوانی عشق بازی را صلا داد — شکیبم را بتاراجِ بلا داد

چو دل بر دستِ یارم شد گرفتار — کنوں چشمِ من و خاکِ رهِ یار

گرم گردن بتابد چرخِ کج رو — نتابم گردن از فرمانِ خسرو

نظر سوئے صلاحم بود چنداں — که با من بود رائے هوشمنداں

خرد را چوں ز من پوشیده شد نام — چه تحسیں[1] بر من از خلق و چه دشنام

چو راضی گشت بر شمشیر جانم — چه باک آید ز شمشیرِ زبانم

مرا با دوست پیوند نز گزافست[2] — گرم دشمن بدے گوید معافست

اُمیدِ نامِ نیک از عشق خامیست — چو عشق آمد چه جائے نیک نامیست

بعشق آں کو ز گفت و گوئے ترسد — چه میخوارے بود کز بوئے ترسد

بر آنکس نامِ غواصی بود زرق — که هم دُر جوید و هم ترسد از غرق

---

[1] ح - در   [2] ح - نه گزافست

گر ایں افسانہاے ناز گفتے | ز ہجراں سرگذشتے باز گفتے

گر آں از دل بروں دادے ہوائے | بگریہ باز راندے ماجرائے

دراں مجلس کہ بود از عشق بازار | خرد در خواب بود و فتنہ بیدار

زہے عشرت ہمہ شب تا سحرگاہ | بہشتے ایں جہانے بود خرگاہ

عقد خواستنِ خسرو دختراں را برائے مشتاقانِ خود

چو خنداں گشت صبحِ عالم افروز | زمانہ داد شب را مژدۂ روز

نماند اندر فلک زانجم نشانے | بہ نیلوفر بدل شد گلستانے

ملک بر وعدۂ دوشینہ برخاست | حریفاں پیش خواند و مجلس آراست

درآمد باربد بر نسبتِ دوش | نواے ارغنون و نغمہ نوش

خمارِ عشق بازی در سر افتاد | دل از جوشِ شراب از پا[1] درافتاد

اشارت کرد خواندن موبداں را | ہمہ کارآگہاں[2] و بخرداں را

چو مجلس[3] ساز شد خسرو چنیں گفت | کہ گردد ہر دُرے با گوہرے جفت

کسے کز عشقِ کس باشد خیالش | شود ہمسر بکابینِ حلالش

بفرمانِ دو صاحب چارہ سازاں | ہمی جستند راز عشق بازاں

ہمی کردند یک یک را فراہم | دوگانرا عقد می بستند باہم

---

[1] بیکار شدہ [2] ج۔ دانندگاں [3] ج۔ خردمنداں چو گشتند انجمن

چو بادہ بر رخِ خوباں خورد کس — بود دریا کشی را جرعہ بس

نشاید عاشقاں را مے پرستی — کزاں دیوانگی خیزد نہ مستی

شرابِ عاشقی چوں شد بہم یار — معاذ اللہ بر سوائی کشد کار

بجائے کاتش اندر خرمن افتد — کجا میرد چو در وے روغن افتد

چو خورداں بادہ راست جگر خوار — بدستوری شد از شیریں شکر خوار

دہاں را بردہانش ہم نفس کرد — لبش بوسید و ہم بر بوسہ بس کرد

لبش خوش بود ہم زالایشِ جام — اگرچہ تر نگشت از شربتش کام

چناں وقت خوش و عیشِ دل افروز — بزیبائی شبے خوشتر ز نوروز

دو یارِ نازنیں در بادہ ہم دست — جوان و عاشق و دیوانہ و مست

ز مقصود آنچہ باید در نظر گاہ — غم و اندیشہ ز خمت بردہ از راہ

گہے جستند از مے جاں نوازی — گہے کردند باہم بوسہ بازی

گہے سر پیشِ یکدیگر نہادند — گہے در پائے یکدیگر فتادند

گہ از جاروبِ مژگاں خاک رفتند — گہے ز الماسِ دنداں لعل سفتند

گہ آں در زلف ایں شبگیر کردے — بگردن زلف را زنجیر کردے

گہے ایں جعدِ او بکشادے از ناز — دلِ درماندہ را کردے گرہ باز

گہ ایں جستے از آں خونِ دلِ تنگ — بدیں دعوی زدی در دامنش چنگ

گہ آں با ایں عتاب اندیش گشتے — شفاعت خواہ جرمِ خویش گشتے

زسودا بہ کہ مردم سودگیرد | کہ سود اندیش در اندیشہ میرد
متاعت را کہ قیمت ہست بسیار | زمن پرمایہ تر بنود خریدار
تبرزنگن کہ این میموں درختم | بہ پشتِ پا مکن دُورم کہ بختم

پاسخ شیریں بخسرو

شکر پاسخ ز شکّر بند بکشاد | بپاسخ لعلِ شکر خند بکشاد
کہ بخت آں روز مارا داد مایہ | کہ اقبالِ تو مارا کرد سایہ
کہ باشم من بخدمت زیر دستے | کنیزانِ ترا آئین[1] پرستے
نہ چنداں قیمتے دارد متاعم | کہ زنجد گوشِ دلال از صداعم
وگر نزدِ تو قدرے دارد ایں خاک | بمژگاں روبم از راہِ تو خاشاک
گرم در جلوہ خدمت دہی راہ | کنیزے را کنی مقبولِ درگاہ
ور از تو خویش را مہجور بینم | ہمت چوں آفتاب از دور بینم
گر از تو دور بودن رائے دارم | چہ پنداری کہ دل بر جائے دارم
بجان تو کہ جاں پیشت بصد داغ | ازاں بہتر کہ بے روی تو در باغ
غمت من دانم و ایں جانِ خونی | تو ہم دانی کہ در جانم درونی
گر از من میروی چوں گل بہ[2] تعجیل | تو از دل دور می مانی من از جان

---

[1] خدمتگار [2] شرکت کے ساتھ وحدت سبحان اللہ

چو گشت آسوده خاطر باز پیوند | بنوے وصل دلہا گشت خورسند
ملک در پیش شیریں زار بگریست | کہ چند از یکدگر فارغ تواں زیست
نہ پاینده است بر مردم جوانی | نہ کس را اعتمادِ زندگانی
چو اسباب جوانی رخت بربست | سُبل[1] گردد[2] بچشم نرگس مست
گل از بو گرچہ باشد نافۂ مشک | چو شد پژمرده خاشاکے بود خشک
بمحرومی مکش یار چنیں را | غنیمت دار بازار چنیں را
چہ بخت ست اینکہ چوں من پادشاہے | بود محتاج رویت چوں گدائے
کنونم دہ زکوٰۃ خوبیِ خویش | کہ فردا من غنی[3] گردم تو درویش
روا باشد کہ رویت قبلۂ خور | منت می بینم و مے میرم از دور[4]
مگس گر جاں[5] کند در جامِ جلاب | بہ از گریہ است در دکان قصاب
زلال آں بہ بود کز لب رود زیر | کہ از دیدن نگردد آدمی سیر
ازاں چشمے کہ نتواں خوردن آبے | ہلاکِ تشنہ[6] را باشد سرابے
دریں دولت کہ گردوں پایۂ ماست | زمین تا آسماں در سایۂ ماست
سریرِ ما کہ دارد بر جہاں دست | درو جز نیستی دیگر ہمہ ہست
چرا از قدرِ رضا در بند داریم | بہ نسیہ خویش را خورسند داریم
بیا تا با ہم از بخت جہانگیر | در آمیزیم ہمچوں شکر و شیر

---

[1] ن خ مرضِ چشم — [2] ن خ - نبگ خیزد — [3] ن خ - می میرم وے بینم — [4] ن خ - کو — [5] ن خ - شود — [6] ن خ - شوق

باتش در مزن جو شیدهٔ را ... مکن بے پردہ روپوشیدهٔ را

که من گرچه زدم کار آز مایم ... رہا کن تا ز بسیار آزمایم

تو ہم دانی که من چوں در تو دیدم ... دو عالم دادم و مہرت خریدم

ندانم یاد روزے در خیالت ... که بودم خالی از یاد جمالت

اگر جز من کسی بودے دریں سو ... نماندے زنده زیں دردِ جگر سو

تو عصمت ہیں که با ایں بیقراری ... چه ساں کردم ز تو پرہیز گاری

گلے از باغ وصلم بر نچیدی ... بجز نظاره گز دور دیدی

مرا دے کت بروئے من خجل کرد ... گناہے بود تو انم بحل کرد

دو بوس از لعل من کا مد بالت ... حرامم باد گر دارم حلالت

حلال آنش که با من چند گاہے ... بحرمت باشد از دو رت نگاہے

گرت زحمت بود ز اندیشهٔ خام ... چو کام خود بگیری گیری آرام

درت بحبست سودائے که داری ... بیابی خود تمنائے که داری

مرا نیز اعتمادے باشد از بخت ... که آساں نگسلد پیچے که شد سخت

بنائے دوستی چوں محکم افتد ... خلل زآسیب دوراں کم افتد

چناں پیوند کن مہر ابد را ... که در وے رہ نماند چشم بد را

ل۱ ح- خوشیده ل۲ ح- ندارم ل۳ ح- کم ل۴ بکسرتین عفو و معاف ل۵ ح- دو بوسے
کاشغلم آمد ۷ گران و دشوار ۸ عزت و ارجمندی ل۹ ح- بیابی گیرم ل۱۰ ح- شد

ولیکن لذّت خود سودائے شیرین | که شربت آرد از حلوائے شیرین
بزرگان گفته اند این نکته درست | که هر کو سیر باشد زود سیر است
کسے کو را بود صد کاسه در پیش | بیک سکبا کجا بندد دل خویش
کسے کو شربتی هر دم کند نوش | تواند سر که را کردن فراموش
چو مرغے خرمنے بیند بهر گام | بیک دانه دلش کے گیرد آرام
چرا گل دامن از بلبل نچیند | که هر دم بر گل دیگر نشیند
من آن سر چشمهٔ شیرین گوارم | که آب زندگانی نام دارم
تو میخواهی بجویم راه جوئی | بنوشی شربتے و دست شوئی
بگو تا در کشم دست از عنایت | غبار خود برویم زآستانت
کنم در خاک خواری منزل خویش | نهم سنگ صبوری بر دل ریش
کشم در دامن اندیشه پائے | ز دو رت بینم و خوانم دعائے
وگر بر من زند بے طاقتی راه | کنم نظاره در خورشید و در ماه
کیم من مقنع اندازِ قصب پوش | که خوانم با کله داران زند جوش

نسخهٔ ق ـ که سیری دارد ۲ بکسر سین و سکون کاف و بائے موحده قسمی از طعام که به بلغور گندم و سرکه و نبات و گوشت و کشمش تیار سازند نسخهٔ ح ـ در نسخهٔ ح ـ خرمن ۵ توارد بمصرعه شیخ سعدی است که هر دم بر گل دیگر سرایند ـ و هم ازینجا فرق زبان ظاهر میگردد نسخهٔ ح بچشمه نسخهٔ ح ـ بنوشی نسخهٔ ق ـ کنم من مقنع اندازی ۹ جامه ایست ابریشمی و درینجا مراد از قصب پوش کسیکه جامه درپوست نے دارد که پوشش گدایانست

من از بهرِ هلاکِ خویشتن فرد | تو پنداری که گردد خاطرم سرد
دلِ من کاتشش هرگز نمیرد | ندانم خود که سردی چون پذیرد
چو عزت داری از خواری چه بینی | نگه کاز روز خواری نایدت پیش
غمِ روزی که در روے سوز باشد | همان روزی خوری کاز روز باشد
چو پیش از غم دل از غم خاک باشد | همه عمر آدمی غمناک باشد
بشادی غم مخور چندین بیکبار | ز بهرِ روزِ غم چیزے نگهدار
کسے کز آفرینش بے گزند است | همه وقت و همه جا سربلند است
گر آرد کس که یاقوتِ خطرناک | ز درجِ زر فتد بر دامنِ خاک
درے کان تاجِ سلطان را فروزد | کسے در بندِ تعلیقش ندوزد
زرے کاین عزت شد شمارش | کسے هرگز تواند کرد خوارش
بسے زینگونه نقل افشاند پرویز | حریفِ گرم دل نشکست پرهیز
خجالت در دلِ خسرو اثر کرد | بزانو سر نهاد و دیده تر کرد
دل از شیرین شده یکبار نومید | برفت از تاب چون مه پیشِ خورشید
بخشم از پهلوے دلدار برخاست | جنیبت جست و سازِ رفتن آراست
سوے مشکوے مشک آلود شد تند | ز شیرین کرد دندانِ هوس کند

---

۱ ح - بگویم خود که چون سردی   ۲ ح - چو عشرت   ۳ ح - مگر کاز روز خواری آیدت پیش
۴ ح - سربلند است   ۵ ح - ارجمند است   ۶ ق - گر   ۷ یعنی یاقوت بیش بها بنظر نیاید
۸ ح - عشرت   ۹ ق - حریف گرم را بشکست پرهیز   ۱۰ ق - راه

فلک گفتا که بر یاران جانی ۔ بدین غایت نشاید بد گمانی

مرا کاندیشهٔ آن روئے چوں ماه ۔ رساند بر فلک هر شب علی[1] الله

ازاں گوشهٔ ز سودائے جمالت ۔ یکے شد هستی من با خیالت

که چوں در خاک گم گردد نشانم ۔ دهد بوئے تو خاکِ استخوانم

هم اوّل بر سرِ من بود تقدیر ۔ که در جانم چکد مهرِ تو با شیر

چو با شیر ایں هوس رفتست در کام ۔ ز تن با جانِ من آید بنا کام

دو جان کز ازل باهم وصالست ۔ کنوں از هم جدا کردن محالست

نه مرغے را بود صبر از گل و بید ۔ که نیلوفر[2] نتابد روز خورشید

نه گم گردد کس را ذوقِ جلاب ۔ نه ماهی زنده ماند بود بے آب

نه تخمِ تازه ماند سبزهٔ نو ۔ نه بے شیریں تواند بود خسرو

چرا[3] باید که آخر چوں تو یارے ۔ ز من جز دوستی گیرد شمارے

نگو گفتند دانایانِ[4][5] پر خواست ۔ که دل را دل بود آئینه راست

دو آئینه چو رو در رو نهند ۔ ز یکدیگر خیالِ راست بندند

خیالِ راست بائیست که در تن ۔ من از موم آئینه دارم نه آهن

مینگن بد دل از دوری خراشم ۔ مکش هر دم بر خشم[6] و در باشم

---

[1] فریاد و فغان [2] نسخه۔ نه نیلوفر تابد [3] نتیجهٔ اشکال سابقه [4] نسخه۔ مگر کاں گفت دانایان بجاست
[5] غالباً بمعنی دانایان پر و داد و اهل محبت باشد۔ مگر نظر نیامده۔ اسیر [6] اے دور شو

ز سوزِ سینه ماند افتاده رنجور — چو تشنه کز لبِ کوثر شود دور

بشکّر خنده گاهے بود غمناک — دلش چون دامن و دامن چو دل چاک

ز غم خوردن چو رفت از کف عنانش — ز شکّر میلِ صحرا کرد جانش

بآهنگِ شکار از خانه برخاست — بدولت خانهٔ زین منزل آراست

روان شد با غلامی چند دلخواه — که بودندے بخدمت گاه و بیگاه

ندیمِ خاصِ شاپورِ خردمند — بهمراهی سخن را نکته[۱] پیوند

فروگفتے بچستی هر زمانے — بر آئینِ ندیمان داستانے

بافسون برگشادے مشکلش را — تهی کردے ز غم لختے دلش را

که تا گردونِ گردان را روانی[۲] ست — بنائے کارِ او بر بیوفائی[۳] است

نیارد هیچکس را شاد دیدن — نه یک دل را ز رنج آزاد دیدن

ازان بتر[۴] ندانم کوششِ کار — که یارے را جدا گرداند از یار

جوابش باز گفتے خسرو از درد — که با تقدیر نتوان داوری کرد

اگر شیرین ز راهِ بیوفائی — بُرید از آشنایان آشنائی

مگو کیں تلخ از شیرین نکو نیست — که عیب از خوئے بدخوئیست از دوست

هر نیک و بدے کاندر میانست — گنه بر بخت و تهمت بر زمانست

چو تلخی میکند بختِ نژندم[۵] — گنه بر گیسوئے شیرین چه بندم

---

[۱] را بدل اضافت [۲] رواج و رونق [۳] نسخہ - بینوائی ست [۴] نسخہ - ندارد [۵] خوار و دو اشگون

ز زلف او گره با داشت[1] باخویش | یکے در ابر دوده در دلِ خویش

غزالاں خاکبوساں پیش رفتند | سوئے فرمانروائے خویش رفتند

بکس را[2] دیده و نه باکس سخن گفت | ز مرکب جست بر بستر[3] فرو خفت

اگر از خوشدلی خسپد همه چیز | بسے باشد که خواب آید ز غم نیز

بخفتن گرچه راحت یار باشد | ولیکن خوابِ غم دشوار باشد

چو عاشق می[4] نخسپد یک زماں هم | دمے گر خفت[5] بیدارست انجم

درست اندوهِ بیماراں نداند | که خفته حالِ بیداراں نداند

چو سر بر کرد از آں خوابِ[6] سحرگه | بنومیدی بر آورد از جگر آه

بباده گرچه لب مشغول بودش | دل از عیش و طرب معزول بودش

ز مژگاں سیل آتشناک میریخت | جگر میخورد و خوں برخاک میریخت

مے اندیشه را پرواز میداد | لبش میخورد و چشمش باز میداد

نصیحت کردنِ شاپور خسرو را بجهت شیریں و دلالت کردنِ شکر

سخن پرداز گویایٔ خردمند | چنیں برداشت از درجِ گهر بند

که چوں خسرو ز یارِ عصمت اندیش | بشکوے خود آمد با دلِ ریش

---

[1] ق۔ گرہ [2] ح۔ نزد کس [3] ق۔ دربالیں [4] شب [5] ق۔ گو [6] ق۔ جگرگاه

چناں سر زدے که در عالم نخیزد | بدش گویم زبانم چوں نریزد

ترا گر دے او گر صد نگار است | بچشم من یکے زاں صد هزار است

تو هم دانی که از دانا و او باش | نداند نقش را کس به ز نقاش

بمعبودے کنم سوگند را یاد ق | که نیکی را از و بود است بنیاد

که در نیکوئی و شیریں زبانی ۲ | بشیریں کاری و شکر دهانی

زمین و آسماں گر با هم آیند ۳ | چو شیریں پیش فرزندے نزایند

ولے چوں زد دلِ شه در و مند است | وزاں یک تن دو عالم در گزند است

صلاح دولتِ شاه آنچه دانم | ضرورت گفتنی شد تا توانم

عناں گرداں نه آخر تاجداری | مکن چندیں بتاج و تخت خواری

غلطها یا بد اندر کارِ ما راه | که دارد طاقتِ رنج دل شاه

مزاجت رست بر آں بتِ سیم | عیاذاً باشد از دیوانگی بیم

نیاید جوشش سودا بیش گردد | خرد را چشم بینش ریش گردد

تبه باشد ازاں در زیر نه طاق | نه حالِ شه که حالِ جمله آفاق

بداں دل کو زبوں آورد تن را | زبوں کردن نشاید خویشتن را

ولے کز میل با دشمن شود یار | نه دل بل دشمنے باشد ستمگار

لـ نسخه ح - شیریں زبانی   لـ ق بستمند است   لـ ق - ازاں یکدل دو عالم

لـ م - خلل می باید   ٥ کلمهٔ اجتناب و پرهیز

چو در قرابه[۱] نبود باده باقی ٹکایت چوں توان کردن ز ساقی

چو باراں قطرہ نفشاند از غیب اگر بستاں نخندد چوں کنم عیب

چو شب نبود چراغ خانہ را نور اگر دیدہ نہ بیند ہست معذور

بسے زیں خفتہ میگردم گراں گیر[۲] چو بادل بس نمی آیم چہ تدبیر

میان شاہ و شاپور از ٹکایت فراواں زیں نمط بودے حکایت

ہر آتش کز دل شہ بر زدے تاب روان[۳] شاپور بر وے ریختے آب

بسے سودا چو زینساں در سر افتاد سخن در خوبی خوباں در افتاد

ملک گفتا کہ دارد کس ز عشاق بتی ٹیریں تر از ٹیریں در آفاق

کزاں گاہے کہ من ہستی گزیدم بتے چوں او بہ ٹیرینی[۴] ندیدم

بپاسخ گفت شاپور سخن سنج کہ اے در ہفت[۵] کشور نوبتت پنج

بلذت گرچہ ٹیریں ہست چوں نوش ترا ٹیریں تر ست از جان پر جوش

چو طبع از عشق باشد ناشکیبا نماید نقش مفرش[۶] نقش دیبا

ز آتش گاہ سرما خوش بود تاب بقدر تشنگی ٹیریں بود آب

گرسنہ گرش نباشد صبر چنداں خوش چلقوزہ[۷] باشد زیر دنداں

نہ من زاں میکنم ایں نکتہ پرکار کہ ٹیریں را کم است از حسن بازار

---

۱ شیشہ و صراحی بادہ ۲ ناب یعنی کنارہ گیرست کہ معنی جدا باشد ۳ زود

۴ [illegible] یکے ۵ سیاقۃ الاعداد ۶ جامہ خواب ۷ نام میوہ

دو نارنج ترشش در حلۂ نور　　بدل نزدیک لیک از دستگہ دور[1]

درشش ز آشوب مشتاقاں چو محشر　　بسے سرگشتہ سرگردان آں در

بزرگان جہاں در آرزویش　　گدایاں خود کجا بینند رویش

رسند از ہر طرف صاحب کلاہاں　　خریدار شکر ہمچو سپاہاں

خیالش دیدہ را سازند محراب　　خزینہ بر درش ریزند چوں آب

چو خاں[2] دوماں شاں را کرد تاراج　　پس از عمرے نماید رو بمحتاج

ہمہ روز از طریق عشق بازی　　بنقل مے کنند عاشق نوازی

شبانگہ سوئے مہماں پر امید　　فرستد سایۂ بر جائے خورشید

چناں از جام[3] نوشینش کند غرق　　کہ سنگبار[4] اندر اندا انجیں فرق

فریبد ہمچو طفل نازنینش　　با نجیرے[5] برد انگشترینش

دہد زینگونہ شبہا چوں حریفاں　　کنیزاں را در آغوش حریفاں

خود اندر عہد عزت شاد ماند　　سمن در بند و سرو آزاد ماند

بسے دادند شاہاں قیمت[6] پر　　نشد خاریدہ زالماس کس آں در

عجائب گوہرے باشد کہ در کار　　بود پوشیدہ رو با صد خریدار

فراوانش رسید اندر زمانہ　　ز عشق خسرو و شیریں فسانہ

لہ ح - از دوست تر دو،　　لہ ج - در جام چو شانش　　لہ ۳ - جان وہاں　　لہ ۴ ہماں سنگیا
بکاف عربی قسمے از طعام کہ تحقیقش گذشت　　لہ ۵ لے بیک انجیر انگشتری از دست طفل بود
مثل ہندست　　لہ ۶ لے قیمت بسیار

براستی آں دشمنی کو دوست نیست | حذر زاں دشمنی کو دوست رویست

چو نتواں عشقے بایار کردن | نشاید خویشتن را خوار کردن

چو او را نیست پر پیوند تو رائے | تو نیز از دامنِ عزت مکش پائے

کسے کو عزتِ یاری نداند | ز عزت فرق[۱] تا خواری نداند

بداں باشد کہ بازآری دلِ ریش | بخوبانِ دگر داری[۲] دلِ خویش

کنی سنگیں دل اندر سینۂ تنگ | کشی دستے بہنجار از تہِ سنگ

چو رفت آں گلبنِ نوخیزت از یاد | ہمہ عالم پرست از سرو آزاد

چو جاں کہ جاست جاناں چند خواہی | چو دولت ہست خوباں چند خواہی

دو چیز است اتفاقِ ہوشمنداں | ق | کزاں باشد ہلاکِ[۳] مستمنداں

یکے چوں بیوفا باشد نگارے | ۲ | بدل کردن بدیگر گلعذارے

دگر زانجا کہ عشق آتش کند تیز | ۲ | باہنگِ سفر گشتن سبک خیز

کسے کز عاشقی بگسست زنجیر | یکے زیں باشدش زیں ہر دو تدبیر

مرا خود ہست در خاطر ہمہ چیز | بگویم گر[۴] بدل باشد سفر نیز

شنیدم در سپاہاں[۵] ہست ماہی | بتانِ روم و چیں را قبلہ گاہی

شکرنامے و شور انگیزِ عشاق | بشیرینی چو شیریں در جہاں طاق

یگانہ دلبرے[۶] در نیک خوئی | ندارد داد وہم در خوبروئی

ن۱ ح - چو یارے زار شد | ن۲ ح - ہندی | ن۳ ح - خلاص
ن۴ ح - کمن | ش۵ اصفہان | ن۶ دلربائی و نکوئی

زمانه گشت ازان بازیچه سازی ‌‌ ‌ مشعبدوار در نارنج بازی

برآمد شمع شادروان خورشید[1] ‌ ‌ فراز کرسی زر همچو جمشید[2]

بخدمت[3] خواند دستور گزین را ‌ ‌ ز لعل افشاند لؤلؤی ثمین را

که تنگ آمد دلم زین منظر تنگ ‌ ‌ دو ماهی سوی صحرا آرم[4] آهنگ

چنان باید که با نیکوتر رایی ‌ ‌ شوی در ملک و دولت کارفرمای

نگهداری طریق نیک خواهی ‌ ‌ نداری غایبم ز اورنگ شاهی

چو کرد این رهنمونی با خردمند ‌ ‌ برآمد بر کمیت بادپیوند

همه خاصان دولت هم رکیبش ‌ ‌ که زیشان طبع بودی ناشکیبش

بهمراهی بزرگ امید و شاپور ‌ ‌ وزان سو باربد[5] با نای و طنبور

دو اشتر[6] پر ز گوهرهای شهوار ‌ ‌ گران در نرخ و در بردن سبکبار

که تا هرجا که خرجش سهل ماند ‌ ‌ بمدی دخل اقلیمی ستاند

هوای دلبر نو کرده در دل ‌ ‌ همی شد ده بده منزل بمنزل

رها کرده همه ترتیب شاهان ‌ ‌ در آمد بی سپاه اندر سپاهان

طلب کرد از گذر پوشیده جایی ‌ ‌ ز موکب ساختش دولت سرایی

بزرگ امید را در حال فرمود ‌ ‌ ق که ره گیرد بدکان[7] شکر زود

---

[1] ح جمشید [2] ح خورشید [3] ح بخلوت جست [4] ح وارم

[5] سه تا زن باربد با رود و طنبور [6] ق - دو اشتر پر ز گوهرهای غلطان + که گر کس قیمت آن میرسید زان

[7] بصنعت ایهام مراد از دولت خانهٔ شکر

وفای شاہ بس کافزون شنیدست | بصد جان مہر شہ را برگزیدست
زہر آیندہ با جانِ پرسوز | خبرہای ملک پرسد شب و روز
بجز تو دل بکس مایل ندارد | بجز پیوند تو در دل ندارد
رکابِ دولت ار جنبد[ل] دریں راہ | تواند شب کہ خورشیدی کند ماہ
نہ با شیرین ست شیرینی ہمہ جفت | شکر را نیز شیریں می تواں گفت
گرت جلاب شیرین ست در جام | شکر ہم خوش تواند کردنت کام
ہمہ مستی نہ با انگور یار ست | کہ آبِ نیشکر ہم مست کار ست
چو گل نبود در[ع] منہ مشک نابست | چراغ اندر دلِ شب آفتابست
شکر نامی کہ از بہرِ ہوس را | بجستست از شکر بسیار کس را
چو در جای تہی شیرین جا نگہ داشت | تواند جای شیریں را نگہداشت
شہنشہ زاں فسونِ رغبت انگیز | شد از بہرِ شدن یکبارگی تیز
ہمہ روز آہوافگن بود در دشت | شبانگہ سوی مشکو آمد از گشت
بداں سودا کہ بودش فتنہ دلدوز | ہمہ شب پاسِ دل میداشت تا روز

رفتنِ خسرو باصفہان و دلالت کردن با شکر اصفہان

چو شد نارنجِ مشرق صبحگاہاں | سفید و سرخ چوں سیبِ سپاہاں

ل ق ۔ ارزانی

ع بنفشتین گیاہی کہ گلش ہمچو درم باشد

نے یاد آمد از پیشینه پیوند | ز شیرین هم بشکر گشت خورسند
صراحی جست و جام باده برداشت | برود[1] و می دل افتاده برداشت
بآهنگ[2] طرب می نوش میکرد | الحان می خورد[3] و زین در گوش میکرد
نوائے باربد بر ماه می شد | دل زهره زره بیراه می شد
برود از هر ترانه آب می رفت | بهر سو آدمی در خواب می رفت
ظرافتهائے شاپور از سر حال | عطارد را ورق میکرد پامال
بزرگ امید هم در خورده[5] کاری[4] | ز لب میکرد هر دم شهد باری[6]
شهنشه گاه بوئے[7] از ظرافت | سخن را آب میداد از لطافت
شکر چون[8] نیشکر جانے در گر بود | که سرتا پا ز شیرینی شکر بود
بجانها می فتاد از چشمش آشوب | مژه میرفت دلها را بجاروب
دهانش داده چشمش را ولایت[9] | زبان خاموش مژگان در حکایت
چو معجون شفا دارائے زبان را | بہ پیوستے جراحتهائے جان را
قدح بر کف گرفته عاشقانه | خویش میریخت از رخ دانه دانه
نے[10] کو آب برد از دانهٔ خویش | همانجا دست شست از نغمهٔ خویش
میش چون در مزاج طبع ره یافت | هنر جولان خود را جایگه یافت

ن۱ ح- بزور ن۲ ح- بر ن۳ ح- خورد ۴ دقیقه سنجی ن۵ ح- شهریاری
ن۶ ح- کلانے بود ن۷ ح- خود ۸ ولایت دادن حاکم نمودن وقایم مقام خود ساختن
ن۹ ح- کان

بروی سلکی ز مروارید شب تاب | بیک رشته در او صد قطرهٔ آب
رساند تحفهٔ شه بر دلارام | پس آنگاهش دهد پوشیده پیغام
که آمد بهترین پادشاهان | خریدارت شکر سوی سپاهان
سزد گر برگ مهمان را بسازی | ترا رسم ست خود مهمان نوازی
رسول کاروان پیغام را برد | بآیینه[1] که در خور بود بسپرد
شکر لب چون پیام شاه بشنید | بگوش خویش نام شاه بشنید
بران دل[2] شد که بیرون افتد از کوی | برهنه پا و سر پوید[3] در آن سوی
از آن شوخی که در چشم سیه داشت | بطنازی عنان دل نگه داشت
ز جا برخاست با صد بیقراری | چو مه بنشست در شبگون عماری
ز سودای کهن بار غبت نو | روان شد تا بمنزل گاه[4] خسرو
ملک را خود دو دیده سوی ره بود | که شیرین نوش در خوابگه بود
درآمد نازنین و دید شه را | بمژگان رفت خاک بارگه را
چو جان را از جمال شاه خوش کرد | متاع قیمتی[5] را پیشکش کرد
پذیرفت آن همه خسرو بکم و بیش | نشاندش ز ارجمندی[6] پهلوی خویش
تماشا کرد حسن باکمالش | موافق دید با شیرین جمالش

---

[1] ن ج - بر آیینه [2] ن ق - جازم [3] ن ق - پرد [4] ن ج - سوی منزل گاه
[5] ن ج - خدمتی [6] ن ق - از عزیزی

کسے را زندہ گیر اندر دلِ خویش
کہ بردارد نصیب از حاصلِ خویش

کسے کز مدبری بدحال باشد
نباشد زندہ گر صد سال باشد

مرادِ زندگانی کامرانی ست
چو آں نبود چہ جائے زندگانی ست [1]

بشادی کوش گر سرمایہ داری
بقا چندست کاندر غم گزاری

زمان چوں رفت دیگر یافت نتواں
عنانِ زندگانی تافت نتواں

زسالِ رفتہ نتواں یافتن روز
نہ دے را باز گردانیدن امروز

دریں شیشہ کہ زہرش در شراب ست
جہانے زاں [3] بہر دورے خراب ست

کسے را باشد آں شربت گواراں [2]
کہ داند خوردنش بر روئے یاراں

تو چوں عقل و دلِ چالاک داری
بخور کین زہر [4] را تریاک داری

تہی دل کو بمحرومی زبون ست
چہ داند لذتِ عالم کہ چون ست

نہ ہر لذت سزائے ہر زبانیست
نہ ہر میوہ برائے ہر دہانیست

سزائے کام ہر کس نیست ہر چیز
نہ سگ خرما خورد نہ گربہ کشنیز

شکارِ صیدِ کنجشک آمد انجیر
بمیرد چوں سگ پستاں [5] خورد شیر

خرے کو روزی اندر خاک جوید
گرش ریحاں دہی خاشاک جوید

تو گر مردم مزاجی لقمہ خور پاک
رہا کن کژ مزاجاں [6] را بخاشاک

---

[1] ح - کش در غمگساری [2] ح - زد [3] نون زاید [4] ق - ہمرہ وان [5] سگ پستان قریست لعاب دارد بشکل پستان سگ کہ بہ سگ پستان شہرت دارد و از شیرہ او کنجشک را گرفتار کنند [6] ح - خرمزاجان را

ز رامشگرت چنگِ خوش آواز | روان دستے فرود آورد در ساز
نوا را بر طریقے ساز میکرد | کہ گوشش بار بر در باز میکرد
چو شد پرداختہ ترتیبِ سازش | نوازش یافت لحن جاں نوازش
بلند و خوش نوائے کرد پرکار | کزاں شد فتنہائے خفتہ بیدار
بنوکِ غمزہ مروارید می سفت | کہ شادروان مروارید می گفت
نوا چوں گفتہ شد بکشاد نو نو[1] | ز راہِ خسروانی عشقِ خسرو
بروں برد از دلِ جوشاں خلل را | ز جوشِ دل برآورد ایں غزل را

غزل سرائے شکر در مجلس خسرو

چہ فرخ روزگارے[2] باشد آں روز | کہ گردد ہمنشیں یارے[3] دل افروز
ہمہ سرمایۂ عشرت مہیا | ز موجِ شادمانی دل چو دریا
مرادِ خوشدلی و کامرانی | نشاط و عیش و آغازِ جوانی
کسے را کیں ہمہ یکجا دہد دست | گر از دولت بنازد جائے آں ہست
مرا کیں دولت امروزست در چنگ | بدولت چوں ننوشم جامِ گلرنگ
زما چوں برد دولت روزِ بد را | غنیمت داشت باید روزِ خود را

---

[1] شرح - جوجو   * درینجا غزل مطلقاً مراد از نظم عاشقانہ است
[2] شرح - ساعتے باشد داں روز   [3] شرح - دیار دلسوز

بود عالم بروئے دوستاں خوش — کہ باشد از ریاحین بوستاں خوش

خبر گویند[1] ز آب و سبزہ ہر کس — جمالِ دوستاں نزدیکِ من بس

چو مہمانِ تو[2] آمد خسرو امروز — مبارک باد اقبالِ تو امروز

شکر چوں زیں ترانہ باز پرداخت — حریفاں را غلامِ خویشتن ساخت

ملک ازاں سرودِ[3] شکریں ساز — شکر در عشق با شیریں شد انباز

بعشق اندر دوئی ہر چند خوش نیست — کہ در مے چاشنی از قند خوش نیست

ولے چوں شہ بجاں بود از غمِ دوست — خلاصِ جانِ خود مے جست[4] در پوست

بدل میکرد یارے را بپائے — بسوزن میکشید از پائے خارے

بردنِ شکر خسرو را بخانۂ خویش جہتِ مہمانی

چو گیتی گرد صافِ خویش را درد — سپہرِ بو العجب خنجر فرو خورد[5]

بصد خواہش گری شہ را پری روئے — بعشرت گاہ خود شد میہماں جوئے

شہنشہ نیز نگذشت از رضایش — بمہماں رفت در مہماں سرایش

کنیزاں ہمے او از ہر کرانہ — نثارے ریختندش خسروانہ

شکر فرمود تا ہر ماہ روئے — حریفے را برد مہماں بسوئے

ن۱ ح - بصر جویند — ن۲ ق - تو — ن۳ ح - درود — ن۴ ح - میداشت

ن۵ ح - برد

چو نگذارد جہاں در کام راندن بزعم او بباید کام راندن

چو خوے روزگار آمد حرونی نشاید کرد با دشمن زبونی

کسے را کو فتد با مشت زن جنگ قدم بے سنگ باید دست بر سنگ

چو سنگ مرکوچہ و ندان خاے باشد برو زن بانگ تا بر جاے باشد

نہ پا بر سنگ باید سنگ در دست چو پا بر سنگ آمد او فتی پست

حریفے کو زبوں آید ز تقدیر زبوناں نیز گردندش زبوں گیر

مگس چنداں کہ جست از کنج دیوار نرست از عنکبوتاں آخر کار

چو خواہی کاسماں را گوش مالی مباش از کیمیاے ہوش خالی

چو بایدش از خودی گردن فرازی بہنجارش توانی داد بازی

چو باقی نیست کس در گردش دہر خوش آں کز شادمانی باشدش بہر

خوریم امروز آب باصفا را کہ فردا خاک خواہد خورد ما را

گرت نقدیست امروزش بخور خوش مشو بر نسیہ فردا مشوش

ترا کامروز عیش آسودہ باشد غم فردا خوری بیہودہ باشد

بسا کس کاندرہ فردا کشیدند کہ نے مردند و فردا ندیدند

پس آں بہتر دریں دیرینہ بنیاد کہ داری دل بروے دوستاں شاد

ن ۱ ق - آرام ن ۲ سرکشی ن ۳ ق - قدم بر سنگ ن ۴ غضبناک ن ۵ امراد زدن
ن ۶ ح - برنا جاے ن ۷ ق - بگاہ جنگ بر سنگ آیدت دست ن ۸ پا بر سنگ آمدن افتادن
ن ۹ ح - مگس خوار ن ۱۰ ح - تواند ن ۱۱ ح - زاندیشہ

چو مرغے بیضہ را زیرِ پر آورد — بہمت مردہ را جان در بر آورد

کنون اقبال کرد آن کارسازی — کہ از وصلت کنم گردن فرازی

روا باشد کہ چندین کردہ پرہیز — سرانجام از فساد آتش کنم تیز

چو بینی زیرِ دامن عقدِ من ہست — بعقدِ من کجا دامن کشی چست

ہمی خواہم[ن۱] کہ نفتد ز اشتیاقت — بجز تزویج با من اتفاقت

ملک گفتا کہ ہست این سہل کارے — بکابین خویش ارزد[ن۲] چون تو یارے

ہمیں دم موبدان را شو طلب گار — کہ تا فردا ندارم صبر این کار

صنم گفت ار چہ جانم ناصبور است — بیا امشب کہ فردا ہم نہ دور است

ملک ناکام از ان شیرین شکرخند — بآغوشے و بوسے گشت خورسند

عقدِ خسرو با شکر و تزویجِ ایشان

عروسِ صبحدم چون پردہ برداشت — جہان را جلوہ خود در نظر داشت

سپہر اندر نثارِ جلوہ حالی — طبق ہا را ز گوہر کرد خالی

دو کار[ن۳] اُفتادہ با چندین اُمید — شدند[ن۴] اندر پئے پیوند جاوید

طلب کردند موبد را نہانی — کہ عقدے بست بر رسمِ معانی

ن۱ ح - مرا خواہی تو کش خواہ اشتیاقت • کہ بے تزویج دو دم ز اتفاقت — ن۲ ح - بیرزد

ن۳ ح - دو کار اُفتادہ کمتر با صد اُمید — ن۴ - شدہ

چو ہر گل ساخت[۱] با ہر بلبلِ خویش ❊ ملک بس ماند و آرامِ دلِ خویش

بران دل شد کہ آرد تنگ در بر ❊ خورد زاں شاخِ نازک میوۂ تر

شکر گفتا کہ چوں من ہشتم[۲] برانم ❊ کہ باقی عمر دولت با تو رانم

تو ہم بہرِ دلِ من گر تو دانی ❊ حدیثم[۳] گوش کن دیگر تو دانی

شہنشہ زاں حدیث آمد بخود باز ❊ صنم بر داشت مہر از حقۂ راز

کہ گر خسرو نداند داند آفاق ❊ کہ من چوں رستم از غوغای عشاق

چہ شیر افزا ز راہ افگندم اینجا ❊ چہ شاہاں را کلاہ افگندم اینجا

چہ زرہا پاک[۴] شد بر آستانم ❊ چہ سرہا خاک شد بر آستانم

کہ با چندیں حریفاں در بر[۵] من ❊ نیالود از لبِ کس ساغرِ من

نہ مقصودِ من ایں بود اندریں کار ❊ کہ رو در پردہ دارم پارسا وار

ولیکن بس کہ نامت می شنیدم ❊ ہوایت را بصد جاں می خریدم

خیالت گرم کرد از جنبشِ درد ❊ مرا میکرد میلِ دیگراں سرد

غمت آسیبِ خلقم دور میداشت ❊ ہمہ خلقم بدیں معذور میداشت

دریں فکرت چہ تہمت ہا کہ بستم ❊ کہ یکدم نیست[۶] کز تہمت نشستم

چہ خوش گفت آں کہ ننگ از تہمتش بود ❊ کہ تہمت ہست مقناطیسِ مقصود

نسخہ ۱ - چو ہر گل کرد خوش با بلبلے جائے ٭ ملک ماند و بہار عالم آرائے
نسخہ ۲ - خود
نسخہ ۳ - حدیثے گوش کن زاں پس تو دانی
نسخہ ۴ - چہ زرہا خاک شد در آستانم
نسخہ ۵ - بر در
نسخہ ۶ - پشت از

گہ از جورِ فلک دلتنگ می بود ‌‌ گہے با بختِ بد در جنگ می بود

نہ دلداری ز کس نے یاری از یار ‌‌ ہم از دل[1] دور ماندہ ہم ز دلدار

ولے صد ہزار اندوہ بر دل ‌‌ ز بے سنگی غمے چوں کوہ بر دل

بہ تنہائی نشستے در شبِ تار ‌‌ ہمہ شب تا سحر بگریستے زار

ز بیخوابی شدے چوں ماہ بربام ‌‌ فرستادے بدستِ باد پیغام

کشیدے ہر دم از دل دود[2] ہا ‌‌ فگندے چشمِ انجم را خراشے

شبش تا صبحگاہ ایں کار بودے ‌‌ بروزش کار خود دشوار بودے

جنیبت بروں راندے ز اندوہ ‌‌ گہے در دشت بودے گاہ در کوہ

فراواں صید کردے دام و دد را ‌‌ بدینہا داشتے مشغول خود را

شبانگہ باز گشتے سوئے خانہ ‌‌ نشستے ہم بر آئینِ شبانہ

چو لختے کوہ از میاں پی سپر[3] کرد ‌‌ بکوہِ بے ستوں روزے گذر کرد

فرس میراند در وی با دلِ تنگ ‌‌ ز نعلِ رخش مے برید فرسنگ

ز خارا دید جوئے ساز کردہ ‌‌ رہے در مغزِ خارا باز کردہ

درین[4] سنگے تراشیدہ چو سندان ‌‌ سپید و نغز چوں گلبرگِ خندان

بہمواری و صفوت[5] چوں بلورے ‌‌ کہ بر وے رفتن نمی یارست مورے

---

[1] بیدل کہ اصل بمعنی مشتاق است ‌ [2] آہ و نالہ ‌ [3] پی سپر کرد - طے نمود

[4] ج - درو ‌ [5] صفائی و برگزیدگی

چو شد شرطِ زناشوئی ہمہ راست — مراد آمادہ گشت و داوری خاست

ملک در پردہ با دلدار بنشست — بتاراجِ شکر شد طوطیِ مست

دری پیچید چوں گل در گیاہی — غلط کردم کہ در گنج اژدہائی

پر از صد گونہ نعمت دید خوانی — در و پالودہ و حلوا جہانی[۱]

نخست اندر نمک شد چاشنی گیر — نشاندش[۲] انگہ نوالہ غرق در شیر

شکر خائیدہ شد در زیرِ گازش[۳] — بجلوا در شد انگشتِ درازش

بگنج اندوخت مارش بہرۂ خویش — صدف بستد ز باراں بہرۂ خویش

چو شیریں دید شربت را خردمند — فشاند از آب در وے قطرہ چند

دمے با دلبر اندر کامِ دل ماند — دلش آسودہ شد چوں کامِ دل راند

شبا روزے کشیدہ در برش تنگ — ہمی پیمود رہ فرسنگ فرسنگ

بدانساں کرد حلوائے شکر[۴] نوش — کہ شد حلوائے شیرینش فراموش

خبر یافتن شیرین از عقدِ خسرو با شکر و بصحرا رفتن و بغم با درد آمیختن

خبر شد چوں بشیرینِ مشوش[۵] — کہ خسرو شد بشیرینِ دگر خوش

---

۱ اے بمقدار یک جہاں پالودہ و حلوا مہیا بود   ۲ ح - اندر   ۳ بکاف فارسی
گلگیر شمع کہ نوعے از مقراض ست دریں جا آلۂ خسرو پرویز را باں استعارہ نمودہ
۴ ح - جلاب گلاب بشکر آمیختہ   ۵ پریشان حال

کزتا گفت تو در گوشم رسیدست | زبیهوشی همه هوشم رمیدست
صنم گفتا که این پرسش نه سازست | رها کن سرگذشتِ من درازست
ولیکن خواهمت فرمود کارے | کشیدن جوئے اندر کوهسارے
بعزمِ کار چون زانسوئے رانی | ضرورت کار زنہارا بدانی
بکوهستانِ ارمن از بز و میش | گله دارم بهر سو از عدد بیش
ز شیرآرندگانِ جمعے انبوه | درآمد شد بر نجند از سرِ کوه
بباید ساختن جوئے بتدبیر | کز انجا تا بما آسان رسد شیر
چنیں کارے جز از تو بر نیاید | تو کن کیں از کسے دیگر نیاید
فنت را گو گوا با خویش دارد | شناسد آں که دانش بیش دارد
دراں منگر که من خود شیرخوارم | که گرچه شیرخوارم هوشیارم
چو بینش را بود آئینه بے زنگ | نه بیند صورتِ آئینه بے ننگ
جوابش داد مردِ سخت بازو | که مزدِ دستِ من نه در ترازو
وگرنه کے گذارد عقلِ چالاک | که بهرِ نسیه نقدے را کنم خاک
شکرلب گفت اینجا چیست با من | که مزدِ چون توئے ریزم بدامن
بزاری بر زمیں غلطید فرهاد | زمیں بوسید و راز سینه بکشاد

نسخه ۱ ح - زبیخویشی | نسخه ۲ ح - گفت ازمن | نسخه ۳ ح - برآوردن | نسخه ۴ ق - بریدن
نسخه ۵ ح - دمه | نسخه ۶ ح - بینش | نسخه ۷ ح - شیرمستم | نسخه ۸ ح - بخواری

بحیرت گفت کاحسنت[1] آن جوانمرد[2] | کہ زآہن سنگ را اینچنین کرد[3]

ہمی شد در نظارہ بر لب جوئے | نظر میکرد در روی موئے با موئے[4]

عنان میداد در خشّی کوہ تن را | کہ دید از دور تا گہ کوہ کن را

شتابان شد بصد رغبت بسویش | وزان پس کرد[5] لختی تجربت جویش

جوانی دید[6] خوب و سرو قامت | بکوہ انداختہ کردہ قیامت

ازو ہر بلندوئے آہن[7] ستونے | ز تیشہ بے ستون پیشش زبونے

بپرسش گفت کای مرد سخن سنج[8] ق | بکوہ از تیشۂ آہن زر انفسنج

چہ نامے و چہ سان نیرنگ سازیست | کہ پیشت صنعت آزرنگ[9] بازیست

بگوش مردکان آواز در شد | چو آن بشنید[10] از خود بیخبر شد

نگارے[11] دید در زیر نقابے | نہفتہ زیر ابرے آفتابے

بزاری گفت فرہادست نامم | درین حرفت کہ می بینی تمامم

بنحتی چون کنم پولاد را تیز | بہر زخمے بود کوہی سبک خیز[12]

دگر تیشہ بہنجار آزمایم | بصنعت پوست از مو بر گشایم

چو روشن کرد مستکین کو بکن کیست | تو نیز ہم بازگو تا نام تو چیست

---

۱ کلمہ تحسین و تعجب۔ بمقابل خواہمیشہ فعل غائب آید نہ حاضر اینجا ۲ نسخ - ہنرمند ۳ نسخ - کند
۴ نسخ - در موے ۵ نسخ - فن ۶ نسخ - جوان خوبروئے ۷ نسخ - زآہن
۸ نسخ - ہنر سنج ۹ نام مصور چین حریف مانی ۱۰ نسخ - چو آواز از شنیدن
۱۱ نسخ - بہارے ۱۲ زود خیز

طلب فرمود شیریں کوہکن را کہ تا مشغول دارد خویشتن را

زبیرونِ سرایش پیش خود خواند بہ تعظیمے کہ واجب بود بنشاند

درآمد چاشنی گیرِ شکرخند درختے از نبات و سروی از قند

فرود آورد بہرِ قوت و قوت ز فرقِ مطبخی خوانے زیاقوت

درو آرایشے بر رسمِ شاہاں سزاوارِ دہانِ نیک خواہاں

چو نعمت خوردہ شد ساقی پیاپے نشاط انگیز شد از میوۂ مے

فرودے برد خوش فرہادِ مسکیں شرابِ تلخ را بر روئے شیریں

شرابِ خلوت و زاں گونہ یارے کجا باشد ازیں بہ روزگارے

چو سرخوش دید شیریں میہماں را طلب کرد از دلش رازِ نہاں را[۱]

کہ در سیماے تو از فرق تا پائے فراست را چو گشتم کار فرمائے

گواہی داد دل کز خسروانی کز ایشاں با فرودستاں نمانی

جوانِ کارداں گفت ایں خیال است گدا را تہمتِ شاہی محال است

کجا با خسرواں ہم سنگ باشد کسے کز سنگ روزی می تراشد

گدائے کو ز دوراں تنگ روزیست بہ از من کو نہ چوں من سنگ روزیست

بکاں کندن رود ہر کس بجائے مرا با کوہ جاں کندن بود کار

رود ہر موئے اندر گوشۂ خویش من اندر کارگاہ[۳] و کاو[۲] و تیشۂ خویش

---

۱ ق۔ کہ دلدادہ تو   ۲ حاصل مصدر کاویدن بمعنی کاوش   ۳ ۔ کارگاہ

بگریہ گفت مقصودم نہ مالست　　کہ مزدِ کارِ من دیدِ جمالست [ن۱]

ہر آں صنعت کہ بر سنجی بمالے　　بہائے گوہرے باشد سفالے

مرا مزد از چناں رخسارِ دل ورز　　تماشائے [ن۲] کہ باشد دیدنش مزد

ز ابروئے ہلالی پردہ برکن　　منِ دیوانہ را دیوانہ تر کن

چو شیریں [ن۳] دید کو در کیش دارد　ق　تمنائے بجائے [ن۴] خویش دارد

گراں [ن۵] پنداشتش کز خوبیِ خویش　　زکوتے [ن۶] را نگہدارد ز درویش

بدستِ ناز برقع کرد بالا　　کہ چوں پوشد کسے زنگو بہ کالا

دلِ فرہاد [ن۷] ازاں نظارہ چست　　ز سر تا پائے گشت از بیخودی سست

ز حیرانی زمانے بے خبر ماند　　دلش در خون و خونش در جگر ماند

چو حالش دید شیریں داد آواز　　کز آں آواز جانش آمد بہ تن باز

میاں بربست و ساز کار برداشت　　رہِ مشکوئے آں دلدار [ن۸] برداشت

شکر لب در پس و فولادہ [ن۹] در پیش　　شدند از کوہ سوئے مقصدِ خویش

اظہارِ عاشقیِ فرہاد با شیریں

چو پنہاں کرد رو خورشید رخشاں　　درونِ کوہ چوں لعلِ بدخشاں

ن۱ق - بمزدِ رنجِ ہنر کردن وبالت　　ن۲ق - تماشائے بود واں باشدم مزد　　ن۳ق - بعشم چوں
ن۴ - بجاں　　ن۵ح - گرم نگہداشتش　　ن۶ - چلیم حصۂ سیم کہ بمسکیناں دہند
ن۷ح - تن　　ن۸ح - عیار　　ن۹ح - فرہاد

بعصر دولتم مانی و ارژنگ — طراز مهر می بستند بر سنگ

برانم داشت این طبع هوسناک — که چون ایشان شوم استاد چالاک

درین صنعت چنان آشفته شد هوش — که گردم دولت شاهی فراموش

خبر در گوش خاقان گفت دستور — که ماند از تاج شاهی گوهرت دور

مدام از تیشه مغز سنگ خارد — هوس نی بر نگین بر سنگ دارد

چه باشد مهره سارا کار با چشم — بیاقوت و زمرد کی نهد چشم

چو دولت از برفتن باشد آهنگ — زند مقبل بکار مدبران چنگ

چو آید بخت دهقان را گرانی — دلش کاهل شود در جفت رانی

چو خواهد گشت زرگر تنگ روزی — هوسناکی کند در کفش دوزی

پدر کاگاه گشت از پیشه من — به تیشه کرد پاره تیشه من

بسی تادیب کرد از بهر فطامن — نیامد زین هوسناکی دلم باز

برنجش دشمت از آزار من دست — بآب دیده دست از کار من شست

بصد نومیدی از خود دورم داد — بر آهنگ سفر دستوریم داد

روان گشتم ز شهر خویش ناکام — از آن کشور درین کشور زدم گام

چو مردان دستکاری پیشه کردم — چو نیکان دست مزد خویش خوردم

۱؎ ح۔ سحر ۲؎ یعنی شوم ۳؎ ح۔ چنانم شد بسر هوش ۴؎ ح۔ مایل ۵؎ ح۔ بره

۵؎ گاو رانی زیرا که جفت یعنی هر دو گاو قلبه آمده ۶؎ ح۔ هوس بازی ۷؎ ح۔ باران

ہمہ کس بادہ کش در جائگاہی — من اندر خاک خواری[1] زیر چاہی

تنندہ[2] در عمل بہتر ز جولاہ — ازیں معنی کہ ایں را ہست و آں جاہ

چو زد بخت ایں گرہ در کار من سخت — ستیزہ چوں توانم کرد با بخت

ہر آں مرغے کہ روزی سنگ دارد — نہ با روزی دہ خود جنگ دارد

نہ بس زیبا بود گر ہست خواہی — گدائے را نہادن نام شاہی

ولیکن بر غریب آرزو مند — بچشم لطف مے بیند خداوند

چو چشم از مردمی دارد نشانی — ہنر بیں[3] راست چشم مہربانی

چو اقبال آدمی را رو نماید — بچشم مقبلاں نیکو نماید

بخندہ گفت شیریں طرفہ حالے — کہ پوشی گوہرے را با سفالے

مرا زینگونہ[4] تیز ابلہ مپندار — کہ سنگ از لعل نشناسم گل از خار

بداں دانا کہ مارا دانش آموخت — بہر مغز از خرد شمعے برافروخت

کہ با من بازگوئی[5] گوہرت چیست — دیانت[6] از کجا و نسبت از کیست

تامل کرد مرد از ہر صوابے — ندید از راستی بہتر جوابے

زلب بکشاد قفل رستگاراں — کہ گر[7] گنج بود خیال بختیاراں

من اندر نسبت خاقان چینم — بگوہر صاحب تاج و نگینم

لغ ۱ - خوردن   لغ ۲ - باشباع حرکت لام نساج و سفید باف و ہم بمعنی عنکبوت آمده کہ نساجی دارد   لغ ۳ - جمعنا

لغ ۴ - نہ   لغ ۵ - اے صاف گوئی   لغ ۶ - دیانت راجہ نام و گوہر   لغ ۷ - گرہ

بوعده شاد شد فرهاد جان کن | چو بر امید گوهر مرد کان کن

بدان وعده همه شب خرمی داشت | ز جان شادی ز جانان بیغمی داشت

صفت جوے فرهاد که بحکم شیرین از کوه بر آورد

برون آمد چو صبح عالم افروز | لبالب جوے شیر از چشمهٔ روز

بکوه انداختن فرزانه فرهاد | بکوه سنگ شد چون کوه پولاد

دلِ خارا به نیروے همی کند | که در هر ضربتے جوے همی کند

چنان بر کوه زد تیشه به تعجیل | که سنگش سر نه می شد میل در میل

چنان جید او ز آهن سنگ را تاب | که هم آتش برون می جست هم آب

چو بر کارش فتادے چشم یارش | یکے در ده شدے نیروی کارش

بنظاره شدے گه گه پری رُوے | نشستے هم زبانے بر لب جوے

چو دیدے دستگاه کوهکن را | گزیدے پشتِ دستِ خویشتن را

امیدش را بوعده بند کردے | بدان وعده دلش خورسند کردے

بجنبے گرچه خوش کردے ضمیرش | نه بے چشمے بگشتے دلپذیرش

چو دل بر سیم دارد عاشق مست | بباید داشت از سیمین برش دست

---

۱ ریزه ۲ تعجب بکرد و بر حالش افسوس می نمود ۳ دق زیر چشم نگریستے

چو دیدم پادشاهی خود همین بود | ز خونِ دل در انگشتم نگین بود
نیم زین پس بتاج و تخت محتاج | خوے پیشانیم بس دُرّۃ التاج
سزد آزاده و بازوے رزنج | حلال کم کاں دواز و رباست گنج
چو شیر از است خورد از پیشۂ خویش | چہ ساں جلّے و گرچہ پیشۂ خویش
برو نامرد هر رنج از پے قوت | کشد مرد از میانِ سنگ یاقوت
بگوهر قانعم باندکے مزد | نہ کارم با عسس نہ بیم از دزد
بہ تنہائی زمیں کاسودہ کارم | سرِ انبوہیِ مردم ندارم
نفیر خلق جستن بر در خویش | صدائے باشد از بہر سر خویش
بدیدار کسے شد خلق مشتاق | کہ دارد نام و نامے در آفاق
پسندد مجلس گمنام را حال | کہ موراں ایمن اند از پیچ و دلال
کنوں کیں دولتم شد کارفرمائے | خود از دولت نہم بر آسماں پائے
کشم چوبے دراں خارائے و گیر | کہ جدی آرد و هر دو از آسماں شیر
بشرطے کہ فگنی در کارِ من نو | ز روئے خویش بخشی مزد من دو
بگردن بر آئی گاہ گاہے | نمائی آفتاب از برج ماہے
چو بیدل دید شیریں کوہکن را | برحمت در پذیرفت ایں سخن را

ل همان زور اندوز کہ ذکرش گذشت   ل ح- چو   ل ح- در   ل ق- نشان
ل ق- رو و نامرد بر گنج   ل ق- بگوہر   ل ق- بہ تنہائیم   ل زیاد نفق   ل ح- چوں
ل ق- کنم   لله بفتح اول و سکون دال برج جدی ست از بروج آسمان   ل ح- بر راہ   ل ح- آفتابہ

برآوردے چو آہِ صبحگاہی — گرفتے آتش اندر مرغ و ماہی
چو تیرے گر گہے پیشش رسیدے — نمک بودے کہ بر ریشش رسیدے
در و دیدے و نالیدی[2] بزاری — میانِ خاک غلطیدے بخواری[1]
چو مرغِ تشنہ کآبے بیند از دام — نہ آں یابد نہ بے آں[3] گیرد آرام
ز محنت ساختہ پیرایۂ خویش — گریزاں از خود و از سایۂ خویش
سپہر افسونِ غم در وے دمیدہ — دلش از ہوش و ہوش از وے رمیدہ
شدہ از دست چوں شوریدہ کاراں — بماندہ بیخبر چوں سایہ داراں
بروزش دیدہ اشک انداز بودے — شبش چشم از غنودن باز بودے
ز حیرانی بکارِ خویشتن گم — شدہ دیوانہ ہمچوں دیو مردم
نہ در مغزش نشانِ ہوشمندی — نہ خوابش[4] را فسونِ چشم بندی
سحر تا شام خارا سوختے زآہ — میانِ خار غلطیدے شبانگاہ
بہ پشتش خار خونی نیم نیمے — خلیدہ ہمچوں در سفتے درادیمے
زبانی دام و دد گشتہ ندیمش — نہ ترس از گرگ و نہ از شیر بیمش
گہے نقشِ پلنگ از گریہ شستے — گہ از خرگوش خوابے وام جستے
گہے در آرزوے چشم دلبند — نہادے بر چشم آہو بوسہ چند

---

(۱) ح افتادی بخواری (۲) ح بزاری (۳) ح او (۴) ن و خوابش

بجان کن خدمتے کز یار باشد | کہ خدمتگار زر بسیار باشد
بجز مردم ز مردم خواستن چیز | تہی چشمی بود نادیدگی[ن۱] نیز

صحرانوردی فرہاد در عشق شیرین و گریہ و زاری او

جواہر سنج دریاے معانی | چنیں کرد از سخن گوہر فشانی
کہ چوں بر کوہ شد فرہاد دلتنگ | ز غم بے سنگ شد با آں ہمہ سنگ
نہ جوے شیر[۲] ز دلجوے میکند | کہ بہرِ خونِ خود او جوے میکند
نہ تنہا کوہ میکند از پئے جوے | کہ گاہے جوئے میکند و گہے روئے[ن۳]
ز عشق آتشِ بداماں نش گرفتہ | ز داماں شعلہ در جانش گرفتہ
ازاں دودے کہ سر بر زد ز جانش | گداز اں گشت مغز استخوانش
نہ روے آنکہ رو از عشق تابد | نہ ہوشِ آنکہ خود را باز یابد
ز شوقش موے بر تن خار گشتہ | مژہ در چشمہا[۳] مسمار گشتہ
ازاں نالش کہ او کردے باندوہ | بنالیدے بآوازِ صدا کوہ
گہر ریز آستیں الماس میرفت | ز رشکش[ن۴] سنگِ را از الماس می سفت

ن۱ بے دیدگی ۲ غالباً بر تحفہ برابر باشد و دلجو بمعنی محبوب ن۳ موے

۳ مراد از بیداری شبانہ روز و انتظار شدید

ن۴ ز رشکش لعل از الماس می سفت

نمادہ او بزخم سنگ گردن — تنش سنگیں شدہ از زخم گردن

بشادی زاں کلوخ افزود جانش — کلوخ امرود گشتہ در دہانش

نو دار چہ کلوخ امرودے از دوست — بسنگے بود خوش کیں از پے اوست

بود دہقان چو بہر آب دل تنگ — شود شاداں ببارد ز آسماں سنگ

مداں عاشق کہ از آزار ترسد — چہ گل چیند کسے کز خار ترسد

بدنیا گر کہ مردانہ جوید — نخست از جوہر جاں دست شوید

بآب زندگانی چوں روی راست — نخست از زندگانی بایدت خاست

زہر نخوت جاناں راست ایں ساز — کہ از نازک تناں ناید بجز ناز

چو زخم تیغ دشمناں خورد شمشیر — ہنرمی در رود در دیدۂ شیر

نشاید چوں سپر بودن دریں کوی — کہ پیش از زخم برچیں گرددش روے

سپر مردانگی آں مرد دارد — کہ گر غضباں زنندش سر نخارد

بباید ہمچو فرہاد اژدہائے — کہ تا بر سر خورد سنگ بلائے

بدیں رنج آں غریب رنج پرورد — ز گردوں منجنیق فتنہ میخورد

بدل جز عشق بازارے نبودش — بجز دیوانگی کارے نبودش

ز بس کز بیخودی ہر لحظہ مے مرد — شب و روز آرزوئے مرگ می برد

مدام از بس کہ ناخوش بود جانش — حدیث مرگ بودے بر زبانش

ن ذراں ن ح برابر ن ح بر آں ن ح ہست ن ح بہ تیزی ن ق آسیائے ن ح لحظہ

گه از سودای آن خال دل افروز — سواد دیده کردی خاک شب روز
گه از دندان بریدی سلبت شیر — بخوردی و شدی از جان خود سیر
گهی اشک گوزنان پاک کردی — ز زهر زهر غم تریاک کردی
جوانیش را چو عصمت در میان بود — نه زخمش سود نه زانش زیان بود
تن مردم چو شد ز آلودگی پاک — پلنگش آهویست و زهر تریاک
رسول پاک دین پاک سفتست — که پاکی را صلاح مرد گفتست
گهی در گوشه با مرغان نشستی — ز وحشت دل بدیشان باز بستی
بقمری ماجرای راز گفتی — غم دل پیش بلبل باز گفتی
بعنقا ندی غبار بد از تاج — بخاریدی بناخن پشت دراج
خرام کبک یاد آوردی از یار — بگریه غرق خون گشتی چو منقار
ز عشق رنگ آن زلف خمیده — نشاندی زاغ را بالای دیده
چو در شهر آمدی از قله کوه — شدی نظارگی در گردش انبوه
یکی در حالتش بگریستی زار — یکی زخم زبان کردیش بسیار
یکی در خنده لب را باز کردی — یکی از طعنه سنگ انداز کردی
یکی افسوس کردی بر جوانیش — یکی خوردی دریغ از زندگانیش
دوان طفلان ز هر سو پشت بر پشت — بدنبالش کلوخ و سنگ در مشت

ن ق خاک بر روز — ن ق گردش با نبوه — ن ح یکیش

ندیماں ہر چہ بشنیدند ازیں راز — ہمہ گفتند شہ را یک بیک باز

فتاد اندر دلِ شہ خار خارے — کہ دامانِ دلش بگرفت خارے

جانش از عشقِ شیریں تلخ شد کام — کہ در کامش شکر را تلخ شد نام

فرو بست از سخن لبہائے خنداں — بخائید از غضب لب را بدنداں

ز سوزِ سینہ گشتش عیش ناخوش — گرفت از غصہ سرتا پائے آتش

چو مرداں شد ز غیرت لاابالی — کہ از غیرت نباشد مرد خالی

چو طبعِ مردم از غیرت شود دور — ز نامحرم نباشد خانہ مستور

ولیکن زشت چوں جنبد ز بالا — بپائے خود رود بر دزد کالا

چو بابِ خویش را بے بند خواہی — درت را ریسمانا چند خواہی

کند یک مادہ را دہ خوک در زیر — نباشد مادہ شیرے را دو نر شیر

بباید مرد را کیشِ خروساں — کہ تنہا داشت بتواند عروساں

چو طاقت طاق شد شہ را ز تیمار — طلب کرد از حریفاں چارہ کار

کہ چوں شیریں ز ما بگسست پیوند ق — بیارِ بہتر از ما گشت خورسند

شما ہم چارہ کارم بجوئید — خلاصم چوں بود از وے بگوئید

بے خوردم شکر بر جائے شیریں — ز شیریں بود چوں حلوائے شیریں

نخ رشک نخ بازو نق عشق نف مرد نش ولیکن زشت چوں خسپد ز بالا

نخ وزو نخ کشد نق نباید مرد

نشاید فال بد زد خویشتن را | کہ تاثیر ست فالِ مرد و زن را

حکایتِ ابلہِ بدفال

شنیدم کابلہے را خیرہ کاری | فرو برد از سر بازیچہ خاری

سرش پوشیدہ مار افسای[1] را گفت | کہ ہاں بیداری[2] بنماے کو خفت

فسون گر چوں فرو شد در شمارش | بگریہ گفت رفت از دست کارش

بخندہ کرد بیدارش دغا باز | ز شخص[3] خفتہ بیروں[4] مدآواز

چو بگشادند رویش بے خبر بود[5] | دمش محتاج افسونِ دگر بود

بمردان خویش را چوں فال بد کرد | ہماں فالِ بد او را حالِ بد کرد

نکو گفت آں حکیمِ فال پیشہ | کہ خود را فال نیکو زن ہمیشہ

آگاہیِ خسرو از عشقِ فرہاد

حکایت فاش گشت اندر زمانہ | بگوشِ عالمے رفت ایں فسانہ

چو اندر شہر گشت ایں داستاں نو | رسید آگاہی اندر گوشِ خسرو

کہ شیریں را ز عشقِ مست بنیاد | بدل شد رغبتِ شیریں بفرہاد

---

[1] افسونگر مار۔ [2] ش کہاں بیداری بنمای بر خفت [3] ح ز مرد

[4] ح برومد [5] ہلاک شد

کند اقطاع مرغے لا بدیں باغ | کہ ہم نوعش بود ہم خانہ ہم زاغ

پس آنکس کو دورنگی را نشانست | حقیقت قرۃ العین زمانست

چو ایں مادر دو رنگ آمد زنیرنگ | کجا زاید ازو فرزند یک رنگ

ز ابلق کرّہ ادہم نیاید | کہ مار بچہ مار بچہ زاید

ور از صد آدمی یک کس گزیدہ است | خدایش از رحمتِ خویش آفریدہ است

چو روشن شد بتحقیق ایں معانی | ق | کہ کس را نیست بوے مہربانی

شکایت چوں ز بے مہراں کنی ساز | نخست از خویش باید کردن آغاز

مشو بر طرہ شیریں شکن گیر | دگر گیری نخست از خویشتن گیر

ز عیب آزاد بینائے نشیند | کہ عیبِ خود بچشمِ خود نہ بیند

نشاید ہیچ خود بود از سرِ زور | بہ نیکی احول و اندر بدی کور

ز تیر اندازِ احول راست مپذیر | زند گر چہ بہ یک ناوک دو نخچیر

نمودارِ کجی کز چشم کژ خاست | بود نیمے دروغ و نیمہ راست

ز راے خویش باز آئینہ صاف | بنقدِ خویش ہم خود باش صراف

در آں آئینہ بنماید ہمہ چیز | دگر آئینہ بیند دوستاں نیز

تنہش گفتا کز تنہا چند گوئی | چو آئینہ نشاید عیب جوئی

خیال آئینہ صادق نخواہند | کہ میگوید دروغ راست مانند

ن خ خویش بیند   ن ق نیاید   ن خ دوئی   ن ق زرے   ن خ بندد

چو دیدم شور شیرین میهمان بود | که دیگر با شکر خوردن زیان بود

جوابش داد شاپور از سر هوش | که بادت آرزوی دل در آغوش

چو امیدی کنی از بخت جاوید | مرادت باد حاصل بیش از امید

مرنج از یار اگر در وی وفا نیست | که از خوبان وفا جستن روا نیست

اگر با کس وفایش بیش بودی | مکافاتِ وفای خویش بودی

چو تو خوردی ز خوانِ دیگری چیز | نشیند دیگری بر خوانِ تو نیز

ولی خوش باش کان بت کس نخورده است | مگو خوردن که لب هم تر نکرده است

چو شاپور از حکایت باز پرداخت | بزرگ امید هم تخته در انداخت

که شاها دیر شد کاختر نگارست | همه کارِ جهان ناپایدارست

کواکب را خلاف اندر میانست | طبایع را خصومت همچنانست

جهان در بیوفایی هست مغرور | که هستش تیرگی و البته نور

ز دست شب بهر چون روز ناکام | نه خفاش و بومش بیوفا نام

وگر پوشد تیغِ روز از شبِ تار | خروس و زاغ خواندش جفاکار

ز بهرِ چشم زاغ و طعنهٔ بوم | تواند شد ز خوی خویش معصوم

نسخ بگوشید نسخ که شیرینی بود بر جای شیرین نسخ گرمی نسخ گوش نسخ بر نسخ دیدے

نسخ دیدے نسخ دیگراں نسخ شاود نسخ ز خوے نسخ همه سازِ جهان ناسازگار است

نسخ مهمان نسخ پالبسته چون نسخ چون رام نسخ مخانه زاغ

عتاب نامہ خسرو بہ شیریں و عتاب بفرہاد

بنام آنکہ تن را نور جاں داد ۔۔۔ خرد را سوئے دانائی عناں داد

خدائے کافرینش کرد برپائے ۔۔۔ درونش جائے و بیروں از ہمہ جائے

نہ چوں ما بندگی را آمد در بند ۔۔۔ خداوندانِ عالم را خداوند

چو خواہد دوستاں را دوستکامی ۔۔۔ کند در چشمِ یک دیگر گرامی

وگر خواہد چراغِ مہر بے نور ۔۔۔ ز دلہا مہربانی را کند دور

اگر نیک ست وگر بد حکم او راست ۔۔۔ بہر حال آں کند کو را بود خواست

کسے را بر مرادش دست رس نیست ۔۔۔ کلیدِ کارِ کس در دستِ کس نیست

پس آں بہتر کہ در امید و در بیم ۔۔۔ نہ پیچد آدمی گردن ز تسلیم

پس از نام خدائے آسمانے ۔۔۔ بروں دادہ جراحتہائے جانے

کہ شمعِ دیدہ شیریں شکرریز ۔۔۔ کہ چوں شمع و شکر شد خاطر انگیز

سلام از من کہ دل در دام دارم ۔۔۔ غلامم لیک خسرو نام دارم

بخواہد باہزاراں بیقراری ۔۔۔ پس از من پیش خود گوید بزاری

بگوید حال من پیشِ دلِ خویش ۔۔۔ کہ مُردم زیں دلِ بیحاصلِ خویش

شرح داد ۔ شرح شمع شکر ۔ شرح سلام من ۔ شرح بخواند

شرح نالد

نه هرچه آن راست ماند کس درست است | نه هرچه آن کژ نماید نیز رست است
کند هر کس بقدر عقل خود کار | چه داند کس نهایت را نمودار
هم اول گر توان دیدن بد خویش | نیاید هیچکس را از تو در پیش
بچاه افتادن مردم ز کوریست | وگر بیافتد آن خود ز شوریست
گذشته چون گذشت از بود نابود | پشیمانی نمی دارد کنون سود
کنون آینده را باید نظر داشت | که از دل چون توان این بار برداشت
بزرگ امید گفتا آنچه رای است | منت گویم وگر نه آن خدای است
روان کن نامهٔ با یادگارے | عتاب و لطف را در وے شمارے
جواب نامه را چون باز خوانیم | مزاجش هرچه باشد باز دانیم
وزان پاسخ خیال خویش گیریم | بدان اندازه کارے پیش گیریم
ملک فرمود کین معنے صواب است | کلید هر سوالے در جواب است
دبیر خاص را فرمود تا زود | کند نوک قلم را عنبر آلود
باملاے ملک مرد گهر سنج | فشاند از کلک چوبین گوهر گنج
نخست از زیرکی و هوشمندی | سخن را داد منشور بلندی

---

(۱) ح روز بد پیش　(۲) ق آنجا ضروریست　(۳) ق خود　(۴) ع گفتش

(۵) منقول از نسخهٔ حبیب　(۶) ق خوبی

مرا چون دل بسویت مہربانست — مرا تو جانی و او جان جانست

شود باہر کہ خواہد آشنا دل — دل است این جنگ نتوان کرد با دل

ستم بر دل خداوندی نباشد — بجو جوید کس خردمندی نباشد

بگفتن میل در قالب نیاید — کہ این کار دل ست از لب نیاید

حدیث عشق کز دل نیست با دوست — نمود از زبان با دیست در پوست

مبارک باد کین خود راز خسرو — بعشق تازه و ہم خوابہ نو

ز لعلت شربتے کورا بکام ست — حلالش باد اگر بر من حرام ست

اگر تو وقف او کردی ہمہ چیز — نصیب خود بجل کردیم ما نیز

نشاید یافت کام از حیلہ توزی — کہ روزے خورد کو راست روزی

ولے زنہار تو ہم باد مشو شاد — کہ ناری ز آشنایان کہن یاد

زبیر ما آبے بود تقصیر — بجوے دیگران خود میرود شیر

گر او یار ست ما نے خار بودیم — کہ ما ہم روزے آخر یار بودیم

دگر یارے نبود اندر میانہ — غلامے بودہ ام آخر بخانہ

خداوندان کہ قدر بندہ دانند — غلامان را چنین از در نہ رانند

غلامے کو کہن پیوند باشد — نہ بندہ بلکہ خویشاوند باشد

اگرچہ چیرہ و جلدست و کاری — مکن بر بردۂ نو استواری

۱؎ ق دگر گوید ۲؎ ح زا گو ۳؎ ح نبودم در زمانہ ۴؎ ح زمانہ ۵؎ ح بیرون نہ رانند

نیم یک لحظه از یادِ تو خاموش — فراموشیم شد گوئی فراموش

نه خوش دارد شرابِ لاله رنگم — نه در گیرد بگوشش آوازِ چنگم

صراحی وار در مجلس زبونم — که لب پر خنده و دل پر ز خونم

توئی گفت تنگدر و در دل که روزی — بدین در مستمندے داشت سوزی

بلے رسمیست رسمِ آدمی زاد — که دور افتاده را دیر آورد یاد

ولے من گرچه صد فرسنگ دورم — چو بینی روز تا شب در حضورم

چنان نزدیک تو گشتم ز حد بیش — که صد فرسنگ دور افتادم از خویش

نه از کوئے تو زان بر تافتم چهر — که دل بے میل شد یا طبع بے مهر

غمے کو را چو جان با تن وصالست — ز تن بیجان برون آید محالست

ولے چون دیدمت کز من ملولی — نکردم چون گران جانان فضولی

بچشم افشاندم از خاکِ درت نور — وزان در همچو چشم خود شدم دور

چو دیدم خود ترا حاجت همین بود — گلت را مرغ دیگر در کمین بود

بصد رغبت شدی با او یگانه — مرا هم خود برون کردی ز خانه

بلے آن را که باشد سر بکارے — نخواهد بر سر خود هیچ خارے

مگس را خورد با جلاب نتوان — خسک در زیر پهلو خواب نتوان

اگر با جز منی راضی است رایت — رضا دادیم ما هم با رضایت

---

(۱) ح این است — (۲) ح مزاحم را — (۳) ح اگر خود ہائے

چو سوزد مقبلے در خانہ عودے — رسد ہمسایگاں را نیز دودے

وگر محروم خواہی نیزم از خویش — نگیرم نیز نام آرزو بیش

نخواہم بعد ازیں در جستن کام — بہم دوزم دو لب زیں گفتن خام

سر خود زآستانت دور دارم — ترا در کار خود معذور دارم

شوم راضی بذلّ بے نصیبی — بمیرم چوں غریباں در غریبی

بدست دوست نگذارم برت را — زخواب خوش نشورانم سرت را

نگویم ہر چہ زاں بیتاب گردی — مگر زیں آرزو سیراب گردی

چو حلوا خوردہ باشد یار چالاک — من آخر صحن حلوا را کنم پاک

چو می نوشیدہ باشد عاشق مست — شوم از جرعۂ او من ہم از دست

متاع نیک داری چوں تو در بار — ضرورت باشد ار جوئی خریدار

زمشتاقان چہ چارہ سیمتن را — فراواں مرغ باشد یک چمن را

نہ تنہا عاشقاں مستند و قلاش — کہ زیبا نیز حسن خود کند فاش

بود معشوق عاشق شہرگی دوست — کہ گل بے مغز باشد بادہ بے بوست

دگر تو نہ یکے صد یار گیری — یکے زاں صد منم گر در پذیری

چو آید میہمانے کش نخوانند — کریماں از درش بیروں نرانند

اگر خود من بمہمانی گرانم — دروں خواں از طفیل دیگرانم

دل از میلِ کہن مگسل کہ سود ست — شرابِ کہنہ وارے وجود ست

دراں دل را وفاداری قدیم ست — چرا اینجا کثر و آنجا رحیم ست

اگرچہ آں دوست را دشمن نباشد — ولے در دوستی چوں من نباشد

گل اندر تازگی از سرو کم نیست — ولے در تازگی ثابت قدم نیست

بتاں را گرچہ باشد یار بسیار — بود بسیار فرق از یار تا یار

نصیبم گر ز تو نامہربانی است — نہ از تو کز قضائے آسمانی است

گرفتم گشت خود نے سروِ خراماں — بگیر صحبتِ دیرینہ داماں

مشو غرّہ جہاں نیز از جوانی — کہ یارانِ کہن از بیش رانی

چو گیری با حریفِ تازہ جامے — کہن را ہم ز دور آخر سلامے

چو فرمائی بنزدیکاں براتے — بدوراں نیز دہ آخر زکاتے

چو خاصاں را دہی جامِ شرابے — بمحروماں کم از بوئے کبابے

چو بختی بختیاں را مرادے — جدا افتادگاں را کم ز یادے

چو خوانی عاشقِ نو را بہ پیش نیز — ز دور خاکے رواں کن سوئے ما نیز

چو مرداں چو بہ پیش آرند خوانے — سگے را نیز بخشند استخوانے

چو باشد در سرائے منعماں سور — گدائے نیز نانے یابد از دور

ل ق اگرچہ دوست چوں ۔ ن ح و لیکن در وفا ۔ ن ح خود گفت ۔ ن ق ساماں ۔ ق ح بہار

ن ح گر از تو ناکہن و فتنہ زانی ۔ ن ح زال لب ۔ ن ح آں ۔ ل ق ہوائے منعمی

دو دل را کو بہ پیوند آشنا کرد | بہ تیغ از یکدگر نتوان جدا کرد
وگر خواہد دو تن را نا فراہم | بصد زنجیر نتوان بست باہم
اگر پیوند خواہد ور جدائی | تمیز و نیست با حکم خدائی
چو شد تقدیر ما را قطع پیوند | رضا دادم بتقدیر خداوند
چو وقت آید کہ این غم با سر آید | مرادا از بام و بخت اندر در آید
تو نیز اے دوست کآزار منت خوست | چو روزی باشدم روزی تو دوست
ز رویت گرچہ دورم از ہمہ کام | چو افتادہ است می سازم بناکام
دراز بیچارگی نالم شغبناک | چہ یارم کرد با دوران افلاک
فرستادی بسوے من نہانی | سوادے پر ز آب زندگانی
مفرح نامۂ کز شوق آن راز | امید مردہ در تن زندہ شد باز
نہ نامہ کز غم حرز اماں بود | کہ تعویذ دل و آرام جاں بود
چو دیدم بر سرش نام مبارک | گہش بر دیدہ سودم گہ تبارک
بہر خوردہ خرد کامے دگر یافت | بہر خط خاطر آرامے دگر یافت
ز سر تا پاے آن فرخندہ تحریر | نبود از مردمی ہا ہیچ تقصیر
در آن پرسش کہ با یار کہن بود | فراواں آرزومندی سخن بود

ن ح چو تقدیر لیست اول قطع ن ح آن غم بر ن ح آرم ن ح ذوق

ن ق بہر حرفے خرد نامے دگر یافت

من و خاکِ درت زین پس بنانی گرم خوانی وگر رانی تو دانی

بعنوان چون مسجل گشت منشور رسید از قاصدان پروانه بر نور

پری پیکر چو دید آن نامهٔ نغز بهر حرفے بر آمد دودش از مغز

پُر از حلوائے شیرین یافت خوانے ولے در هر نواله استخوانے

بزیر هر خطے رمزے نوشته بهر لوزینه الماسے سرشته

ز تفتش لقمه در لعل خندان که سنگے نامدش در زیر دندان

رطب هائے که کار خار میکرد فرو میخورد و در دل کار میکرد

چو خواند آن ماجرا را تا بپایان برفت از جائے چون شوریده رایان

بموزونی دبیر خویش را خواست که داند ز آب گل او نامه را شست

قلم زن کرد گل با مشک تر جفت نشان میکرد هر چه آن ماه میگفت

خیالے را که خسرو کرد تحریر جوابے باز میگفتش بتقریر

نخست آغاز آن دیباچهٔ راز که راز عاشقان را بود غماز

جواب نامهٔ شیرین بخسرو و اظهار عتاب در بارهٔ شکر

بنام نقشبندِ لوحِ هستی که بر ما فرض کرد ایزد پرستی

خرد را با کفایت کرد خورسند سخن را با معانی داد پیوند

ن خ نمک آن

خود اندازی بیازارِ شکر شور — زجوے تلخ با شیریں کنی زور

ز شیریں روزۂ مریم کشی بیش — پس از شکر گشائی روزۂ خویش

چو از تنگ شکر برداشتی بند — نکردی یاد شیرینِ شکر خند

چو در لب جوے شیر آمد کنون نم — چو بے مہراں شدی تشنہ بجو خم

مکش زیں طعنہ شیریں را پیاپے — کہ جوے شیر شیرینی است بر وے

توئی شیریں تمے را چاشنی گیر — کہ بر شکر فزود آوردہ شیر

مخور چنداں کت آب افیوں نماید — ببیں چندانکہ شیریں خوں نماید

چہ پنداری تو اے نامہرباں دوست — کہ بے مہرم چو تو من نیز در پوست

بہ بدعہدی چو گیتی زود سیرم — نگشتن چوں فلک بالا و زیرم

من آں یارم کہ تا مہرت گزیدم — بجز تو در خیالت ہم ندیدم

اگر بندد در پیشت گروہے — خیالِ کوہکن بر من بکوہے

اگر خود را نگہدارم سخن نیست — عنانِ دیگراں در دستِ من نیست

ز تہمت بیگناہے را منہ خار — کہ نہ گل دید ازیں بستاں نہ گلزار

چہ تابِ دیدنِ من دارد آں خاک — کہ گرمہ بیندم دامن کند چاک

کے آرد خوردن آنکس بادہ را نوش — کز آوازِ صراحی گم کند ہوش

ؔ ق کنی ؔ ق خود واز ؔ ح چو لب در جوے شیر ؔ ح شیریں

ؔ ق مخور چنداں شکر کافیوں نماید ؛ ببیں چندانکہ شیریں چوں نماید ؔ ح خیالِ کوہکن بر من چو کوہے ؔ ح دل

زیانے کز من آمد در دلِ شاہ زشادی پا نہادم بر سرِ راہ

شدم زاں گونہ با دولت ہم آغوش کہ خود را کردم از دولت فراموش

کہ باشم من پرستارِ کمینہ کہ روزے بگذرم شہ را بسینہ

کنیزِ اویم ار دارد عزیزم وگر خواہد گزارد ہم کنیزم

شدم زو ہرچہ فرماید یگانہ شفاعت کیست کاید در میانہ

چو گردد سوز آتش مجمر افروز تواند گفت عود آہستہ تر سوز

چو تابستاں کند خورشید را گرم تواند گفت حربا کاندکے نرم

چو بیروں اوشاہ از دلِ ہم خویش کنوں من ہم بروں ریزم غمِ خویش

امید از دوستی ما را چناں بود کہ خواہم با تو دایم ہمعناں بود

ز آمیزشیں کہ دارد نور با نور نخواہی بود از ما یکزماں دور

گماں نفتاد کافتد خار خارے بچشمِ دوستی اندک غبارے

یقیں شد کاں وفا و مہربانی فریبے بود بہرِ مازبانی

وگرنہ بر کس ایں تہمت تواں بست کہ خود می نوشی و خوانی مرا مست

خود از پیمانِ من بیروں نہی گام مرا بر عکس بے پیماں نہی نام

کنی خود باہم آغوشش وگر خواب دہی گوشِ منِ بیخواب را تاب

۱ن ح وگر خوارم ۲ن ح شکر بر برگہ ۳ن ق بجا خرم با مژدہ سبزہ زم

۴ن ق زاہر زہش ۵ن ق اندر

مکن[۱] زینسان دلِ درمانده ریش | که درمانده است از دست دلِ خویش
چنان در دل نشستی پیچ در پیچ | که جاے دیگران نگذاشتی ہیچ
مرا خود بس بود داغِ جدائی | تو بر داغم نمک دیگر چہ سائی
اگر مار است اندر فرجہ سنگ ق | وگر مور است اندر رخنہ تنگ
اگر در گردِ کوہستان پلنگ است ۲ | وگر در گردشِ دریا نہنگ است
وگر مرغ است اندر مرغزارے ۳ | وگر ہست آہوئے در لالہ زارے
ز ہر جنس آنچہ حیوان نام دارد ۴ | ہمہ با جنس خود آرام دارد
نہ یکدم ز آشنایان در فراق اند | نہ یک ساعت ز جفتِ خویش طاق اند
ندانم تا ازینہا نام من چیست | کہ تا باید ازین سان بیکسم زیست
بما آسا بعزلت روے کردم | بہ تنہائی چو عنقا خوے کردم
روانم خون ز مژگان شاخ در شاخ | نہ در دہلیز آسایش در کاخ
نہ شو دایش کہ بے آرام گردم | گہے در صحن و گہ در بام گردم
کسے ہمدم بجز آہم نباشد | کسے جز سایہ ہمراہم نباشد
تو شب در خواب و من ز آہِ جگرگاہ | بسانِ شمع سوزم تا سحرگاہ
بلے رسمیست شاہانرا کہ تا روز | شہ اندر خواب باشد شمع در سوز

---

[۱] ن ق یکے زینسان دلِ درماندہ خویش ؛ کہ درماندست با صد دل ریش [۲] ن خ چہ شد [۳] ن خ نہ آشنائی
[۴] ن خ روان خونم [۵] ن خ ز سودا بس

کسے کز من بگفتارے شود فرد — گرم بیند غمِ جاں بایدش خورد
منش ار پیشش دمے بے پردہ باشم — بدستِ خود ہلاکش کردہ باشم
کسے کو بیندش تفسیدہ را آب — بروغن دادہ باشد شعلہ را تاب
دلش رونے کہ پہلوے من آید — نہ من خواندم کہ خود سوے من آید
کنوں چند انکہ میرانم ز پیشش — تمنا بیش می بینم بخویشش
من آخر مردمم ہر چیز دانم — طریقِ مردمی را نیز دانم
کسے کو شد ز من گوشہ بجانے — گرش ندہم ز لطف بارے زبانے
دلِ او چوں مرا نخواہد و بس — بلے خواہندہ را خواہد ہمہ کس
تو ہم دانی کہ مردم را ہمیں خوست — کہ دارد دوست دارد خویش را دوست
تو گر بر دشمن دگر گرفتی اے یار — رسیدی بر منت زیں گونہ گفتار
چو ایں بنیاد بد را خود فگندی — گناہِ خویشتن را بر من چہ بندی
اگر مظلوم نتواند جزا داد — تواند ظلم ظالم را سزا داد
برہمن چوں بآتش می نہد تن — چہ حاجت روغنش گر ہست روغن
تو شاید با چنیں مطلق عنانی — کہ مرکب با عناں داراں جہانی
مزن چندیں گرہ بر مستمندے — کہ دارد از تو بر ہر موئے بندے

ن ق گر از پیشش   ن ج پردہ   ن ج کز   ن ع دلے   ن ق تو بر من گر   ن ق ج بر نہ

ن ع کو ہست   ن ق توانی   ن ق بر تو از ہر

ہمی خورد ارچہ کامش ریش میشد　　ولے میلش بخوردن بیش مے شد

چو در خود خورد شوریدن سخن را　　بشورانید غم ہائے کہن را

دلش زاں شور شیریں بیخبر گشت　　وزاں شوریدگی شوریدہ تر گشت

بیاراں گفت دریابید کارم　　کہ بودن بیش ازیں طاقت ندارم

بہ شیرینی باشد از شیرینی کار　　کہ شیریں یار و من دور از چنیں یار

بدیں عزم از نشاطِ بزم برخاست　　جنیبت جست ساز رفتن آراست

یکایک بارہا فرمود بستند　　غلامانش بپشتِ زیں نشستند

چو مرکب بہرِ رفتن شد سبک خیز　　برآمد ہمچو مہ بر پشتِ شبدیز

چو بادِ صبحدم میرفت پویاں　　گل خود را بکوہ و دشت جویاں

بازگشتِ خسرو از اصفہان و خواب دیدنِ او

چناں شد روشن از تاریخ شاہاں　　کہ چوں شہ بارگی راند از سپاہاں

غمِ دل در گریبانش زدہ چنگ　　ہمی بردش دواں فرسنگ فرسنگ

چو در ارمن رسید از جستن تیز　　ز رہ داراں شیریں کرد پرہیز

بکوہستاں رہے بود از گذر دور　　ز آشوبِ خلایق ماندہ مستور

ن ح کہ در خود خورد　ن ح آں　ن ح ز شیریں　ن ح چناں　ن ق لب با عزم

ن ق راہ　ن ق جنبش

کشد کمتر چراغ خویش درویش ‌‌ ‌ ‌ ‌ ‌ که داند سوز او را سوزش خویش

بزاری چند سوزم چون چراغت ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ بکُش تا وارهم بارے ز داغت

غمت جز در دلم ماوا ندارد ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ تو گوئی جاے دیگر جا ندارد

دلم گم گشته باز آورد نتوان ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ چو دل نبود صبورے کرد نتوان

کجا بیرون شود زین نفس خود راے ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ رسن در گردن و زنجیر بر پاے

منم هر روز و این شبهاے دیجور ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ تو خوش خسپی ز روز چون منی دور

من از صد بار خود را گر تو بندم ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ چو باور نایدت بر خود چه خندم

بجانم من که اندر دل یقین است ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ رها کن گو جهان باش ار چنین است

چه چاره چون چنین افتاد تقدیر ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ترا روزے شکر آمد مرا شیر

چو نامه ختم شد پیک سبک خیز ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ز شیرین بستد و دادش به پرویز

ملک زان گنج گوهر مهر برداشت ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ عبارتهاے شیرین در نظر داشت

فگنده پیچ پیچ نامه در پیش ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ همی خواند و همی پیچید بر خویش

بهر خط نکته از ناز می یافت ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ جواب نامه خود باز می یافت

بهر جائے بهاے سر که پُر درد ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ که مستانه بود آن باده درخورد

مفرّح چاشنی هاے شکر ریز ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ چو باده تلخ دام و شکر انگیز

جگرهاے نمک تیز ریش کرده ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ نمک بیش از قیاس خویش کرده

ن ق اندر دو داغت ‌ ن ح غمت سے ‌ ن ح در ‌ ن ح بادا ‌ ن ق بے ‌ ن ق دام و در خبیث

ن ح بے درد ‌ ن ح چاشنی خورد

وزاں شیریں کہ با او مُرد ناشاد بجوئے شیر ماند تشنہ فرہاد

درافتاد آں جواں را ساغر از چنگ در اُفتد کوہکن را شیشہ بر سنگ

ملک گفت آں کہ آرد خواب تاثیر ہماں پیدا شود کآید بہ تعبیر

نشاید خواب پیشِ ابلہاں گفت کزنیک و بد بزاید ہرچہ بشگفت

رفتنِ خسرو پیشِ فرہاد بطریقِ تجاہلِ عارفانہ و مناظرِ ایشاں

چو صبح دیرخیسپ از جائے برجست گرفتہ ساغرِ خورشید در دست

سپہر از جنبشِ دولے کہ انگیخت رواں شد ساغر و شیرش ز دو ریخت

شہنشہ گفت کز بختِ دل افروز بجوئے شیر خواہم رفت امروز

کشید از بر لباسِ مرزباناں بروں آمد بر آئینِ شباناں

ازاں جا پرس پرساں بر سرِ کوہ بجوئے شیر شد تنہا ز انبوہ

تماشا کرد نخجے بر سرِ جوئے بدید آں سنگہا را روئے در روئے

بہر نقشِ ہنر چوں نقش بینے نظر میکرد و می گفت آفرینے

چو دید آں اوستادے را بہ بنیاد بہ بنیاد دگر شد سوئے اوستاد

ذ ق کیں گیر دمن   ذ ح خواب خوش جست   ذ ح بہ شیر بر دست   د ق دولابے   ذ ح رفتن

ذ ق ۔ رواں شد پرس پرساں بر سرِ کوہ ۔ ذ لے پر غصہ و جاں پر اندوہ ۔ ذ ح لب

ذ ق چو دید استادی دیرینہ بنیاد

عنانِ بادپا را تافت از راه　　در آں ویرانہ نور افگند چوں ماہ

چو قندز فام گشت ایں نطع سنجاب　　زمیں چوں پشت قاقم شد ز مہتاب

جہاں سرد و ہوای پوستیں بود　　ملک در خفتۂ دولت بیاسود

سحرگہ چوں رواں شد باد شبگیر　　برآوردند مرغاں نالۂ زیر

کشاد از خواب نوشیں نرگس ناز　　ندیماں را بخدمت داد آواز

چو از خواب گراں بیدار گشتند　　برسم بندگی در کار گشتند

حکایت کرد کز بیداری بخت　　چو شب در خواب رفتم از سر تخت

چناں دیدم بخواب اندر کہ گوئی　　در آمد گلرخے با صد نکوئی

دو ساغر بر دو دستش صاف و نایاب　　یکے پر شیر و دیگر پر ز جلاب

سپرد آں ساغرِ جلاب پر جوش　　بمن کیں نوش کن کردم بیک نوش

چو لختے بود دیگر ہم بدستش　　سپرد آں ساغرِ دیدم بدستش

جواں چوں شد بساغر چاشنی گیر　　بیفتاد و شکست و ریخت آں شیر

کنوں ایں خواب را تعبیر چہ بود　　بخواب اندر جلاب و شیر چہ بود

بزرگ امید گفتش کز ہمہ باب　　چو تو بیدار نتواں دید در خواب

تو خود دانی کزیں بہ خواب نبود　　بلذت شیر چوں جلاب نبود

چو زاں جلاب شیریں کردی آشام　　ز شیریں عاقبت شیریں کنی کام

نق پرکار　نخ از　نق شکوئی　نق ہر دو بہر دو دستش مئے ناب　نق کیں گیر دمن

بگفتش دور کن زان دوست یاری بگفت این نیست شرط دوستداری

بگفت او شهر سوز و خامکارست بگفتا عشق را با این چه کارست

بگفت از عشق او تا کے خوری غم بگفتا تا زیم در مردگی ہم

بگفتش گر بمیری در ہوایش بگفتا در عدم گویم دعایش

بگفتش گر سرت بُرّد بشمشیر بگفتا ہم ببوسیش بنیم از زیر

بگفت از خونِ تو ریزد جفایش بگفتا ہم بمیرم در وفایش

بگفت آخر نه خونریزی وبالست بگفت ار دوست میریزد حلالست

بگفت ار بگذرد سوے تو ناگاه بگفت از دیده روبم پیش او راه

بگفتش گر نهد بر چشم تو پاے بگفت از چشم در جانش زنم جاے

بگفت ار بینیش در خواب قامت بگفتا بر نخیزم تا قیامت

بگفت آید گہے خوابت دریں باب بگفت آیے برآور خوانده آب

بگفت ار گوید از ناخن بکن سنگ بگفتا کاوم از مژگان بفرسنگ

بگفتش چون خوری چندین غم دوست بگفتا تا زیم چون جان من اوست

بگفت از عشق جانت در بلا ہست بگفتا عاشقانرا زین چه باکست

ز شرحش گفت دارائے زمانه جوابے باز گفتش عاشقانه

تعجب کرد شہ زاں استواری وزاں سوزے بچندیں پخته کاری

ن۱ ح بخفته مانم   ن۱ ح خوش بری چند از غم دوست   ن۳ ح خوش   ن۳ ح دادش

جوانے دید در هیکل چو کوهے | ز فرِ همتران در وے شکوهے

گرامی پیکرش مانند خیالے | چنان بدنے ز غم گشته هلالے

بلا بیش از شمردن گردِ جانش | سزاوار شمردن استخوانش

رخش پر خون و سرتا پائے در خاک | میان خاک و خون غلطیده غمناک

بگفتش کیستی و در چه سازی | بگفتا عاشقم در جان گدازی

بگفتش عشق بازان را نشان چیست | بگفتا آنکه باید در بلا زیست

بگفتش عاشقان زین ره چه پویند | بگفتا دل دهند و درد جویند

بگفتش دل چرا با خود ندارند | بگفتا خوبرویان کے گذارند

بگفتش مذهبِ خوبان کدام است | بگفتا کش فریب و عشوه نام است

بگفتش پیشهٔ دیگر چه دانند | بگفتا غم دهند و جان ستانند

بگفتش تلخی غم هیچ کم نیست | بگفتا گر غمِ شیرین ست غم نیست

بگفت از دوریش چونی دریں سوے | بگفتا مردم از غم دور ازاں روے

بگفتش پرتو اندازد گہے نور | بگفت آرے ولیکن چون مه از دور

بگفت او را ببیں تا زنده مانی | بگفتا مرگ به زیں زندگانی

بگفت ار زو بجاں باشد زیانے | بگفت ازاں بود جورش بجانے

ن مهرے — ن ح پر خاک — ن ح پاید — ن ق بگفت اندوه خرند — ن ق خوبی

ن ق بگفت اش کس — ن ح جاں

چو دل را خود عنان دادم به پرواز کنون از دست شد کی بینمش باز

بباید داشتن وحشی را بتدبیر که ناید باز چون بگسست زنجیر

چو گنجشک نو آموز از قفس جست چه سود از طفل نالد دست بر دست

دل اندر چیز دیگر بند و میکوش که از خاطر کنی مهرش فراموش

بتدریج این خیالت گر شود کم به تسکین گردوت خاطر فراهم

چنان آزاد گردی روزکی چند که ناری بیش یاد این مهر و پیوند

جهاندار از خمارِ شرکتِ یار فرو میخورد از پنها بی غرض وار

چو روشن کرد عاشق کان سخن چیست بخندید و میانِ خنده بگریست

بگفت آنکه توان برجستن از چاه که تا زانو بود یا تا کمرگاه

چو قعرِ چاه صد گز بیش باشد بجستن پشت و پهلو ریش باشد

مرا کاندر نخ آن زلفِ مشکین بچه کرد و رسن ببرید شیرین

اگرچه چه نماید در نظر خورد ولیکن هر که افتاد اندر آن مُرد

بمردن زیر آن چه رفت بایم وگر کس بر کشدش بر نیایم

اگرچه هست شیرین جانِ شیرین ولیکن نیست شیرین تر ز شیرین

چو از دل رفت شیرین جان چه باشد چو خصم خانه شد مهمان چه باشد

مرا تا جان بود ترکش نگیرم وگر میرم رها کن تا بمیرم

د ح از خاطر کند عهد فراموش   ب ح چون   د ح آن   ک ح او   ط ح برول   ر ح مشکین   ق ح گر شود کم

کسے کز عشق خونِ آشام باشد ‌ ‌ ‌ اگر پختہ نباشد خام باشد

چو دیدش کوہ فارا پائے دارد ‌ ‌ ‌ قدم در دوستی بر جائے دارد

زباں را داشت از حج لالگری باز ‌ ‌ ‌ بر آئینِ دگر شد نکتہ پرداز

مزاجش را بپوزش رازِ پرسید ‌ ‌ ‌ وزاں حالِ پریشاں باز پرسید

کہ چونی وز کجا افتادت ایں سوز ‌ ‌ ‌ کہ می سوزد دلِ من بر تو زیں سوز

جوابش داد مرد غم سرشتہ ‌ ‌ ‌ کہ بود ایں از قضا بر من نوشتہ

چو باشد دست تقدیرم عناں گیر ‌ ‌ ‌ کجا بیروں توانم شد ز تقدیر

چو اندر قسمت آمد ہمگناں را ‌ ‌ ‌ کہ یارو تافت از قسمت عناں را

دگرنہ من گیاہے آنکہ پویاں ‌ ‌ ‌ کمر بندم بمہرِ خوبرویاں

بخاکِ پائے آوردم ہوسناک ‌ ‌ ‌ ز راہِ دیدہ ریزم سوے دل خاک

بگفتا دیدہ چوں دل مائل افتاد ‌ ‌ ‌ بلائے دیدہ لابد بر دل افتاد

ازیں بیشم نبود ایں بانگ فریاد ‌ ‌ ‌ کہ طبعم بندہ بود و جانم آزاد

ندانم از کجا برخاست ایں دود ‌ ‌ ‌ کز ینساں سوخت جانِ محنت اندود

مبارک روئے شیرینِ شکر بار ‌ ‌ ‌ مرا شیریں نبود از اول کار

نیامد در دلم زاں ماہ بے صلح ‌ ‌ ‌ کہ بر من عیشِ شیریں را کند تلخ

ن ق درد ‌ ‌ ن ق باز ‌ ‌ ن ح بخشتہ ‌ ‌ ن ق چو رو در قسمت آرد ‌ ‌ ن ح ریگ

ن ح شان ‌ ‌ ن ق ز گفت دیدہ تا گفت ‌ ‌ ن ق گفت کش

ز فرہاد آنچه در دل داشت حالی   دل اندیشیش یاران کرد خالی

ندیمان کان سخن در گوش کردند   نُبد جائے سخن خاموش کردند

فرو بستند لب از کار شیرین   عجب ماندند از آن گفتار شیرین

ملک گفت این وجودِ خاک بنیاد   خرابم شد ز سنگ انداز فرہاد

اگر خون ریزمش بر رسمِ شاہان   مبارک نیست خونِ بیگناہان

ورین اندیشه را در پیش گیرم   عجب نبود که از غیرت بمیرم

بباید رفت راہِ رسم و ہنجار   که یابیم وارہد از زخمِ این خار

بزرگ امید گفت این سہل کاریست   ز برگان کاو دم ار در باب خاریست

روان کن ہرزه گوئے را که در حال   بدو از مردنِ شیرین زند فال

اگر میرد فتوحِ خویش گیریم   وگرنے راہ دیگر پیش گیریم

خوش آمد شاه را آن چاره سازی   نمودش مرگ آن بیچاره بازی

مردنِ فرہاد در عشقِ شیرین و حالتِ او

ملک را بود زنگی پاسبانے   ترش رخسارۂ و کج مج زبانے

چو دیوِ دوزخ از عفریت روئی   چو زاغِ کہنه از بسیار گوئی

تہی گاہش فراخ و حوصله تنگ   که زاغ آرد فرغِ ترش سلبت شده زنگ

۱؎ داغ بر سینه ۲؎ دوزخ زاں ۳؎ دوزخ بر خویش ۴؎ تلخ زآشوب آن ۵؎ کج گز زبانے دقیچه

چو شد بے پردہ زیبا روے خودکام — فروشد خونِ صد عاشق بیک جام

چو صیادے کہ گنجشکاں فروشد — بیک مشتِ علف صد جاں فروشد

نباشم در طریقِ عشق معذور — کہ ہر جانے از جاناں شوم دور

منہ بر جانِ من بندے کہ داری — بخسرو گوے ہر پندے کہ داری

ہر آنکس کو بود دیوانہ اندیش — نخوانندش خردمنداں خردمند

گر از لعلش مرا روزیست جامے — رسم زاں عاقبت روزے بکامے

وگر نبود ز بختم فتح بابے — گدائے مردہ گیر اندر خرابے

چو لوحِ زندگانی شد ز من پاک — چہ خواہد ماند از من پارۂ خاک

تو خسرو را نصیحت کن دریں درد — کہ خواہد ماندن از تلخ و نمکیں فرد

چو او در عاشقی بد شہرِ جہانے — مرا خود وصل باشد ترک جانے

اگر خسرو ز شیریں برکشد پاے — مرا گر تلخ گوئی باشدت جاے

دلِ شہ زیں جوابِ آتش انگیز — بجوش آمد چو دیگ از آتشِ تیز

ولیک آں تیزی از لبہاں نحی دید — غضب شد در غلاف افگند شمشیر

سخن را قبلہ زد فرقے چپ و راست — پس اندیشش خجالت خورد برخاست

بمنزل شد ز کوہستانِ اندوہ — غبارِ کوہکن در سینہ چوں کوہ

نق ادوی یار نق جان نح تو خود را نح ذرّہ نح باز دو نق بروزی گر ز تو شیریں کند پائے نح شجید و ادا کردم شام شمشیر نق طب

شدآں دیوانہ بدخوشتابان | چو دیوے سوے آں غولِ بیابان
بسنگے بر شد و نظارہ میکرد | نوادرِ سخن را چارہ میکرد
ز بیم کینش با چنداں شعلہ گرم | نشد یکمو ولے چوں آہنش نرم
بکار آورد نقشِ بے خرد را | زباں بکشاد و ناداں کرد خود را
نشستہ با خیانت راز میگفت | کز غیاں کوہ ضائع چوں تواں سفت
گذشت از مرگِ شیرینِ نغمہ نیش | رفیقش ہم بداں جاں کندنِ خویش
نہ ایں کوہ گر ستیزد با کہِ قاف | چناں لعلے نیاید روشن و صاف
ورا زونداں کند نافِ زمیں پاک | نہ بیند نقش آں گم گشتہ در خاک
دریغ او برد برجش نصیب ست | دریغ اینجاست در خورد کین غریب ست
چو بشنید ایں سخن فرہادِ دلتنگ | فتاد از بیخودی چوں شیشہ بر سنگ
بزاری گفت بازم گو چہ گفتی | کہ ہوش از جان و جاں از تن برفتی
جوابش داد مردِ آہنیں دل | ق | کہ لالے در سنگ ماندہ پاے در گل
چہ کاوی کاں کہ آں گوہر ز کاں رفت | ز ہر کالبد غم خور کہ جاں رفت
تو در کامے چنیں زحمت کش بیش | کہ برد آں کار فرما زحمتِ خویش
بخاک انداختند اندامِ پاکش | بآبِ دیدہ تر کردند خاکش

---

(۱) ق۔ رواں شد سوے فرہاد اں بداختر + زبانی پر ز درد و چشمہا تر ۔ (۲) ح۔ بہ نزدیکش ز چنداں

(۳) ح۔ قصہ۔ (۴) ح۔ خود ضائع۔ (۵) ق۔ کردہ

شکم چون دیگدانِ آتش اندود دہن چون دامِ دارو پُر خشنود

دہانش را کسے نادیدہ باہم لبش با آشنایان نا فراہم

خصومت پیشۂ ابلیس خوئے عوانے مشت خوارے جنگجوئے

کسے گرنش پیش او گفتے نکو نام زدیش اندر قفا صد گونہ دشنام

چو دیدے دوری کس درمیانہ زمرگِ او خبر گفتے بخانہ

مسافر چون نہادے در بروں پائے زفالِ بد زدے در پیشِ او رائے

بماتم ہا بخندیدے طربناک فگندے در عروسی ہا بسرِ خاک

اگر کردندے از چوبش فرو کوب زبان چون ارّہ کردے بر سرِ چوب

وگر سنگے زدندے خلق در جنگ چو آہن تیز گشتے در تہِ سنگ

زسر تا پا کبود از مشت و سیلی چو چوبِ نیل گویا بود نیلی

گنہ در سبلتش بیضہ نہادہ بموے بینیش رشک او فتادہ

نگے سنگ چہرہ با خوے پلنگان خرے خر زہرہ نام او خرنگان

بہ پیشانیش داغے برکشیدہ چو خطّے در خطائے در کشیدہ

شہش خواند و عطائے بیکران کرد بوعدہ نیز داماش گران کرد

پس آنگہ در غرض بکشاد لب را کہ خسفِ ماہِ روشن کن شب را

ذق رازِ آشنایان شرح چو دوری شد کسے را درمیانہ شرح نہاد از در بروں پائے و بفالِ بد زدی پیش رائے

شرح درتہ شرح اگر سنگش ذق تیرہ شرح چو بیش بُرد گویا بود نیلی ذق کہ خسف

دہانش تلخ و شیریں بر زباں بود — جگرگش واپسیں شربت ہماں بود

بشیریں گفتنش از چشم خوں رفت — کہ تا شیریں کناں جانش بروں رفت

ہمیں خود آرد ایں چرخ جفاکوش — کہ ننہد کام دل کس را در آغوش

نماید تشنگاں را شربت از جام — ولے در خاک ریزد گاہ آشام

سگے کو زاد در صحرائے عالم — نخورد آب خوش از دریائے عالم

بس آہو کو بگشت آفتاب گیر — چو بے ناخوردہ خورد اندر جگر تیر

چو بے روزی بود مرد رطب خوار — ز شاخ آں خورد پیش از رطب خار

خیال و خواب شد گیتی بفرہنگ — کہ بنماید ولے ناید فراچنگ

اگر دریا کشد لب تشنہ در خواب — بہ بیداری نیابد بر جگر آب

چہ باید بیہدہ مہتاب گز گرد — چو نتواں شقہ از بہر خود کرد

شعاع خور نشاید زر گرفتن — چو نتواں از زمینش بر گرفتن

سواد سایہ را عنبر مکن نام — کہ خاکش نقد بینی عنبرش وام

چو روشن گشت کیں سرہا ہیچ ست — چہ بہر ہیچ چندیں پیچ پیچ ست

بذیرندہ چہ مکرم داری اے خاک — بدہ ایں ہیچ و بستاں عالم پاک

گراں افزوں تواں ایں کم خریدن — بہیچ ارزاں بود عالم خریدن

عدم را توشہ کن کیں جائے کم نیست — غم امروز خور کا فردا غم نیست

شرح خود — شرح زماں — شرح کاری روز

هزار افسوس ازاں شاخِ جوانی | کہ بشکست از دمِ بادِ خزانی
دگر رہ کیں سخن بشنید فرہاد | نشانِ زندگانی رفتش از یاد
بزد زاں گونہ سر بر سنگِ خارا | کہ جوئے خوں شد از سنگ آشکارا
بجوئے شیر در شد جوئے خونش | دلِ کُہ خوں گرفت از جوئے خونش
ز چہرہ خوں ز مژگاں خاک میرُفت | ق میانِ خاک و خوں افتادہ میگفت
کہ آہ اے بختِ نافرماں چہ کردی | بدردم میکُشی درماں چہ کردی
اگر میریزیم خوں بہرِ یارے | ہم اندر زیرِ پایش ریز بارے
دریغا ز آرزوئیش زار مُردم | بمردم وآرزو در خاک بردم
بمردن بود در پایش گمانم | نہ آں کو میرود من زندہ مانم
کنوں کاں دوست اندر خاک خوارست | من ار مانم نہ شرطِ دوستدارست
چو از عالم بروں رفت آنکہ یارست | مرا بے یار در عالم چہ کارست
چو یارم نیست کش جاں بندہ سازم | روم بر یادِ او جاں را بیازم
من و راہِ عدم کش جائے کس نیست | رہِ من تا عدم جز یک نفس نیست
چو جاں با جاں درآمیزد بہم شاد | درآمیزی بجانم خاکش اے باد
ہمی گفت اینکہ روزش را شب آمد | بتلخی جانِ شیریں بر لب آمد

نق نگفت   نسخ ح ہوشمندی   نسخ ح گرد لما   نسخ ح روم بر یار و جاں را پائے سازم
نسخ ح کانجام کس   نسخ بجانش خاکم

که چون فرهاد در روزِ خود[1] بسر برد | چو شمعِ صبحدم در سوختن مُرد

خلل در عشقِ شیرین در نیامد | برآمد جان و شیرین بر نیامد

خبر بردند بر شیرینِ خونریز | که خونِ کوهکن را ریخت پرویز

همه گفتند کین رسمِ نو افتاد | که شیرین کشت و خون بر خسرو افتاد

روان شد نازنین کز راه یاری | شهیدِ خویش را گرید بزاری

ببالین گاه او شد با دلِ تنگ | بآبِ دیده شست از خونِ او سنگ

اشارت کرد تا فرمان برانش | بشستند از گلاب و زعفرانش

کفن کردند و بسپردند غمناک | غریبے را بغربت خانهٔ خاک

پسے بگریست شیرین بر غریبش | فزون تر زان نه بر بے نصیبش

بخانه باز شد زان اندهِ نو | درونش درمند از کارِ خسرو

شکایت کرد پیشِ همنشینان | که بد باشد جفاے گرم کینان

کسے کش رنج[2] مردم کم نباشد | بنزدِ مردمان مردم نباشد

چو مردم دردِ خود دشوار دانند | گزندِ دیگرے کے خوار دانند

حکایت خربنده لاف زن مناسب وقت و حال

همیزد از خرے خربندهٔ لاف | که پالانگر به است از پرنیان باف

---

[1] هلاک گردید۔ [2] رنج بوریا

مسافر کآب ازینجا بر بگیرد ۔ چو دریا آخر آمد تشنه میرد

چو میدانی که گردوں پر ستیز است ۔ ازینش خانهٔ یقیں جائے گریز است

نخواہی تا بزیرِ گل شوی پست ۔ ازیں خانه بباید پیش ازاں جست

رہا کن خاک را در ظلمتِ خاک ۔ رواں کن پاک را در عالمِ پاک

ہمائے داری از فیروزه کہسار ۔ مدارش چوں غلیوا زاں بمردار

بطے کاں دیده باشد جوئے گلشن ۔ کے آبِ خوش خورد از حوضِ گلخن

گرت صد زیب و زیور در وجود است ۔ تن آساید ازاں جاں را چه سود است

چو شبستاں نما بود پرنده محتاج ۔ قفس خواه از زر و ش کن خواه از عاج

وراں عالم که جانِ کارساز است ۔ نیازِ مرد تاجِ بے نیازیست

مترس از مرگ چوں جاں بے نیاز است ۔ که بعد از مردنت عمرت دراز است

خردمنداں بود کز کاردانی ۔ غمِ مردن خورد در زندگانی

خبرِ مرگ فرہاد رسیدن به شیریں وزاری و بکای او

بگوشِ خسروِ استادِ معانی ۔ چنیں گوید نوائے خسروانی

شرح نبات از خاک و ایں سیلاب تیز است ۔ شرح محصور ۔ شرح مسور

شرح چو از بستاں پریدن مرغ محتاج ۔ مراد از ذات شاعر

صفت پیر زن ندیمۂ شیریں و کشتن او شکر ملکۂ اصفہاں را

چو شیریں برزد[1] از قفلِ شکر بند — سر افگندند خوبانِ شکر خند

بخدمت بود فرتوتِ کہن سال — چو گردون و جہاں عوزی شده زال

نگوں پشتے ولیکن گرز خراماں — ہمے در سلخ[2] و نامش ماہ ساماں

بہر جا در مصیبت رو فتہ جائے — بہر کو در عروسی کوفتہ پائے

بداده در جوانی نیزه را داد — بہ پیری نیز چوگاں بازِ استاد

بلورین سبحہ را بر کار کرده — بجائے ریسماں زنار کرده

لبش در وردِ سحر و درسِ نیرنگ — بروں ساده لباس و اندروں رنگ

کشاده گریۂ تزویر چوں مے — ہزاراں اہرمن حل کرده در وے

فریبا نگریزے از گیرائی گفت — کہ کرد پشہ و سیمرغ را جفت

ہمہ بیداری زر قش بہ پرده — ہمہ خواب و روغش راست کرده

حدیثِ نرم خونریز از رگِ چنگ — زبانِ چرب چوں خنجر گہِ جنگ

---

[1] بند دور کرد [2] روز آخر ماه کہ درو رویت ہلال نشود و ماه از زیر نور آفتاب بر آید

خرش گفتا که گر زیباست این کار | ز پشتِ من به پشتِ خود نه این بار

جوالش داد بالا نگر چو بشنید | که پشتم ریش گردد خر بخندید

که خود چون منکری بالانگری را | به پشتِ من نویس این داوری را

چو می نتوان کشید از پشتِ خود بار | به پشتِ دیگران خروار خروار

نیارد مرگ خود کس بر زبان برد | بجانِ دیگران صد ره توان برد

چه در دست آمد آن نامهربان را | که بے جرمی بکشت آن ناتوان را

چو نتوانست خونم را پے افتاد | گناهم را سیاست بجوے افتاد

چو فرهاد دست خون در دامن آید | دیت بر خسرو و خون بر من آید

ندانم کز چه سان بر سنجم این داد | که از خسرو بخواهم خونِ فرهاد

چو نتوانم بجنبش چاره کردن | که نتوان جانِ خود را پاره کردن

بدان شیرین کنم بازے دلِ ریش | که ریزم بر شکر شورِ دلِ خویش

مرا جوشش شکر خود بوده در ره | کنون خود زاد فی الطنبور نغمه

کسے باید که همچون کینه خواهان | شتابد بر شکر سوے سپاهان

بشیرینی کند بیداد برفے | بیازد بازیِ فرهاد برفے

چو در سودائے شیرین مرد فرهاد | بحلوائے شکر روحش کنم شاد

چو محرم شد ہمہ شادی و غم را — بمادر خواندگی برزد علم را
نمودے بر کنیزانِ سرائی — گہے کدبانوی گہ کدخدائی
ز شیریں کارئ جادوزنِ پیر — فراجش باشکر در خورد چوں تیر
ز افسونہا کہ از بہرِ شکر بود — صد افسونِ شکر بیش از لبش بود
دمیدے ہر زماں دیگر فسونش — چو افسوں خواندگاں کردے زبونش
پری رو از چناں جادو زبانے — جدا بودن نیارستے زمانے
گہش از عشقِ خسرو راز گفتے — گہش زاندوہِ شیریں باز گفتے
عجوزِ فتنہ با او در دوروی — دروں رفتہ لبِ شکر بوی و موی
چو روزی بودش آں شربت چشیدن — نیارست از شکر مو بر کشیدن
بدو دادہ کلیدِ خورد و آشام — زگہش بادہ خوردے وز گہش جام
ز نوشیدی بصد شورِ جگر تاب — بروں از گفتِ او یک شربتِ آب
بد انساں چوں برآمد سالِ آزاد — بنائے فتنہ محکم کرد بنیاد
مخالف در کمینِ کارے بود — لب مست و بدل ہشیارے بود
چناں افتاد وقتے فرصتِ کار — کہ کرد آہنگ مے سرو سمن بار
بقدرِ ہمتِ دُردِ کامرانی — بپاے داشت دورِ دوستگانی[۵۶]

ن ق بہر شکرش ن ق بیشش زبر ن ق از ن ح زوستش نقل ن ح خوں

[۵۶] جائیکہ دوستاں بیاد دوستاں خورند

ز دار و ہا کہ کار آید زناں را | زرہ برقے بسی سیمیں تناں را
مفرح ہائے مروارید و از دُر | کہ خوباں را برد ہوش از بلادُر
بہر خمرہ ز معجونِ منقّا | سرشتہ شیر مرغ و خون عنقا
گیاہائے بہ تسخیر آزمودہ | بہر ذرہ دو صد ابلیس سودہ[ت]
چو در گوشش آمد گفتارِ شیریں | بدنداں خست لب زاں کار شیریں
بجائے آورد شرطِ خاک بوسی | سخن پرداز با صد چاپلوسی
کہ بانو را پرستارے چو من پیش | پس آنگہ برنہا چیزے دلت ریش
بفرما تا بیک پوشیدہ نیرنگ | کنم صحرائے عالم بر شکر تنگ
شکیبا کرد شیریں را فسونش | نوازشہا نمود از حد فزونش
بگرمی داد فرماں تا براند | شکر را شربتِ شیریں چشاند
عجوزِ کارداں زانجا بتعجیل | رواں شد در بیاباں میل در میل
بچارہ رہ در ایوانِ شکر کرد | چو موئے کو بخوزستاں[۱] گذر کرد
بیامد تا برِ شکر بصد نوش | نہاد از مہربانی حلقہ در گوش
بشیرینی چناں در مغز در شد | کہ دلال ترازوئے شکر شد

ت ق - بودہ

[۱] خوزستان بجائے ورای معجمہ نام ولایت شکر خیز در فارس کہ شہر شوستر ازو است و ہر ملک شکر خیز را گویند چہ خوز معنی شکر آمدہ و نیشکر زار و کارخانہ شکر را نیز گویند۔

گماں بر اعتمادش بستہ بیمار　　کبوتر نازک و شاہیں ستمگار

چو ناگہ یافت آں فرصت کہ می جست　　بنوشیں شربتے زہرش فرو شست

قدح پر کرد و در دستِ شکر داد　　لبش را از آخریں شربت خبر داد

چو ماہِ نازنیں کرد آں قدح نوش　　درونِ نازکش افتاد در جوش

خرابی یافت اندر قالبش راہ　　ز پیوندِ عدم جانش شد آگاہ

نخست از بیخودی خود را بہش کرد　　وداعِ مادرِ فرزند کش کرد

کہ رحمت بر تو بادا اے مادرِ پیر　　کہ در رحمت نکردی ہیچ تقصیر

ز تو آں سایہ دیدم بر سرِ خویش　　کہ امیدم نبود از مادرِ خویش

دریغا رفتم از دورانِ پر پیچ　　کہ حقِ نعمتت نشناختم ہیچ

چو بے فرزندے غم مشکن خور درایت　　بفرزندِ من بیامرزد خدایت

چو مرگ آمد بسوے من شتابان　　تو کردی زانِ خود بر تو چہ تاوان

چو شخصِ ناتواں را در فنا روست　　چہ سود از دارو از خوردن شِ اردوست

دراں علت چہ دارو جائے گیرد　　کہ اول سر زدارو جائے گیرد

گر اندر دارو حیات آباد بودے　　طبیب اندر دمِ مرگ آزاد بودے

نہ در دستِ طبیب است از شفا نیست　　کہ گاہے سرخ رو گہ سبز پا نیست

کند تقدیر جاں کم نصیباں　　گنہ بر مرگ تہمت بر طبیباں

لہ ح برد　لہ ق آرد مرا گر　　۵ـہ اثر کند

بخار باده در سر گرد کارش | صداع انگیز شد مغز از خمارش
فتادش در مزاج از رنج سستی | به بیماری کشیدش تندرستی
ز بس گرمی تنش آمد به نرمی | شکر را چاره خود نبود ز گرمی
شکر در مردمان باشد تب انگیز | شکر را دید کو باشد تب تیز
ز بالین جستن سرو خرامان | به سامان کاری آمد ماه سامان
تدبیر آتشین مالیه و خشت | همی انگیخت نیرنگے به هر دست
گلاب آمیز شربت هائے مخمور | نبات و شکر و معجون و کافور
گو از شها که باشد راحت فرد | مزورهائے پرهیز از پئے خورد
برون کرده زبانے همچو آدر | تو بیداری کارسطو راست مادر
گه از بقراط خود را کردے افزون | گهے خندیدے از قول فلاطون
نهاده شیشها یکجاه در پیش | ز تجره خود بگویم از عدد بیش
دواهائے که نامد هیچ در کام | گیاهائے که نشنیدش کسے نام
گر این را کوفت گه آنرا همی سود | وزین کوب و شکن یکدم نیاسود

شوق طبع   شرح طلای صندل   شرح کسے نشنیده حیش

۱ زیرا که مزاج شکر گرم است بقاعده طب ۲ نام پیرزن ۳ آماده و مهیا برائے تدبیر شد ۴ اے جوارشها ۵ طعامیکه بغرض تسلی مریض پزند ۶ مادر ارسطو مراد از عربی ارسطو به دانش ۷ لے برقول فلاطون اعتراض کردی ۸ مراد از کثرت شیشه ها ۹ نم کوفت یا بهان مخفف تجربه که گذشت

گلے بودم اگر مشکیں نبودم　　شکر بودم اگر شیریں نبودم

بماندم منتظر بہرِ تو تا دیر　　چو وقت آمد نبودم در رخت سیر

ازاں میوہ کہ وصلم داد حالی　　دہاں آلودہ گشت و معدہ خالی

چو نیم انجیر باشد قوت زاغے　　ہماں قوت آتش شود سوزندہ داغے

چو بانے راکہ از چاشنی داشت　　بجوید چاشنی ہم در سرِ چاشت

چو افتد قطرہ بر تابہ گرم　　بود چوں روغنے بر آتشِ نرم

زشاخِ بخت خرمائے گسستم　　بخوردن باغباں بستند دستم

ہمی بادوستے ہمدست گشتم　　بادل دوستگانی مست گشتم

نخفتم روزِ ہجر از سوزش و تاب　　چو روزِ وصل آمد می برد خواب

تو خوش با یار خسپ اے یارِ چالاک　　کہ من با خاک خواہم خفت در خاک

ازیں پس کز جدائی تاب بینم　　جمالِ یکدگر در خواب بینم

چو فردا صبحِ محشر گرد آغاز　　کنم دیدہ ز خواب اندر رخت باز

دریں گفتن فرزہ درہم غنودش　　درآمد خوابِ مرگ و در ربودش

غبارِ نیستی در شکر افتاد　　بخوزستان وفے نحوے درافتاد

ز ہر چشم انجمن راخوں برآمد　　نفیر از انجمِ گردوں برآمد

جواں مرداں بسرہا خاک کردند　　عروساں پیرہن ہا چاک کردند

لہ ح: نسرین　لہ ق: دو دیدہ　لہ ق: بجے　لہ ق: آستیں ہا

طبیباں را مگر ایں نکته حل نیست | که در نه شیشه دارو بے اجل نیست

وصیت بیش ازینم نیست با تو | که چوں دور افتد از من راه تا تو

زمن یا شرطِ تعظیمے که دانی | زمیں بوسی به بزمِ خسروانی

بمالی زیرِ پایش دیده غمناک | بگوئی آسماں را قصهٔ خاک

که ما رفتیم با جانِ پر امید | ترا جاں تازه باد و عمرِ جاوید

مرا دور از تو گر زد چشمِ بد راه | ز رویت دور بادا چشمِ بدخواه

مرا گر خود سر آمد زندگانی | ترا هر روز نو بادا جوانی

وگر من شربتے خوردم جگر جوش | ترا بادا شرابِ خوشدلی نوش

چو نوشی باده با شیریں بے تمیز | بریزی جرعه بر خاکِ شکر ریز

چو بنشینی بروے دوستاں شاد | فرامش گشتگاں را هم بکن یاد

چو آئی بر سرِ خاکم خراماں | غبارِ من نیفشانی ز داماں

که گر خونم نگیرد گردنت را | نگیرد خاک بارے دامنت را

گر از یادِ شکر گیرد ملالت | مبادا شربتِ شیریں حلالت

مبیں خوار ار شدم خاکِ زمیں سود | که روزی آخر ایں خاک آدمی بود

بیا و ز خونِ من تر بیں کفن را | زیارت کن هلاکِ خویشتن را

مرا از یادِ شیریں مکن خوار | که من هم روزے آخر بودمت یار

نسخه کنی   نسخه غبارم را نیفشانی

بسے را مہلت از حد بیش دیدیم | بحلقش ہم بخنجرِ خویش دیدیم
اگرچہ دیدنِ ما زود و زود ست | چو عبرت نیست زاں دیدن چہ سود
نہ بیند ہر کرا چشمیست پنہاں | خیالِ مرگ در آئینۂ جاں
وگر کش چشمِ عبرت ہست کوتاہ | ببیند لیک ننہد سوے خود راہ
چو دورِ زندگانی بر سر آید | نداند کز کدامیں رہ در آید
کسے زیں زخمگاہ ایمن فتادہ | کہ یا مردہ است و یا خود نزادہ
چو نادی باش زخمش را مہیا | کہ لولو سفتہ بر ناید ز دریا
بروجے کاندریں نیلی حصار ہست | دو ششدر کعبتینِ قلب کار
کہ یارد باخت با ایں شوخ قلاب | کہ دارد کعبتینِ پر ز سیماب
عجب کعبے کہ برداو دست مطلق | اگرچش ہست نہ مہرہ معلق
بہ آں باشد کہ ما نقدے کہ داریم | بخود بیمیم و بدستِ او سپاریم
عنانم ہیں کہ ہست اندیشہ گستاخ | سخن را تا بجا زد شاخ در شاخ
چو کردم گنج باد آور دراں صرف | خراماں باز گردم بر سرِ حرف

رسیدن پیرزن در محل شیریں ملکہ اصفہاں

چو کرد آں فتنہ ساماں بدمہر | بناخن خست بہرِ مصلحت چہر

ن ق دیر و زود   ن ق این بجز   ن ق بود   ن ج . بے مہر

ز مژگان خلق خوں با دیده آلود | بر آمد نالہ‌ہائے آتش اندود

نہ تنہا مخلصان و نیک خواہاں | کہ غمگیں شد ہمہ شہر سپاہاں

بشستندش بترتیبے کہ شاید | کشیدندش بتعظیمے کہ باید

چو در دخمہ بخاک انباشتندش | سہ روز آئین ماتم داشتندش

پس از چندی بشادی رو نہادند | ہوالیش را از دل یکسو نہادند

کسے کو بیشتر کرد از غمش جوش | ز خاطر بیشتر کردش فراموش

ہمیشہ عادت مردم چنین ست | دلش سنگین و قالب پوستین ست

ہمہ کس با ہزاراں بیقراری | بگرید مرده خود را بزاری

چو در خاکش نہد بیکار گردد | ہماں ساعت فرامشکار گردد

اگر دل نقشبند و گر رحیم ست | فرامشکاری مردم قدیم ست

دراں دم کادمی از گل سرشتند | ز غفلت نکتہ بر دل نوشتند

گر از غفلت نبودے سینہ را رگ | ز بیم مرگ بودے ہر زماں مرگ

وگر خسپید کائن مردن ندانند | اگر دانند خود زنده نمانند

تو ما را بین کزینساں عقده در پیش | ہمیدانیم و می پوشیم بر خویش

ہمی بینیم و آگاہیم ازیں راز | کہ تن با جاں نخواہد ماند دمساز

ولے چوں چشم مردم دوربیں نیست | نظر می بیند و دل را یقین نیست

ذ ح گوشتیں   ق ق گوں   ت ح عجب   ف ح بخش

درین گنبد ز نیکی بر کشش آواز — که گنبد هرچه گوئی گویدت باز

یکے را ده صدا یابی درین راه — که بالا گنبدست و زیر آن چاه

چو چشم دیگرے بخراشی از خار — خراش خویش را هم چشم میدار

بر آید جان ستان را جان بتاوان — عقاب اندک زید کرگس فراوان

چو آهن گر بسازد تیغ کین جوے — بدست خود کند خود را سیه روے

چو سازد تیر گر تیر بلا شور — هم اندر دیدنش خود را کند کور

بود سوزن به از تیغ برنده — که این دوزنده باشد آن درنده

چو خسرو جرم خود را یافت پاداش — پشیمان وار گشت از دیده خونباش

طمع یکبارگی برداشت از دوست — رضا بے مغز گشت و کینه بے پوست

ز ارمن در هوای رفت غمناک — ز حسرت کام خشک و دیده نمناک

بکنجے در نشد و اندوه می خورد — ز بے رنگی غمے چون کوه مے خورد

بروزش خوردن غم کار بوے — بشب آسایشش دشوار بوے

چراغ جانش را هم باد برده — چراغ دل ز باد سرد مرده

چنین است ای بت رسم عشق بازی — چو با جان ساختی با او نسازی

لہٗ در ذق با آتش

ذق - چراغ دل ز باد سردی مرد • چراغ خویش را هم بادی برد

بشوخی با عروسان شکرخند — درانده شکر زد ناله چند
پس آنگه جست دستوری ز خوباں — رواں شد سوے شیریں پاے کوباں
رسید و ماجرا از پرده برداشت — صنم خود زاں ہمہ یک یک خبر داشت
اگرچه از کاردانی پیرِ فرتوت — بخنده داد بیرون دُر و یاقوت
ولے در پرده گشت از غم دلش ریش — که او را بود نیز آں روز در پیش
کسے کز مرگ نبود جانش آزاد — چرا گردد بمرگِ دیگرے شاد
بخسرو گشت نیز آں نکته روشن — که مہماں شد شکر در بزمِ گلشن
برآورد از جگر سوزنده آہے — که بودش حقِ صحبت چند گاہے
نشست از سوگواری با تنِ چند — بماتم چاک زد پیراہنِ چند
ز نرگس بر آں سروِ خراماں — بخاک افگند دُر داماں بداماں
بصد تلخی ز شیریں کرد فریاد — که بر زخم است نتواں زخمِ فرہاد
عملہا را جزا باده کمیں ست — سزاے آنکه من کردم ہمیں ست
نکو را نیک بد را بد شمار ست — بپاداشِ عمل گیتی بکار ست
اگر بنیاد تو بر نیک خوئی است — مکافاتِ نکوئی ہم نکوئی است
ور از خود خوے بد را ساز یابی — جواب خود ہم از خود باز یابی
درخت زہر ہر جا کاشت نتواں — چو کاری زاں شکر برداشت نتواں

۱ح- در و یاقوت ۲ح- دیگراں ۳ح- قصہ ۴ح- افشاند ۵ح- انجم ۶ح- نبات

بکنجِ تنگ شد دلتنگ می بود — دلش با بختِ بد در جنگ می بود

شبے تاریک چوں دریاے از قیر — بدریا در فگنده چشمۂ شیر

ز جنبیدن فلک بیکار گشته — ستاره در زمینش[۱] مسمار گشته

ذنب پاے کواکب را شده خار — کجک[۲] در دستِ دہل زن را شده مار

ز ظلمت گشته پنہاں خانۂ خاک — چو چاهِ بیژن و زندانِ ضحاک

سوادِ تیره چوں سوداے خامان — بدامانِ قیامت بسته دامان

ربوده بادِ تند از شمعها تاب — زده مهر ابد بر دیدها خواب

شد آبے[۳] خورده چرخ آبستن گاه — سترون گشته از خورشید و از ماه

غنوده در عدم صبحِ شب افروز — بقیر انباشته دروازۂ روز

بگنجِ صبح قفل افگنده افلاک — کلیدِ گنج را گم کرده در خاک

بریده تیغِ[۴] شب از کینه خواهی — گلوے بلبلانِ صبحگاهی

خروساں را بگاه بانگ و تکبیر — خمیرِ پیرزن گشته گلوگیر

موذن قرصِ صوفی را زده گاز — ز حلوا خوردنش[۵] بگرفته آواز

جہاں چوں اژدہاے پیچ در پیچ — بجز دودِ سیه گردش دگر هیچ

شبے زینگونه تاریک و جگر سوز — ز غم بیخواب شیرینِ سیه روز

مبادا غم[۶] که اندر دل شود سخت — که از دل خواب را بیرون نهد رخت

---

۱ ح. زمینش ۲ ح. کجک ۳ ق. شده آبے ۴ ح. بید ۵ افتاده ۶ ق. مبادا هیچ غم در

در شب فراق مناجات شیرین
با حق سبحانهٗ تعالیٰ و یادِ خسرو

زکوہستانِ ارمن چوں سرافراز — سوئے شہرِ مداین کرد پرواز
صنم بشنید بعد از چند گاہے — کہ خسرو در فلاں دہ بودہ ماہے
ز دوری با ہزار[1] افسوس نالید — بریدا ور از غفلت گوش مالید
خمارِ عشق[2] در سر تازہ شد باز — شغب در دل بلند آوازہ شد باز
دلش را خارِ غم در دامن آویخت — خرد دامن بدنداں کرد و بگریخت
بجوش افتاد جانِ مستمندش — بدرد آمد درونِ دردمندش
ز انکش خانہ در سیلابِ خوں شد — صبوری از رہِ روزن بروں شد
درآمد شحنۂ ہجراں بتاراج — رواں را طوق برد و عقل را تاج
سپاہِ فتنہ شد بر قلبِ تن چیر — ولایت بستد[3] از سلطاں بشمشیر
چو عشق آرد ملک کوبِ خطرناک — نہ خسرو بلکہ کیخسرو شود خاک
کہے[4] داں عشق در موران و پیلاں — با آتش در چہ عود و چہ مغیلاں
شبے تنگ آمد از بس رنج بردن — چناں کز ناشکیبی خواست مردن
سخن را مہر زد چوں نقشِ چینی — برید از ہمنشیناں ہم نشینی

(۱) ق - تیز از افسوس (۲) ق - بخشش از (۳) ج - در (۴) ق - را

گرفتم گز خمارِ بادهٔ دوش | صبوحی گشت مستاں را فراموش

چه شد یارب بگه خیزانِ شب را | که در تسبیح بخشاوند لب را

مگر بشکست تارِ مطربِ پیر | که بر نا ورد امشب ناله زیر

مگر بر نوبتی خواب استیلا کرد | که امشب عاشقاں را وقت گم کرد

مگر شد بسته مرغِ صبح را کام | که بانگے بر نمی آرد بہنگام

مگر دودِ دلم عالم سیه کرد | دمِ من صبحِ عالم را سیه کرد

وگرنه کے شبے را ایں درنگ است | که گردوں بے سر و سیاره لنگ است

مرا زیں شب سیه شد روئے ہستی | سیه رو نیست ایں نه شب پرستی

گہے باشد که ایں شب روز گردد | دلِ پُر سوزِ من بے سوز گردد

ازیں ظلماتِ غم یابم رہائی | بچشمِ خویش بینم روشنائی

بسے میکرد ز غیباں نا امیدی | که ناگه از افق بر زد سفیدی

چو لاله گرچه بودش در جگر داغ | ز بادِ صبحدم شگفت چوں باغ

چه خوش بادیست بادِ صبحگاہی | کزو در جنبش آید مرغ و ماہی

درانَدم ہر دلے کافسرده باشد | اگر زنده نگردد مرده باشد

بزرگاں کاں نفس را زنده دارند | بجاں بخشی دمِ بخشنده دارند

ن ۱ ج - بخشایند　ن ۲ ق - مگر بگسست　ن ۳ ج - که بر می نا ورد　ن ۴ ق - ددام

ن ۵ ق - دمِ من شمع گردوں تباه کرد　ن ۶ ج - مقصد　ن ۷ ق - بُت پرستی　ن ۸ بر

چو در بیداری شادی بود رنج — چه باشد حال بیداران غم سنج

اگرچه پاسبان بیدار باشد — نه همچون عاشق و بیمار باشد

دران شب حالت شیرین چنان بود — که از غم جان شیرینش بجان بود

بآب دیده با شب راز می گفت — زرد و زید حکایت باز می گفت

همی نالید کاے شب چند[1] ازین داغ — همائے را کشی در چنگل زاغ

بپایان شو که من زین بیقراری — بخواهم مردن از شب زنده داری

چو گبران می کنی بر من جفائے — ترا یارب که مهرے نیست جائے

بدین بے مهری و تاریک روئی — شبے یا روز بخت من بگوئی

تو هندو کافری نام تو شب نیست — ز هندو کافری کردن عجب نیست

مگر سوگند خوردی اے[2] جهان سوز — که بعد از مردن شیرین شوی روز

چه خسپی چند ازین[3] اے صبح نیمروے — بآب چشم من رخ را فرو شوے

چرا زیر زمین چون گنج فسردی — دمے بالا کش آخر گر نه مردی

مگر داری[4] تو هم زآشوب غم جوش — که کردی خنده را چون من فراموش

مریز اشک اے دو چشم تیره روزم — دگر سوزم رها کن تا بسوزم

چه باید ریخت این سیل ستم را — چو نتوان شست این سودائے غم را

چه تاریکی شد اے خورشید یارت — که پیدا نیست روز روزگارت

---

[1] ق - چندین از [2] ق - دل افروز [3] ق - خیزای [4] ج - تو هم داری مگر

بداں اشکے کہ شوید جامۂ پاک ۴ بداں حسرت[1] کہ گردد ہمرہِ خاک

بداں تاریکِ زندانِ مغاکے ۵ بہ بالینِ فراموشانِ خاکے

بخونِ غازیاں در قطعِ پیوند ۶ بسوزِ مادراں در مرگِ فرزند

بآبے کز سرِ شورے برآید ۷ بخارے کز سرِ گورے برآید

بہ راندودہ دلہاے کریماں ۸ بگرد آلودہ سرہاے یتیماں

بداں غرقہ کہ برناید ز آبے ۹ بداں تشنہ کہ باشد[2] در سرابے

بشبہاے سیاہِ تنگدستاں ۱۰ بدلہاے سفیدِ حق پرستاں

بیادے کاں دل اندر تن درآید ۱۱ بداں جاں کاخر از مردن[3] برآید

بعشقِ نو در آغازِ جوانی ۱۲ بغمہاے کہن در دل نہانی

بداں بیدل کہ ہستی نایدش یاد ۱۳ بداں دل کو بود در نیستی شاد

بداں سینہ کہ دارد عشقِ جاوید ۱۴ بہجرانے کہ ہست از وصل نومید

کہ برداری غم از پیرامنِ من ۱۵ نہی مقصودِ من در دامنِ من

گرفتارم بدستِ نفسِ خود رائے بہ رحمت بر گرفتارے بہ بخشائے

برآور آرزوئے را کہ دارم کلیدِ آرزو نہ در کنارم

اگرچہ ماجرا ہست از ادب دور تو دانی گر تواں داشت مستور

نخستم در لباسِ آرزو پوش پس ایں جرمم بہ ستاری فرو پوش

---

[1] ق۔ حسرتے [2] ح۔ گم شدہ [3] ح۔ دم

دلے کو نورِ صبح راستین یافت — کلیدِ کارِ خود را آستین یافت

ہماں دم زن کہ ملکِ عالم آنجاست — دگر زاں بیشتر خواہی ہم آنجاست

کہ شد صبحے ز خوابِ غفلت آزاد — کہ بخشش[1] صد درِ مقصود بکشاد

چو شیریں یافت نورِ صبحدم را — بروشن خاطرے برزد علم را

بمسکینی جبیں بر خاک مالید — بدرگاہِ خدائے پاک نالید

کہ اے در ہر دلے دانندۂ راز — بہ بخشائش درت بر ہمگناں[2] باز

زبے کامی دلم تنگ آمد از زیست — تو میدانی کہ کامم چوں منی چیست

چو تو امید ہر امیدواری — امیدم ہست کامیدم برآری

جز ایں در دل ندارم آرزوئے — کہ یابم از وصالِ یار بوئے

ز حرمت داشتن چوں ذرہ بالم[3] — بشارت دہ بکابینِ حلالم

درونم سوخت زیں حاجت نہانی — گرم حاجت برآری می توانی

وجودم گشت زیں درماندگی پست — تو گیری از کرم درماندہ را دست

نشاطے دہ کزیں غم شاد گردم — ز زندانِ فراق آزاد گردم

بسرِّ کبریا در پردۂ غیب — ق — بوصفِ انبیا در حرفِ[4] لاریب

بنورِ مخلصاں در روسفیدی — ۲ — بصبرِ مفلساں در ناامیدی

بایمانِ تو اندر جانِ بدکیش — ۳ — بہ پیوندِ کہن در دلقِ درویش[5]

---

[1] ق۔ کہ بخشش [2] ق۔ بیدلاں [3] ج۔ بے وبالم [4] ق۔ صرف [5] ج۔ درشت

رفتنِ خسرو بدرِ قصرِ شیرین و در بند کردن شیرین بہ خسرو

چو بستان تازہ گشت از بادِ نوروز | جہاں بستد بہارِ عالم افروز
ز آسیبِ صبا در جلوہ شد باغ | بغارت داد بلبل خانۂ زاغ
ہوا کرد از گلِ آسیبِ خزاں دور | بمشکِ تر بدل شد گردِ کافور
عروسِ غنچہ را نو شد عماری | کمر بربست گل در پردہ داری
بنفشہ سر برآورد از لبِ جوئے | زمیں گشت از ریاحیں عنبریں بوئے
نسیمِ صبحگاہ از مشک بوئی | ہزاراں نافہ در بر داشت گوئی
حریرِ گل ورق در خوں سرشتہ | براتِ عیش بر ساقی نوشتہ
غنودہ نرگس و قمری بہ بستاں | بہ بانگِ چنگ در بالینِ مستاں
خماری نرگسِ شب ناغنودہ | شکیب از جانِ مشتاقاں ربودہ
شگوفہ شاخ را پیرایہ کردہ | سمن گل را بداماں سایہ کردہ
خبر می برد بادِ صبحگاہی | ز بوے گل بشادروان شاہی
کہ زیباں نو بہارِ عشرت انگیز | چرا از بادہ باید کرد پرہیز
ملک بر عزمِ صحرا بارگی جست | بہ پشتِ بادِ سرد نازنیں رُست

ن ح آشوب ن ح عشق ن ح چو بانگِ چنگ ن ح میکرد ن ح رست

چو شیریں یاز سرِ صدق ایں دعا کرد　　خدا از صدقش آں حاجت وا کرد

بصدق آنکو دریں حضرت پناہد　　نہد اندر کنارش ہرچہ خواہد

چو جوینده مرادِ خویش یابد　　بقدرِ اعتقادِ خویش یابد

دراں شب کاں صنم زیشاں غمیں بود　　ملک راہم زغم حالت ہمیں بود

ہمہ شب نازنیں را یاد میکرد　　بدل بر میزد و فریاد میکرد

فراواں غم کشید اندر شبِ تار　　کہ تا شب را بروز آورد یکبار

چو رفت از دیدۂ مردم سیاہی　　جہاں روشن شد از مہ تا بماہی

نماند از آرزومندی قرارش　　برفت از خویشتن داری شمارش

بیک جنبش بر شبدیز چوں بدر　　رواں شد سوے خورشیدِ فلک قدر

ہماں سو داعناں آویز جانش　　ہماں خاصانِ دولت ہم عنانش

رہا کردہ عناں دنبالۂ دل　　بار من بار شد منزل بمنزل

ہوائے سرد وقتِ برگ ریزاں　　گریزاں گل ز باد افتاں و خیزاں

بخجلت ہمچو دم سرداں ہمی گشت　　بکوہ و دشت سرگرداں ہمی گشت

سرشکش خاک را پیرایہ میداد　　دمِ سردش خزاں را مایہ میداد

رواں می بود در ویران و آباد　　بدینساں تا خزاں بگذشت چوں باد

ن ق - بیابد　ن ق - بجورد　ن ق - خاطر حزیں　ن ح - انجم　ن ق - ترک

نہ ننگینے کہ خود را باز جوید ‌‌ ‌ نہ ہمدردے کہ با او راز گوید

نبود آنروز پیش شاہ شاپور ‌ ‌ ‌ کہ از خسرو غم شیریں کند دور

گرہ چوں غنچہ میزد بر دلِ تنگ ‌ ‌ ‌ ہمی شست آستیں از اشک گلرنگ

بہر نرگس کہ در گلزار دیدے ‌ ‌ ‌ خیالِ چشمِ مستِ یار دیدے

بہر شاخے کہ از گل برگرفتے ‌ ‌ ‌ بیادِ دوست آہ از سر گرفتے

ز ہر سنبل کہ تابے باز[1] میکرد ‌ ‌ ‌ ز زلفِ او عتاب آغاز میکرد

شکیبا بود تا ہشیاری داشت ‌ ‌ ‌ چو سرخوش شد عناں از دست بگذاشت[2]

چو سرہا گرم گشت از بادۂ چند ‌ ‌ ‌ زباں بکشاد با آزادۂ چند

کہ نوروز آمد و گلزار بشگفت ‌ ‌ ‌ صبا با گل پیامِ عاشقاں گفت

رواں شد بادِ جامِ لالہ بردست ‌ ‌ ‌ خمارِ نرگس ہمبار بشکست[3]

ہمہ کس با حریفے باغ در باغ ‌ ‌ ‌ مرا از[4] دردِ دل نہ دوری داغ بر داغ

نشاید خورد مے بے دوستداراں ‌ ‌ ‌ کہ شادی غم بود بے روئے یاراں

بود بے دوستاں مجلسِ ناز ‌ ‌ ‌ پیالہ سرنگوں شیشہ دہن باز

ہمہ شادند و جانم در عذابست ‌ ‌ ‌ کہ مے بے روئے جاناں زہرِ نابست

اگرچہ روئے گل جہاں نواز ست ‌ ‌ ‌ ولے افسانۂ بلبل دراز ست

مرا از سوزِ دل ہر لحظہ مرگے ‌ ‌ ‌ گے آرد تابِ آتش کاہ برگے

---

(۱) ح - گردے (۲) ح - نگہ بیت را عناں از دست نگذاشت ۔ (۳) ح بنفشت (۴) ق - خود

بخدمت باوشاق چند دلخواه | جنیبت راند چون خورشید چون ماه
نخست از گشت کرد آهنگ نخچیر | فرود آورد شصت مرغے بیک تیر
برون جستند بازان سبک خیز | بخونِ صید کرده چنگ را تیز
درآمد چنگل شاهین بتاراج | نہ تیہو ماند در صحرا نہ دراج
رہ بط باز تیز آہنگ میزد | برقصِ کبک شاہین چنگ میزد
فلک ہر سو کہ مرکب راند حالی | زمین از گور و آہو گرد خالی
چو تے گشت صید افگندہ تا چاشت | ازانجا سوے بستاں راہ برداشت
بگلزار آمد از نخچیر گہ شاد | بساط افگند زیر سرو و شمشاد
مے بنشست با خاصانِ درگاہ | برآمد بانگِ نوشانوش تا ماہ
بروں دادند مرغانِ خوش آہنگ | نواے ارغنوں زابریشم چنگ
شمال از شاخ سنبل خاک میرفت | صبا بر فرشِ نسریں پاے میکوفت
ملک زانو زدہ بر مسندِ ناز | بعشرت رنج سوز و گنج پرداز
چو گل پیشانیٔ دولت کشادہ | ببالیں پشتِ دولت باز دادہ
پیاپے گرچہ مے میگرد پرکار | نمی رفت از دلش سوداے دلدار
بیادش در چمن نظارہ میکرد | بجاے جامہ جانرا پارہ میکرد
سخن میگفت و آب از دیدہ میریخت | بداماں گوہرِ ناچیدہ میریخت

لوق ـ بہر   ذاق ـ بربالا   زاق ـ نیز اڑاں

چو پیدا گردد آں خورشیدِ پُر نور | زمیں بوسند ہمچوں سایہ از دور

در افشانند و مروارید شب تاب | زمیں را گرد بنشانند از آب

رسانندش چناں با عز و تمکیں | از انجا تا در ایوانِ شیریں

چو فرماں داد ماہِ مشتری قدر | ز صحنِ خانہ بالا رفت چوں بدر

دویدند آں ہمہ فرماں پذیراں | باستقبالِ شاہِ تخت گیراں

چو پیدا شد شکوہِ ارجمندی | کلاہے تا بخورشید از بلندی

فروزاں از جبینش فرِّ شاہی | زمیں تا آسماں نورِ الٰہی

بہ پیرامن نہ از گردن کشاں کس | غلامے چند از خاصانِ شہ بس

خطش بر لالہ عنبر بیز گشتہ | گلش از خوئے گلاب انگیز گشتہ

ز بوئے خوش کہ میزد آں تنِ پاک | گلاب آمیز گشتہ گردِ خاک

ز رویش آفتاب از دست میرفت | کسے کآمد بدیدن مست میرفت

چو دیدند آں رقیباں عارضِ شاہ | جبیں سودند بر خاکِ گذرگاہ

نثارے ریختند از گوہر و لعل | سمِ شبدیز گردید آتشیں نعل

ز لولو حلقہ می بستند رہ را | نثار افشاں ہمی بردند شہ را

از انجا تا بشادروانِ ماہش | ہمہ بر فرشِ دیبا بود راہش

ق - او ۔ ق - خویش از گل ۔ ق ح - عبیر ۔ ق ح - ناف ۔ ق ح - عبیر

ق ح - کہ گوہر وار گردند آتشیں نعل ۔ ق - حلقی می بستند رہ

ہلاکم زیں ہمہ[1] ناموس خامست ‏ چو عشق آمد چہ جائے ننگ و نامست

بداں می آردم[2] ایں گم شدہ بخت ‏ کہ عصمت را بہ بازار افگنم رخت

زنم[3] از غصۂ دل سینہ را چاک ‏ ز خونِ خویشتن رنگیں کنم خاک

مگر باد آید وزیں جوے خونم ‏ بداں بد خو رساند بوے خونم

چو چندیں[4] زیں سخنہا گفت حالی ‏ دل از اندیشہ لختے کرد خالی

جنیبت جست و از دل بار برداشت ‏ رہِ کوے آں دلدار برداشت

رواں گشت از شرابِ لعل سرخوش ‏ ولیک از سوزِ سینہ دل[5] پر آتش

برقاصی صبا در زیرِ رانش ‏ خیالِ یار زیبا ہم عنانش

بنا گوشش ز آبِ[6] گرم در خوے ‏ دمِ سردش پیام آوردہ از روے

چو آمد سوے قصرِ نازنیں تنگ ‏ ز مغزش عقل[7] شد و ز سینہ فرہنگ

خبر بردند بر سروِ گل اندام ‏ کہ طوبے بر درِ فردوس زد گام

بلرزید از ہراس آں دستۂ گل ‏ کزاں سیلاب تندش بشکند پل

نگوید نام ننگ آوارہ گردد ‏ لباسِ عصمتش صد پارہ گردد

صواب آں دید رائے ہوشیارش ‏ کہ ندہد راہ[8] در ایوانِ بارش

علمداران درگہ را بفرمود ‏ کہ بستا بندند پیش آہنگ شہ زود

---

(۱) ق - ہوس (۲) ت - بداں می خواندم ایں جان گم بخت (۳) ع - خم (۴) ت - چندی

(۵) ت - پر آتش (۶) ت - زناد (۷) ع - جوشش (۸) ق - جائے

سرکه ریزی خسرو از عتابِ ترشروئی شیرین و خود ترش گشتن

ملک ہر چند خواہاں با دلِ ریش — که در صحرا نهد سوزِ دلِ خویش

ہلاکش گرچه ترکِ جاں نمی کرد — زبانش در سخن فرماں نمی کرد

ازاں دل ماندگی کامد بجانش — ز بس گریه گره شد زبانش

چو لب بستن نه زیبا بود با دوست — که در حلوا نهفته پسته را پوست

نقاب از نورِ روے رخشنده برکرد — جہانے پر ز مروارید تر کرد

بزاری گفت کاے جانم بتو شاد — غمت شادی فزاے جانِ من باد

بزرگی ہاے بے اندازه کردی — که با خورداں بزرگی تازه کردی

ضیافت ہا نمودی ناتواں گفت — که نتواں تا قیامت شکر آں گفت

زر افشاندی و مروارید شب تاب — نشاندی تا سرم در آتش و آب

ز نطع انداز دیبا ہاے زربفت — فرس نے بر زمیں بر آسماں رفت

ز صحرا تا بجانبِ احترامم — بیاوردے بتعظیمِ تمامم

پس از چندیں نوازشہاے چوں نوش — که کردی بنده دارم حلقه در گوش

چه بود ست بے سبب در پرده ماندن — غریباں را برونِ در نشاندن

ن ح - قیامت ہاے   ن ح - ہاے بے نوع

چو آمد بر در قصرِ دلارام   کزاں شیریں سخن شیریں کند کام

درے در بستہ دید و میزباں دور   مہ اندر برجِ عصمت ماندہ مستور

تعجب کرد حیراں ماند زاں کار   کہ نخلِ بارور چوں گشت بے بار

ز خجلت روئے را چوں زعفراں کرد   کہ بے روی چنیں خود چوں تواں کرد

زمانے ماند بر در دیدہ پُر آب   درونش تافتہ بیرونش بے تاب

بہر نوعے کہ میزد با خرد رائے   نمی ماندش دلِ شوریدہ بر جائے

جہاں شب شد بچشم نیم خوابش   کہ ماند اندر پسِ ابر آفتابش

بخواری باز گشتن خواست در حال   کہ خواندش نازنیں زآواز خلخال

ملک را کامد آں آواز در گوش   بجانِ بے خبر باز آمدش ہوش

نظر انداخت چوں بر قصرِ والا   زمیں بوسیدہ ماہِ سرو بالا

دمید از ہر دو جانب صبحِ امید   مقابل شد بگرمی ماہ و خورشید

پریرو از فرہ میریخت آبے   بروئے میہماں میزد گلابے

بہ نظارہ فرو ماندند تا دیر   نمی گشت از تماشا چشم‌شاں سیر

ن ح نمی آمد   ن ح کرد   ن ح چو سر بر کرد سوی   ن ح ـ مقابل گرمی دو خورشید

اگر چه ذره از روزن درآید — نه از خورشید روشن برتر آید
دگر بر مه رسد گر دود چو دم — همان خاکِ رهِ شاهم که بودم
گرفتم خود سرم بر آسمان سود — مرنج از من که تو شمعی و من دود
هم از اقبال تست این ارجمندی — که سر بردم بخورشید از بلندی
ازان سر بر فلک برد این پرستار — که تا گردِ سرت گردد فلک وار
نه تاجِ زر ز سر نیکوتر آمد — که یک سر بر سرِ سلطان بر آمد
دگر گفتی که بود شرطِ یاری — غریبان را برون راندن بخواری
بدان عزت که بر شیرینِ مسکیں — لبے شیریں تری از جانِ شیریں
ازان رغبت که خسرو را بجانست — هوس در جانِ شیریں بیش ازانست
توانم کز وفاداری درین راه — دهم تن در رضائے خدمتِ شاه
فرود آیم ازین منظر خرامان — کمر بندم بر آئینِ غلامان
ولے ترسم که وا ماند ز پرواز — تذروِ نازنیں در چنگلِ باز
تو شاه و عاشق و دیوانه و مست — چو در دامت در آیم چوں توان رست
مرا مادر به ننگ و نام پرورد — بشهد و شیر و شکر چهره چوں ورد
روا باشد که با این خجلے خاست — بپاے خویشتن آیم بدامت

---

(۱) ح ـ بر آید (۲) س ـ عزیز آنرا (۳) ق ـ بجز غیرت (۴) ق ـ نهم سر (۵) ق ـ دانم
(۶) ق ـ تو باشی پادشاه و عاشق و مست (۷) ـ تو شیریں بخشد و خام پرورد

فرا نگذاشتی بر خاک خواری — چو مه بر آسمان گشتی حصاری

ترا گرچه عزو سنگ در حصارست — مکن کز سنگ من بر مه غبارست

مماں با ایں سرافرازی بجا ہم — کہ افتد از زبر دیدن کلا ہم

نہ شیریں آید از شیرینی باناں — ترشش روی بر شیریں نماں

چو جانم جز وفاداری نیاموخت — چرا باید دلے بے موجبے سوخت

تبر بر میوه باشد بوستاں را — برون درنشاندن دوستاں را

جواب شیریں بہ خسرو پرویز

جوابش داد شمشادِ قصب پوش — کہ دولت بادشہ را حلقہ در گوش

فلک را سر بلندی در پناہت — ستارہ خاک روب بارگاہت

ہزاراں کام دل در دامنت باد — ہزار اقبال در پیرامنت باد

دلت خالی مباد از شادمانی — فزوں باد از شمارت زندگانی

اگر بالا شدم چوں دیدمت پست — مکن از سرزنش سرو مرا پست

مرا بخت تو بالا برد پایہ — کہ بر فرقت کنم چوں ابر سایہ

شود ابر ارچہ بر دریا سر افراز — ہم آخر پیش دریا سر نہد باز

گر ایں خاک از بلندی بہرہ مندست — درت را پایہ صد چندیں بلندست

ن ح - در خاک و خواری   ن ق - در مہ   ن ق بہی بر میوہ

چو شیرین ست یارب شربتِ تو ولے دور از لب و دندانِ خسرو

بکش گر بے دلم کز بے کبابی شرابِ تلخ زود آرد خرابی

چو شکر خوردۂ بس کن ز جلاب کہ با سرکہ نیامیزد مئے ناب

تو خوش زی با پری‌رویانِ دمساز بہر گلزار چون بلبل بہ پرواز

من و کنجِ غم و شبہای دیجور درونم چون چراغِ صبح بے نور

ز من خسپیم نہ فریادِ من کس ہمہ شب مونسم ہجرانِ تو بس

تن از غلطیدن خاکم چنانست کہ خارم زیرِ پہلو پرنیانست

ز آہم گرد دوں آئی درین کاخ ہوا پُر دود بینی بام سوراخ

چہ خواہی ز چون من در عذابے رہا کن بیدلے را در خرابے

پاسخ خسرو بہ تقریر شیرین

دگر بارہ زبان بکشاد پرویز بپاسخ کرد لب را شکر آمیز

کہ اے صبحِ من و خورشیدِ آفاق بزیبائی چو خورشیدِ جہاں طاق

جمالت رونق افزائے جوانی وصالت خواجہ تاشِ زندگانی

بہار از زلفِ مشکینِ تو گردے ز لعلت چشمۂ خضر آب خوردے

ن ح - زہی آزردہ

چه خوش گفتند موشاں با پلنگاں ‌‌ ‌ که پیشِ گربه نتواں رفت لنگاں

بسا سیلے که بینی در نظر خورد ‌ ‌ که جاں از قصے بدشواری تواں برد

چو آهو دل نهد بر خندهٔ شیر ‌ ‌ بپائے خویش آید پیش شمشیر

نه در شرطِ وفا ناحق شناسم ‌ ‌ ولے ز آسیبِ تهمت می هراسم

چو گل در دستِ مستاں آید از خاک ‌ ‌ نماند دامنش ز آلودگی پاک

بکوشش تا به اکنوں داشتم پاس ‌ ‌ دُرِ ناسفته را از نوکِ الماس

کنوں بازی کنی با زلف و خالم ‌ ‌ میفگن برقع از شرمِ جمالم

تو بر بسیار حلوا دست داری ‌ ‌ زباں اندر شکر پیوسته داری

مدار حلوائے شیریں را چناں خام ‌ ‌ که پیش از پختگی شیریں کنی کام

ز نوزینه صبوری چوں کند کس ‌ ‌ نمک باشد که انگشتے زنی بس

تو چندیں شکر از چاشنی گیر ‌ ‌ قناعت چوں کنی با قطرهٔ شیر

ترا باید شکر خوردن مگس دار ‌ ‌ که مرغے نیاید بر درم بار

برو خود را بباز از شکر بند ‌ ‌ که شیریں انگبین ست و شکر قند

لبِ شیریں که جز با جاں نسازد ‌ ‌ شکر داند که و چوں میگدازد

مبر نامِ شکر کو خود نبات ست ‌ ‌ که شیریں شربتِ آبِ حیات ست

شکر گرچه دهد ذوقِ نهانی ‌ ‌ ولے شیریں ست ذوقِ زندگانی

ؐع - خودخواهد ؐع - زباں اندر نمک ؐق - ندیر یارا ؐع - ترا باشد مگس خوردن شکر دار ؐع - خند

ؐق - وه این

گناہے زیں قوی تر نیست بر من ⁽¹⁾   کہ دارم دوستی با چوں تو دشمن

روا باشد کہ بندی اے ⁽²⁾ جفا جوے   بجرمِ دوستی از دوستاں روے

اگر محراب دیگر پیش گیرم   ہوائے نفس کافر کیش گیرم

جوانی تہمتِ مردست دانی   بترس از تہمتِ روزِ جوانی

من از تلخِ شکر پرسیدم اے یار   فگندی از بہشتم دوزخی وار

چہ خود راندی بجوے شیر گشتی   شدی ہم شیر خوار و ہم بہشتی

چرا بے سنگی از من ⁽³⁾ آیدت یاد   چو بستی نقش خود بر سنگ فرہاد ⁽⁴⁾

بسا توشہ کہ جہاں سوخت ⁽⁵⁾ زاں دود   سگ ہمسایہ با انبانش بربود

گرم جلاب شیریں پیش بودے   ز شکر کے دہانم ریش بودے

ز شورشِ شکرم تسکیں نباشد   شکر چوں شور شد شیریں نباشد

گذشت ⁽⁶⁾ اندر غمت عمری دل ویر   کہ در رویت ندیدم یکزماں سیر

بہر وعدہ کہ در کارم نہادی   بسا عشوہ کہ در بارم نہادی

قریبت کمتر از جور و ستم نیست   کہ چاہ گور از گرداب کم نیست

مکن چندیں خرابی بر خرابہ   کہ شوری ⁽⁷⁾ تشنہ را در سرابہ

نکردم من گناہے ور چہ کردم   شفاعت خواہ ⁽⁸⁾ اینک عذر دردم

ط⁽¹⁾ ق - بغیر ازیں گناہے نیست بر من   ط⁽²⁾ ح - کہ اے رند   ط⁽³⁾ ح - از من نایدت   ط⁽⁴⁾ ق - ساخت

ط⁽⁵⁾ ح - سوز   ط⁽⁶⁾ ق - گذشت از عمر من بس مدتے دیر   ط⁽⁷⁾ ح - چہ   ط⁽⁸⁾ ح - خواہم

مبادت چشم را جز بر وطم ناز | مبادا جز برویت چشم من باز
عتابت گرچه با ما تلخ ناکست | چو شیریں می‌کند تلخی چه باکست
چه عیب ار شکرت شد سرکه پرورد | که سرکه با شکر خوشتر تواں خورد
بود اینم وفا کز مہربانی | دہی زہرم در آبِ زندگانی
مرنج ار گویمت بالا چرائی | فرود آ گرچه بر جانم بلائی
چو خورشید ست خاکِ آستانت | چه حاجت بر شدن بر آسمانت
مده دمہاے سردم را بخود راه | که از آه این ست آئینهٔ ماه
حذر کن زیں فغانِ آتش اندود | که دیوارت سیه گردد بدیں دود
نه بختی کاو ز جان مستمندے | بنید ازو بریں نصرت کمندے
در افگن زلف تا زاں رشتهٔ ناز | نخوم با چنبرِ گردوں رسن باز
اگر بالا نخوانی زیں منت کم | مراں اندر نه آخر کم ز خاکم
دگر راضی بداں شد لعبتِ نور | که بوسم آستانِ دولت دور
چو دارد ذره از خورشید امید | زند زاں تکیه بر بازوے خورشید
اگر زلفت فشانم بر دلِ خویش | بزنجیرِ وفت بندم دل ریش
گرفتم خود که یاری را نشایم | مکن خواری که خواری را نشایم

ذ ح - آلود   ذ ح - کباب چشم   ذ ق - تا زاں سر

ذ ح - کہ باشد ذره از خویش نومید ٭ کہ خواهد تکیه بر بازوے خورشید

من آں طاؤس رنگینم دریں باغ — کہ دودِ دل سیاہم کرد چوں زاغ

نہ تسکینے کہ خود را باز جویم — نہ دلسوزے کہ با او راز گویم

ندانم کیں گرہ را چوں کنم باز — کہ با بیگانہ نتواں گفت ایں راز

نہ بینم رہ چو رویت بینم از دور — چو مرغ شب کہ کورش بینی از نور

شبم در غم رود روزم بہ تیمار — مبادا کس بروزِ من گرفتار

برانم زیں دلِ دیوانہ خویش — کہ آتش در زنم در خانۂ خویش

دہم بر بادِ حسرت جان و تن را — برسوائی بسوزم خویشتن را

مرا گر سینہ بشگافی بشمشیر — ولے بینی ز جانِ خویشتن سیر

تو اے بدخو کہ در جانم درونی — حذر کن زیں جراحتہائے خونی

دلم سوزد ترا دامن نسوزد — کہ میدانم دلت بر من نہ سوزد

من از عشقت چنیں تنہا و مدہوش — تو خوش اندر نشاط و عشرت و نوش

خوری با نازنیناں دوستگانی — پس آنگہ جرعہ بر شیریں فشانی

بہر گلزار مے در جام کردن — پس ایوانِ مرا بدنام کردن

اگر یک رنگ باشی یار نغزی — دو دل لیکن چو بادام دو مغزی

دلِ مردم چو گشت از راست خوئی — مجوز آمیزۂ کج راست گوئی

عتابت گر ندارد سود بر من — مزن پیکانِ زہر آلود بر من

ن ح - ندانم کیں گرہ با جان   ن ح - نخر   ن ح - ندارد با دلِ یکرنگ نغزے   ن ق - عتابت گر نداری

گناہم گر بہ بخشی شرمسارم — وگر خونم بریزی با تو یارم

گناہ و عذر باشد شرمساری — خداوندی بود آمرزگاری

بدین خواری مرنجان بیخودی را — مکافاتیست آخر ہر بدے را

بخوش خوئی تواں با دوستاں زیست — چو بدخو دوست باشد دشمنے چیست

گلے کز بوے خوش نبود نشانش — رہا کن تا برد باد خزانش

بآزار غریباں دست مکشای — کہ غافل نیست دوران سبک پاے

جفائے گر ز تو بر ہمسرانست — بتو نزدیک تر از دیگرانست

چو خواہی پشہ را بشکنی نیش — طپانچہ خود زنی بر گردن خویش

پاسخ شیریں بمقابل تقریر دوم خسرو

دگر بارہ پری رخسے رسن ساز — فسون تازہ کرد از چشم غماز

رطب را خندہ داد و چشم را خواب — رواں کرد انگبیں در جوی جلاب

دعا را زیر لب پرواز میداد — سخن را چاشنی از ناز میداد

کہ شاہا تا ابد شاہ جہاں باش — ز مشرق تا بمغرب کامراں باش

جہاں اجری خور بخت بلندت — سر گردن فرازاں در کمندت

شکوہت را فلک زیر نگیں باد — کلید عالمت در آستیں باد

لوح - خونم ریزیم ہم   لق ق - شرط یاری   لذ ح - کمان   لذ ق - جام

کسے کز بوسہ کردم دلنوازش — بنوکِ غمزہ دائم گشت بازش
چو نرگس را طریقِ ناز بخشم — برم صد جان و از لب باز بخشم
بنا گوشم نگر چوں دامن گل — زدر دیم خونِ گل بر گردنِ گل
مرا زیبد بدیں صنعِ الٰہی — کہ بر خوباں کنم صاحب کلاہی
رسد طاؤس را در شہر دُرّاج — کہ از دُم چتر سازد بر سرِ تاج
مکن خورشید را ضمانِ مہتاب — کہ باہم در نسازد آتش و آب
چو من با سوز خود سازم دریں نام — بنفشہ مرغ آتش خوارہ در دام
نہ سرو بوستانست ایں تنِ پاک — کہ آلودہ شود پایش بہر خاک
من آں سروم کہ در دل ساختم جائے — کہ سروِ باغ را در گل بود پائے
نظر ہر لحظہ در من کرد نتواں — مفرح را بسیری خورد نتواں

پاسخ خسرو بہ دلبر پُرکار شیریں گلعذار

چو خسرو دید کاں آہوئے سرمست — نخواہد داد شیرِ شرزہ را دست
جو لبے با ہزاراں عذر چوں قند — کشا دو گرد شیریں را زباں بند
کہ اے دار ندہ چشم خاکِ کویت — دلم دیوانۂ زنجیرِ مویت
ولایت دارِ حسنت بیم و امید — برائے پوش روئیت ماہ و خورشید

ن‌ح - برزدم خونِ گل بر دامنِ گل   ن‌ح - در شہر   ن‌خ - بدیں   ن‌ح - آتش   ن‌ق - بر شیریں

ترا من یار دانستم بہر کار ❊ ازاں درساختم چوں یار با یار

ندانستم کہ چوں شیرانِ سرمست ❊ بخونریزِ من آئی تیغ در دست

فرن درخونِ من چیں چرخ نادرد ❊ کہ من چوں آفتابے ماندہ ام زرد

ندارد بختِ من آں زور بازو ❊ کہ باشم چوں توئے را ہم ترازو

مرا بگذار تا میرم بزاری ❊ کہ از خواری بتر زنہار خواری

ترا پنہاں ہر برج آفتابے ❊ بہر گوشہ بہشتے در نقابے

منم تنہا چنیں مہجور ماندہ ❊ زنزدیکانِ خدمت دور ماندہ

روا باشد کہ بایں سحر و نیرنگ ❊ زبے سنگی زنم قارورہ بر سنگ

کنم آں گاہ با صد زیر دستی ❊ کنیزانِ ترا پائے پرستی

ہمائے کش بہ پستی رغبت آید ❊ قفائے ماکیانش خورد باید

مبادا ناکساں را کامرانی ❊ کہ دشوار است با سگ زندگانی

چو خالی گردد از گوہر خزینہ ❊ بیاقوتی نشیند آبگینہ

بجودادن نشاید نرخ کافور ❊ نہ بر ظلمت نہادن تہمتِ نور

مخواں سوئے بہشتم زیں خرابی ❊ کہ با ماہی نسازد مرغِ آبی

کہ دارد نیں روا با حسن رو بیم ❊ کہ یک گل با ہزاراں خار بو بیم

من آں بازی گرم کز چشم طناز ❊ خطا و روم بستانم بیک ناز

ذ ق ۔ کہ من خود آفتابم ❊ ذ ح ۔ چو نو میداست با ایں حسن ❊ نقرح ۔ کہ چیں و روم

بخسپم ز اول شب تا سحرگاه ‌ ‌ ‌ گهے در زهره بینم گاه در ماه

تو ای خفته چو شمعِ صبح بے سوز ‌ ‌ ‌ چه دانی حال ایں شبهائے بے روز

درِ صبح امیدم بے کلید ست ‌ ‌ ‌ که پایانِ شبِ غم ناپدید ست

ز آهِ صبحدم در هر خراشے ‌ ‌ ‌ خورم پوشیده در جاں دورباشے

نه هرے کو دلم را گرم دارد ‌ ‌ ‌ نه بختے کز غریباں شرم دارد

بخواهم ریخت خونِ خود بشمشیر ‌ ‌ ‌ که شیر گرسنه از جاں بود سیر

همه روزم بهر سوے دل و هوش ‌ ‌ ‌ مگر جائے ز وصفت خوش کنم گوش

همه شب چشمِ حیرت بر ره باد ‌ ‌ ‌ مگر وقتے ز بویت دل کنم شاد

من از دل دارم ایں غم ترکِ آرام ‌ ‌ ‌ که مے افتد ز دانه مرغ در دام

ز تو چندیں غم بر دل نشانی ‌ ‌ ‌ هنوزت دوست میدارم که جانی

من از فرقِ تو موئے کم نخواهم ‌ ‌ ‌ تو از پشمم کساں دوزی کلاهم

ندارے شرم کاے محرابِ نوشاد ‌ ‌ ‌ کنی با ایں پرستِ خیدرا یاد

گرفتم خود که ماهِ آسمانم ‌ ‌ ‌ نه آخر خاک روبِ آستانم

چو تو غمزه زنی زاں نرگسِ مست ‌ ‌ ‌ ز تو یک تیر و زیشاں شست در شست

کبوتر خوش پرد در چرخِ عالی ‌ ‌ ‌ ولے شاهینش زیر آرد بسیلی

نسخ تو ای خفته چو شمع مرده ‌ ‌ نق ح - سرم را ‌ ‌ نق ق - نماده جا که دل برد در هوش ‌ ‌ نق ح - دد

نق - که مرغ از دانه بر کم شد بدام ‌ ‌ نق ق - ندارے شرم اے محراب مستاں - که آری یاد بس بت پرستاں ‌ ‌ نق ح - تماشا

نق ح - نشانوک ‌ ‌ نق ق - ره دور برها

خیالت کرده با جان آشنائی — جمالت چشم جان را روشنائی

ز رخسار تو چشم باد پُر نور — وزاں رخسارِ زیبا چشم بد دور

بگویم چوں پری از من نہانی — کہ جاں باشد پری تو جانِ جانی

ترا گر آشنائی صد زیاں بود — اگر بیگانہ گشتی جائے آں بود

منم کز آستانت سر نتابم — وگر تیغم زنی رخ بر نتابم

سرم گر میرود در بے گناہی — بذیرفتم بہر نوعے کہ خواہی

ہمی کن ہر چہ خواہی در حضورم — مکن بہرِ خدا از خویش دورم

گر افتد رغبتِ کہتر نوازی — کنم بر آسماں گردن فرازی

دگر سوزی ہمی سوزیم چوں عود — کہ نا پختہ بود حلوائے بے دود

مگو چندیں ز سوزِ عشق با من — کہ از دل فرق باشد تا بدامن

غمِ ہجراں ز جانِ ممتحن پرس — تو معشوقی ندانی آتش از من پرس

گر از من میروی چوں گل ز بستاں — تو از دل باز می مانی من از جاں

شبے دارم دریں دردِ جگر سوز — کہ تا روزِ قیامت نیستش روز

مگر زلفِ سیاہت گاہِ بازی — شبم را داد تعلیم درازی

من و شبہا و جانِ محنت اندود — ز نورانی تنے چوں سایۂ دور

ن ج۔ گرم سرمی برد ن ج۔ ندانی ن ق۔ کنم بر آستانت سر فرازی ن ق۔ بسوزم گر

ن ح۔ ایں ن ق۔ نورانی

که شاها جاودان فرمانروا باش بملکِ هفت کشور پادشا باش

بخسرو گفت کاے چشم مرا نور مبادا از روے خوبت چشم من دور

مبادا بے تو جوے ملک را آب بدورانِ تو چشمِ فتنه در خواب

غمت پیوسته شیرین را بجان باد دلت بر جانِ شیرین مهربان باد

مکن بازی که همسانم بجویت که گم شد نیز باں در جست وجویت

مرا کشتی و من از مهربانی گهت جاں خوانم وگه زندگانی

دلم آتش زدی جانت چه خوانم کبابم ساخت مهمانت چه خوانم

بدیں ساں منظرے کس سر بجاست بشست و مرا زندان چاہست

بدیوارش منِ مجور بندی زخونِ دیده کردم نقشبندی

ترا کے خواہم اینجا میہماں کرد بزنداں میہماں را چوں تواں کرد

مگر یک عذر لنگم در ضمیر ست که یوسف را ز زنداں ناگزیر ست

منِ در کنج و شب تاریک و داغے که آهِ من نیفروزد چراغے

چناں ماندم بکنجِ خانه نومید که از سایه نه بینم روے خورشید

دریں تلخی چناں شد جوے شیریں که می ناید مگس هم سوے شیریں

کجا جوید مگس را اندریں غار تنیده عنکبوتانش بدیوار

دریں گوشه من از بس تنگ قوتی چو دیده در نقاب عنکبوتی

ن ق - حال گ ق - گوہ من ن ق - تنم ک - خویش ن ش ح - چوں دانم ن ق - جاوید ن ق - روی ن ق - خرم اندر

بازی گاہِ کبکاں گاہ بازی — کلنگاں را نزیبد با دارازی

چو گیرد چشمۂ خورشام تا روم — دراں چشمہ چو اصل کے شود بوم

چو شعلہ تیز فروزد آتشِ تیز — ز خارِ خشک نتواں کرد پرہیز

مبیں آتش کہ در خس زود گیرد — کہ گرچہ زود گیرد زود میرد

اگرچہ تاب شہوت گرم خیزست — بیک قطرہ بمیرد گرچہ تیزست

مرا جانیست عشقت نے ہوائی — تا آساں چوں تواں از جاں جدائی

چراغِ عشق را مدت درازست — کہ تا صبحِ قیامت سرفرازست

بزاری گو میت در ساز با من — مباش از پردہ سنگ انداز با من

فسوں سازی بسے کردم بگفتار — براں غمزہ نگردد افسون من کار

کنوں تدبیر کارم بردبار نیست — کہ با خاماں ستیزہ خام کاریست

سفالِ خام چوں بینی بفرہنگ — نتابش زخنہ بیش افتد کہ از سنگ

نبت خوش باد مگس آشنائی — کہ دارد طاقتِ دردِ جدائی

بمجلس گر نخوانی میہمانم — کم از خوں ریختن بر آستانم

پاسخ شیریں عیارہ بہ فرہاد جاں نثار

دگر بارہ نگار سرو بالا — کشادہ از لعل تر لولوے لالا

ن۔ح۔ جوانی چوں برآرد ن۔ق۔ کہ صبح تا قیامت دیدہ بازاست ن۔ق۔ مگس نہ آشنائی

کنون کز بیخودی شد طاقتم طاق ندارد برگِ بودن جانِ مشتاق

ز دل تا چند جوشم چون خمِ مل برون خواهم فتاد از پرده چون گل

گرفتارم بدستِ این دلِ زار مبادا کس بدستِ دل گرفتار

ترا کاگاهی از خود نیست دمے ز حالِ من خبر کے باشدت کے

دل آسوده نشناسد که غم چیست ستم نادیده کے داند ستم چیست

تو خوش خوش میخوری عیشِ ابد را خورم من هم ولیکن خونِ خود را

مرا درے کباب از پهلوی خویش که بر چون توے سوزم دلِ ریش

ترا باشد سماع از پردهٔ ناز مرا هم هست لیک از پردهٔ راز

چه افتادست نے نومیدم از خویش که بر میداست دل امیدم از خویش

هنوزم رخ چو برگِ یاسمین ست هنوزم سرو بالا نازنین ست

هنوزم گیسواں شوریده کارند هنوزم آهواں مردم شکارند

هنوزم سیبِ سیمین نارسیدست هنوزم درجِ لولو بے کلیدست

هنوز از لب سرِ خونریز دارم هنوز از غمزه پیکاں تیز دارم

هنوز اندر سرم صد گونه نازست هنوز افسانهٔ زلفم درازست

نه زلفست اینکه از آفت نشانست کمندِ گردنِ گردن کشانست

چو زینساں گردنے گردی کمندم بآزادی روا زمن تا نه بندم

ن ق: من این   ن ح: کہ غم   ن ق: تو خوش ے   ن ح: نار   ن ح: نالہ زار

دلم خوں شد ازیں تیمار خوردن   درونم خسته شد زیں خار خوردن

تنِ من استخواں شد ز آرزویت   که سوے من سگے نامد ز کویت

کسے را دوست باید خواند و ہمدم   که باشد ہمدم اندر شادی و غم

نه یار اغیار گو آنرا که در کار   بشادی یار باشد در غم اغیار

نه توسن کاشتر خوار و حرون است   که در جو حاضر و در تنگ زبون است

غمت در من چناں گشت آتش انگیز   که خاکستر شدم زیں آتشِ تیز

ہنوز اندر طریقِ عشق خامم   که یاد آید ہنوز از ننگ و نامم

چو باشد تشنه را اندر جگر تاب   خنک باشد ز بیروں ریختن آب

بروں عصمت که سینه پر ز سوز است   چو غسل روزه دار اندر تموز است

مرا گر بختگی در دل بود دود   بروں مرہم نہی کے داردم سود

دلم صد پاره شد کز آه خونی   فرو خوردم لبے تیغ درونی

کنوں بیں تا چه ساں در ہر دریغے   ز دل بر میکشم چوں برق تیغے

تو در پیشم چنیں شمشیر بازی   مکن با چوں منے گردن فرازی

خدنگِ مستمنداں را ببیں نرم   که از خورشید رخشاں بگذرد گرم

بسے کوشیدم اندر پرده پوشی   که پوشم ناله را در خموشی

دہاں بر دوختم از ناوکِ آه   فرو خوردم سناں ہائے جگرگاه

نُ ح. گشت   نُ ق. جلا انگیز   نُ ق. می باید   گ ق. بروں عصمت که بیروں

زمن می نوشتم از عشرت شرابے   کہ بر سوزِ جگر میریزم آبے

ولیکن دوزخے زینگونہ پُر تاب   کجا کُشتہ شود از قطرۂ آب

چو یاد آرم ز تو گز خود خرابم   روان از سر فرود آید شرابم

منم ہر روز وایں اشکِ جگر سوز   تو نپداری کہ من مستم شب و روز

بلے آنکس کہ او سرمست ماند   ہمہ کس را چو خود سرمست داند

من از یادِ تو ہر ساعت بحالے   ترا در کارِ من ہر دم خیالے

بلے اندر حقِ یارانِ جانی   عجب نبود ز خوبان بدگمانے

بتان را با کسے کافزونست یاری   بر او افزون بود نا استواری

توئی آں شیر گیر اندر تگِ خویش   بس آہو گیر گشتی از سگِ خویش

مریز اندر سرم جوشش جوانی   بہ بخشایم بہر نوعے کہ دانی

ستانی جاں و ہم نبود مرادت   دہندہ زین زیان صبری دہادت

دلم پُر آتش و دیدہ پُر از آب   میانِ آب و آتش چون کنم خواب

ترا گر داد ایزد خوب روئی   مرا خود کشتہ دیگر چہ گوئی

تو خود آگہ نۂ ز اندازۂ خویش   بپرس از جانِ بے آوازۂ خویش

چہ آگہ ذوقِ خود را شکر و شیر   شناسد آنکہ باشد چاشنی گیر

تو دانی وصفِ خود کردن نہ بانی   دلے چون من کہ می سوزم ندانی

ل ع - گردی   ل ع - سیری

پاسخ خسرو پرویز به شیرین شکر ریز

جوابش داد شمعِ تاجداراں — که اے چشم و چراغِ گلعذاراں
ز تو ہر تار مو جاں را کمندے — ز مویت ہر خمے در سینہ بندے
ہمہ سالہ چو بخت خود جواں باش — ہمیشہ ہمچو دولت کامراں باش
مبادا چشم بد را با رخت کار — ز گلزارِ رخت در چشمِ بد کار
بے خوردن مزن طعنِ خرابے — کہ خونہا می خورم از بہرِ خوابے[1]
ز بیخوابی چو گردم مست و بیتاب — کنم زیں نوش دارو دارِ خواب
نہ خواب از بہر راحت خواہم است آں کس — کہ بہرِ دیدنِ دیدارِ تو بس
چناں از دیدنت در خواب مستم — کہ از نادیدنِ رویت برستم
دریں غم زاں دمادم بادہ رانم — کہ چوں بیخود شوم غم[2] را ندانم
بلے آنکس کہ نیشے بایدش خورد — دہند افیوں کہ نبود آگہ از درد
ہمہ عیبم بمستی می نمائی — نمے گوئی[3] کہ دیوانہ چرائی
ز جامِ بادہ می بینی خمارم — خرابی می نہ بینی کز تو دارم
ز می گر جرعۂ در کام کردم — ز تو طوفانِ[4] خوں آشام کردم
ازاں جرعہ چہ می پرسی کہ چوں است — دریں طوفاں تماشا کن کہ خوں است

---

[1] ق - آبے [2] ح - خود را [3] ق - ہمی گوئی [4] ح - ز طوفان خون خود

چنانم رد مکن زیں خاکِ پُر نور | کہ خویشانرا زیکدیگر کُنی دور
مشو بیگانہ چوں دو چشم بدکیش | بیاموز آشتی از دو لبِ خویش
چو گردد ہر دو لب با ہم یگانہ | نفس ہم در نگنجد درمیانہ
دو دیدہ در جوارِ ہم نشیند | کہ ہرگز روے یکدیگر نہ بیند

جوابِ شیریں بہ خسرو پرویز

دگر بارہ کشاد آں سرو گلرنگ | چو از تنگِ نبات آں غنچہ تنگ
اجازت داد لب را شہد بیزی | صدف را شغل مروارید ریزی
دعا را با عبارت داد پیوند | کہ بادا تا ابد گیتی خداوند
زدہ رایاتِ تو بر آسماں کوس | درت را دولت و بخت آستاں بوس
سرے کو تافت گردن از دولت | دوالک باد فتراک جلالت
کنی چوں انگبینِ تلخ را نوش | چو شیریں ساقی بادت در آغوش
تمنائے شہ ار کہتر نواز یست | کنیزاں را چہ جاے سرفرازیست
اگر مہماں فرود آئی رہ اینک | دگر خونریزیم بسم اللہ اینک
نہ یک جاں گر صد و گر صد ہزار است | چو تو خواہی مرا با آں چہ کار است
بر جانِ وا مانم دہ زد اغے | دریں ویرانہ گو کم گیر زاغے

---

۱. ق۔ بکنہ ۲. ح۔ سر تنگ نبات از غنچہ تنگ

نمک را در زباں لذت مبین بیش   بپرس آنرا کہ میریزیش بر ریش

ز من پرس آفت زیبائی خویش   کہ گردم در سرت بینائی خویش

گرہ زد طالع اندر کار بختم   ندانم بر چہ طالع زاد بختم

مرا کیں روز غم تاریک فامست   بزلف و خالِ شب فامِ تو وامست

نہ خالِ عارضی دارد جمالت   کہ ہم با تو ز مادر زاد خالت

تو خوے فتنہ از بیداد داری   کز ینساں خال مادر زاد داری

ازاں شد روسیاہ ایں خالِ خونخوار   کہ خالِ تست و دارد بالبت کار

ندانم تا چہ خوانم مذہبت را   کہ خالت ہم ہمی گیرد لبت را

من آیم بر درت نا خواندہ ہر بار   لبانِ گو سفندانِ علف خوار

تو بے رحمت ز چشمِ فتنہ انگیز   کشی خنجر چو قصابانِ خونریز

بلے بز را چو آید آخریں خواب   بپائے خود رود در کوئے قصاب

کنوں گشتم زجاں تسلیم رایت   بکن ہر چہ اندراں باشد رضایت

مبیں شاہم کہ خاکِ آستانم   مکن با خود برابر داستانم

اگر گل چوب تر باشد مبر ظن   کہ گیرد خاکِ تیرہ جای روغن

و لے گل خوارہ کش غیرت بدل نے   ز روغن تو بہ تواند ز گل نہ

مرا کیں مردمی از چشم تو رست   برا در خواندۂ خاکِ درِ تست

ن ح - کہ خالے ہم تنے گیرد

دگر رہ گویدم جانِ ہوائی — کہ عشقت آخر این نہ پارسائی

مبادا عشق و تقوی باہم افتد — کہ بلاے پارسائیہا کم افتد

دلم خوں شد ز جوشش چند جوشم — بخاشاک آتشی را چند پوشم

بعصمت با تو نتواں زد پر و بال — کہ تیہو نارست و جرّہ قتّال

چو مرغابی کند رغبت بہ پرواز — بدشواری جہد از چنگلِ باز

ور آلودہ شود این دامنِ پاک — بریزد آب رویم جملہ بر خاک

مبادا گر دل از من ننگ ابرد — بزرگانِ مرا گوہر کند خرد

بنامِ نیک باید کام جستن — کز آبِ روے نتواں دست شستن

چہ خوش گفت آں گلابیِ انگلستاں — کہ گل بستان و آبِ روے مستاں

مبیں مقنع کہ آخر بادشاہم — بہر موئیت پنہاں صد کلاہم

زہمت با کواکب ہمعنانم — بہ رتبت با فلک ہم داستانم

ستارہ گرچہ در گوہر بلند است — ولے بر آتشِ رویم سپند است

بگردوں آنچہ از سبزی نشانست — سرِ سبزم بگردوں سوز ازانست

اگر در لعبِ میداں آیدم راے — بیک ناوک ربایم صد دل از جاے

پلنگ آسا کشم چوں گور در زیر — کلہ ہمچوں زنن از ناخن کند شیر

کلاہم از خوے شاہانست در موے — زخونِ غازیانم غازہ بر روے

ن ح - کلاہم از خوے

ترا صد نافه در مشکوے بر مشک — چه میخواہی ازیں یک ہیزم خشک

گر آں دولت ندادایں بخت جنشان — که در گنجم ببالِ سفته گوشان

توانم ایں که بر بامِ سرائے — مہِ نو بینم و گویم دعائے

ازاں بالا ترا آمد ماه منظور — که ہر کس را رسد نزدیکی و دور

مرا ایں دولتے بود آسمانی — که کردی بر سرم دولت فشانی

ترا چوں تو سرے باید فلک سائے — که تعظیمِ ترا خاکی کند پائے

چه برخیزد ز من جز بادِ سردے — که افشاندند دامانِ تو گردے

چه در خورد تو ایں زندانِ پُر شور — کجا گنجد سلیماں در بنِ مور

گر افشانم ہزاراں کان گنجت — نباشد دست مزدِ پائے رنجت

مگر از دیده ہمچوں شرمسارے — کنم ہر لحظه در پایت نثارے

اگر میدار داز بو بخت دورم — چه پنداری که از رویت صبورم

بجانِ تو که جانم بے قرارست — شبم بے سالے و سالم روزگارست

ز عشقِ پائے بوست آں چنانم — که در لب منتظر گشتست جانم

ولے ز اختر ہنوزم جنگ باقیست — که ایں ناموس و نام و ننگ باقیست

دہد ہر دم بگوشم عقل ہموار — کزیں آلودگی دامن نگہدار

---

۱ ح- خوانم ۲ ق- دہم نزدیکی از دور ۳ ق- نه چوں من

۴ ح- از در مور ۵ ق گستم ۶ ق بجاں سوگند ہر جانم قرار نیست ۷ ح- ره وار

فرود آمدنِ شیریں از بامِ قصر و خسرو را بقصر در بر آوردن

چو خسرو پاسخِ دلدار بشنید — بجوشِ خود حدیثِ یار بشنید

فرود آمد ز چشمش سیلِ اندوه — چو بارانِ بہاری بر سرِ کوه

کنیزے شد صنم را تنگدل کرد — کہ ابر از گریہ دریا را خجل کرد

شکرلب چوں شنید ایں استاں را — شکیبائی نماند آں دلستاں را

خرد را خواست تا خود پائے دارد — بمستوری قدم برجائے دارد

بسے کوشید جانِ مستمندش — نیامد پند با دل سودمندش

چو بے طاقت شد از تیمار خوردن — وزاں صبرے نہ بر ہنگام کردن

دل از عقلِ خیال اندیش برداشت — حجابِ نام و ننگ از پیش برداشت

ز بے صبری دوید از پردہ بیروں — حیا را مقنع از سر کردہ بیروں

چو آمد پیشِ آں آزردہ خویش — پشیماں از خود و از کردہ خویش

بزاری پائے شہ بوسید غمناک — چو آبِ چشمِ می غلطید در خاک

چو شہ آں دید و دوش در سر افتاد — ز پشتِ زیں چو مہ بوستاں فرو افتاد

۱ن ع۔ دلخواہ ۲ن ع۔ ز شیریں آہ ۳ن ع۔ با خود ۴ن ق۔ بہنجار

۵ن ع۔ بردہ ۶ن ع۔ خود ۷ن ع۔ ز بس دوداں کہ دود او بسر

چو شیر مادہ کرد از زلف زنجیر — کند گلگونہ یک از خونِ نخچیر

بمجلس ہر گل از من بوستانیست — در آیم در وغا ہر مو سنانیست

ز خسرو گرچہ نخچیرو بود یار — تنا بم گر بشیر او فتد کار

فشانم خونِ تر چوں قطرۂ میغ — ولیکن کے کشم بر دوستاں تیغ

بجز تو ہر کہ باشد گو بیا پیش — کہ تا در پاے خود بیند سرِ خویش

بملک ار ہست خصمِ کوہ بنیاد — بگیتی تازاں و ہم ہر ذرہ بر باد

ہراں کارے کہ باشد بر تو دشوار — حوالت کن بمن ایمن شو از کار

ز تو در آئینہ نظارہ کردن — ز من سدِ سکندر پارہ کردن

چو باشد کار فرما را دلِ شیر — تواند کرد سوزن کارِ شمشیر

مرا شفقت چنیں کرد ست بے زور — کہ شیرینم بروئیت با ہمہ شور

وگرنہ من بحسن آں آفتابم — کہ نتواند فلک دیدن بخوابم

مداں زنگی نہ ہم خورشید را پست — کزاں چشمہ بشوید ہر کسے دست

سرِ خود گیر کیں در پاے گیر ست — کہ افسونت نہ با ما جاے گیر ست

بگفت این و کشید از دل یکے آہ — کہ آتش در گرفت اندر دلِ شاہ

نہ ح - فشانم بر تو نیز زاں قطرہ چوں میغ

غزل سرائے باربد از زبانِ خسرو

چہ فرخ ساعتے باشد ز تقدیر	دو عاشق را کشند باہم بتدبیر
گہے خوش خوش بشادی جام گیرند	گہے در بزم وصل آرام گیرند
گہے بر سرو و سنبل دست مالند	گہے افسانۂ ہجراں سگالند
گہ از لبہا نصیبِ جاں ربایند	گہ از دلہا غبارِ غم زدایند
کسے کیں خرم اشت بخشش ز آستینست	کلیدِ دولتش در آستین است
اگر جمعیتے داری ز یاراں	فرو مگذار شکرِ حق گذاراں
کہ گردوں گرچہ چندیں دیدہ دارد	دو مردم را قریں دیدن نیارد
دو تن کز چرخ دایم در امانند	مگر چو زاد یا خود فرقدانند
شرف زاں می کند مہ از ثریا	کہ او جمعیتے دارد مہیا
بنات النعش کافتاد از دو تن دور	پراگندست ازاں ماندست بے نور
ببیں چند انجم آرد چرخ باہم	کہ تا یکجا دو تن آرد فراہم
دو رو نے کز غلط کامی برآید	فریبِ آسماں خوردن نشاید
اگر خواہی کہ چندے زندہ مانی	مخور با ہیچ دشمن دوستگانی

---

۱ ح - کنند   ۲ ح - یکجا پول   ۳ ق - کز خواب   ۴ ق - دو تن باہم

۵ ح - کافتاد   ۶ ح - دو دل گردد

فتاده هر دو تن تا دیر ماندند　　　بدل تشنه بدیده سیر ماندند

چو باز آمد ز صفرا هر دو را هوش　　　صنم برخاست با صد عذر چون نوش

بخواهش دست زد در دامن شاه　　　بقصرش برد خالی کرد خرگاه

نشاندش بر سریر گوهر آمود　　　زمین را کرد از لب شکر آلود

نماز شام بود و شمع در تاب　　　کز آن خورشید شد مهمان مهتاب

شب از گیسو جهان را سایه کرده　　　ستاره ماه را پیرایه کرده

چه خوش باشد به نوروز جوانی　　　شب وصل و شراب ارغوانی

بآیین بزمگاهی ساز کردند　　　کز آن فردوس در باز کردند

ز بوی خوش که بر سر ماه میزد　　　صبا را وقت رفتن راه میزد

نسیم از شمع شیرین گرد میرفت　　　سپند آسا بر آتش پای میکوفت

ز سوی شاه چندی محرم راز　　　درون خواندند با صد پوزش و ناز

درآمد باربد طنبور در دست　　　پیاله نوش کرد و شاد بنشست

وزان جانب نکیسای خوش آهنگ　　　بخارید از سر ناخن رگ چنگ

نوایی میزدند آن دو نواسنج　　　که جان از تن فرو میرفت بی رنج

ز زخمه باربد گشت ارغنون ساز　　　غم دیرینه را بر داشت آواز

چنان کز صبر کرد اندیشه را طاق　　　فرو خواند این غزل بر رسم عشاق

ن ب - درگاه　　ن ب گاه　　ن د رفت　　ک ق زیر دل نیز　　ق همه هر دو دلشاد - ن ق کرد جان بر دو تحقیق بر

دلم از تو نسیمِ یاسمیں یافت | مگس گوئی که بوے انگبیں یافت

چه رانی چوں مگس از انگبینم | که گر تیغم زنی دامن بچینم

مکن پرتابم اے ترکِ کماں گیر | که بستاں خرمست و خانه دلگیر

کسے کو را بود زینگونه روے | چرا گوید حدیثِ رنگ و بوے

مرا کنجے که در پیشت نشینم | به از باغے که بے روے تو بینم

چو مرغ آمیخته با مردم ز دانه | قفس جوید بجاے آشیانه

بہشت و بوستاں بے دوست دوزخ است | بکوے دوستاں زنداں بہشت است

من و جامِ مے و زلفِ دو تا مست | بہشت و باغِ من سروے چو ماہ ست

چو من زاں سروے گر بخت شدم شاد | رہا کن شاخِ گل را تا برد باد

چو آمد در کنارم سرو گردے | نماں گو ہیچ سروے بر لبِ جوے

چو دستِ یار بدیں نغمه تر گشت | زمیں پر قند و مجلس پر شکر گشت

ترانهٔ نکیسا از زبانِ شیریں

نکیسا خود فسونِ جاں ز بر داشت | بآہنگِ حجاز ایں نکته برداشت

چه روز ست اینکه بختم سازگار ست | بدستم بادهٔ و مه در کنار ست

شگوفه می کند شاخِ جوانی | خضر میبرد آبِ زندگانی

۱؎ ق۔ آموخت ۲؎ ق میم بر دست و یارم در کنار ست

بسا شربت کہ خوش دارد دہانت | چو خوردی باشد آن آسیبِ جانت

تو کوشش کن کہ صحبت جمع ماند | زمانہ خود پراگندن تواند

پس از عمرے بود پیوندِ خویشاں | شود صد جمع در یکدم پریشاں

شود کرسی بچندیں روز موجود | بیک زخمِ تبر ہیزم شود زود

درختے کش زمیں صد سال پرورد | برآرد باد ازاں در یکزماں گرد

جہاں باد و ست مردم خاک بیباک | بہ باد اند فراہم کے شود خاک

رخِ پیمانہ کز رندی فسانہ است | کلوخ اندازِ گنجشکانِ خانہ است

چو مرغاں را بہار آرد بہم تنگ | بیارد ابرِ نوروز از ہوا سنگ

چرا گل بست بارِ برگ بر دوش | قفائے برگ ریزش در بنا گوش

غنیمت داشت باید روزگارے | کہ پیوندِ وفا یابی بیارے

قرانِ سعدِ چرخ آنرا قرینست | کہ یارِ دلپذیرش ہمنشین ست

حریفے کش نہ با رغبت سرشت ست | بود عفریت اگر حورِ بہشت ست

کسے کز دل نباشد سوے تو روش | ز دل بیش از نظر گردد فراموش

پیالے دیریاب و زود پرہیز | چو شربت دادیم تلخی میانگیز

تو آں گنجی کہ در جانِ خرابی | چو گنجِ مفلساں زاں دیریابی

نُ ح۔ دست شویانند　　نُ ح۔ بکند کرسی بہاے تیشہ　　نُ ق۔ قفائے برگریزش در بن گوش

نُ ح۔ او بوشش　　نُ ق۔ جان وجانی　　نُ ق۔ مانی

روا کن شربتے کز بزمِ شادی — فرو شوید غبارِ نامرادی

چناں زن موجِ عیش از جوی جلاب — کہ کشتی بشکند غم را بگرداب

رسید آں میہماں کز من جدا بود — دلم دزدیدہ و در بزمِ آشنا بود

سحرگہ خفتہ بودم نیم ہشیار — کہ باد از آبِ چشمم کرد بیدار

نسیمِ گل کہ در بالینِ من خفت — غبارِ صندل از گیسوے من رفت

رسید از مہر یارانے بسویم — ز خونِ آشنائی شست رویم

زہے خوابِ گرانم صبح تا شام — کہ از خوابم گراں گشتست اندام

مجنباں ہر دم اے بادِ آتشینم — کہ ژولیدہ است برگِ یاسمینم

چہ انبوہیست دوریِ دولت از پیش — کہ تا بینم بمقصودِ دلِ خویش

دہم دل طعنہ زاغِ کمانش — بخونِ دل کنم رنگیں عنانش

بہ ہمین نیست سیر این جان پرجوش — بہر دم تشنہ و دریا در آغوش

تو در خواب آمدی یا خود خیالست — کہ در بیداری این دولت محالست

توئی یا رشبے نمی گردد یقینم — بعالم دیدہ و انگہ در تو بینم

اگر جانست گو پیوند جانست — گواہی میدہد دل کیں ہمانست

مرا با یار خود خوش می برد خواب — بہ بند اے ابر تیرہ چشمِ مہتاب

---

(1) ح۔ حسرت (2) ق۔ باز دے (3) ح۔ زخوے (4) ق۔ دوراے دولت

(5) ق۔ یارسا کر میگردد (6) ق۔ اگر

بہر سو ارغنونِ عیش در ساز — بہر جانب درے از خرمی باز

خمارِ شوق بامے میشود یار[1] — سرودِ عشق در جاں میکند کار

شبم را دیو فتنہ مست خواب ست — چراغم را زباں بر آفتاب ست

زمانہ جبہۂ شادی کشادہ — غم از دل رخت در صحرا نہادہ

صراحی باز کردہ چشمۂ نور — براتِ سلسبیل آوردہ از حور

نہ بزم ست اینکہ پویش جان سرشت ست — کہ نزہت خانۂ ہشتم بہشت ست

مگر رضواں کہ شد مہمان ما دوش — کلیدِ خانہ کرد اینجا فراموش

مگر حوراں صداے ما شنیدند — کہ پرساں کو بکو اینجا رسیدند

مگر مژدہ بجیب ست آسماں را — کہ می بوسد بتعظیم آستاں را

مگر بارانِ رحمت درفشاں گشت — کہ موجِ عشرت از آفاق بگذشت

مگر سیل آمد از دریاے مقصود — کہ شد پاے حریفاں گوہر آلود

مگر ابر وفا برشد بخورشید — کہ از سر تازہ شد گلزار امید

مگر دولت صبا را یافت رہبر — کہ ناخواندہ درون می آید از در[2]

مگر باغ سعادت غنچہ بکشاد — کہ بوے آشنائی می دہد یاد

درا اے ساقی خورشید پایہ — بفرق دوستاں انداز سایہ

بنوشانوش فرخ کن زماں را — صلاے خوشدلی دردہ جہاں را

---

[1] ذوق - شراب و شوق باہم

[2] ذوق - از در

کسے کش دل بزنجیر چنانست | اگر دیوانہ گردد جائے آنست
تو در خوابی و خون خلق بیدار | مکن گردن بہ پیچیدن خوں گرانبار
حریفت بس کہ بیداری نداند | ورت در خواب بیند خفتہ ماند
مرا از نالہ شد کام و زباں ریش | فراغت ہم بر آں خونریزی خویش
بگاہ حملۂ گرگِ تیز دنداں | نترسد از نفیر گوسفنداں
اگر دستم دہد دورانِ افلاک | نخواہم شد بگرد پیشِ درت خاک
بآہِ عاشقانِ ناشکیبت | بناز و غمزۂ جادو فریبت
بداں برقع کہ پوشد ماہ در میغ | بداں نرگس کہ بر جانم زند تیغ
بداں شکر فشاں قندِ نمک سود | کزاں گردد عبارت شکر آلود
بداں بالائے ہمچوں سروِ آزاد | کہ پیشش بندہ شد نسرین و شمشاد
بداں موئے پریشاں گاہِ مستی | کہ فتوی مید ہد بر بت پرستی
کہ یکدم زیر پایت جانفشانی | بہ از صد سال بے تو زندگانی
رخت چوں شمع میسوزد نہانم | کزاں خورشید روشن باد جانم
چو نوشی بادہ و لب را کنی پاک | بیفشاں جرعۂ آخر بریں خاک
دگر ندہی مے زاں جامِ لب گیر | کم از بوسے بدست بادِ شبگیر
اگر دولت نداد این احترامم | کہ رنجانی زبانِ خود بنامم

۱؎ بخوں کس گرفتار ۲؎ تشنہ ۳؎ گرد ۴؎ فشانم ۵؎ زندہ مانم ۶؎ ورم

بگوئے پاسباں با صبح گہ خیز | کہ چشمہ باز در دریا فرو ریز

بگوئے زہرۂ گردوں زتعجیل | کہ پیش چشم بشو پردۂ نیل

کسے راکز وصال دوست روزیست | ہمہ عمرش نشاط و دلفروزیست

کسے کز خوبرویاں بہرہ مندست | اگر در پائے شاں غلطد بلندست

نہ دولتمندی از تاج و نگین ست | ز خوباں روزیی اینک دولت اینست

رخِ خوب و مے لعل و جوانی | چو ایں بود چہ باشد زندگانی

نکیسا چوں زد ایں راہِ رواں را | بتاراج از حریفاں برد جاں را

نوائے باربد جانِ دگر داد | خرابِ عشق را ہستی ز سر داد

بداں ساں ایں غزل زد راہِ شیریں | کہ آتش زد بخسرو زآہ شیریں

نغمہ باربد بزبانِ خسرو پرویز

زہے روشن چو نورِ صبحگاہی | فروغِ رویت از مہ تا بماہی

غمت چشمہ کشائے اشک گلرنگ | وصالت چارہ سازِ سینۂ تنگ

بیک کنجِ لبت پنہاں دلِ زار | بکنجِ دیگرش صد جانِ افگار

کند چوں باد ازاں لعتِ سمن سا | صبا بر روئے گل ترساں نہد پائے

مکن زنجیرِ مشکیں را گرہ گیر | کہ نتواں داشت دل در تن بزنجیر

ن۔ کسے کورا وصال یار ۔ ن۔ بداں ساں ایں غزل زد در رہ تیز و کہ آتش زد بشیریں و بپرویز ۔ گ۔ گرفتار

اگر وصلت چراغ افروزِ مغزست   بحمد اللہ کہ ہجراں نیز نغزست

اگر شادی ز جانم رخت بربست   غمت را زندگانی باد کو ہست

باقبالِ غمت زاں گونہ شادم   کہ ہیچ ایام شادی نیست یادم

غمت را تا چو جاں در تن گرفتم   طرب ہاے جہاں دشمن گرفتم

ہمیشہ شاد بودن تیرہ رائیست   شکستِ دل نشانِ روشنائیست

درختِ سایہ ور گر بشکند شاخ   در آید آفتاب از راہِ سوراخ

چو رودِ بار بدزیں خوش ترانہ   ق   بر آب زندگانی کرد خانہ

نکیسا زاں رحیقِ گوش آگیں   شرابے ریخت در جامِ نگاریں

غزل نکیسا از زبانِ شیرین

سحر گاہاں کہ نرگس مست برخاست   ۱   پیالہ برگرفت و مجلس آراست

نسیمِ صبح مستاں را بگزار   ۲   بجنبانید دامن کرد بیدار

ہنوزم بود خوابِ ناز در سر   ۳   ز بوے دوستگانی مغز من تر

ز بادِ صبح میزد بوے عود دم   ۴   میانِ خواب و مستی می غنودم

کہ در آغوشم آمد زاد سروے   ۵   چو طاؤسے بمہمانِ تذروے

ازاں سایہ کہ دولت بر من افگند   گلم در جیب و مہ در دامن افگند

---

۱ عالم   ۲ از شادی کس   ۳ رامش   ۴ گوہر آگیں

دعایت را اگر گویم صبح تا شام | مرا آخر زبانے ہست در کام
مشو بیگانہ کا خر آشنا یم | بد شناے ہمیں ار زود عایم
ازاں گاہے کہ بازارِ تو شد تیز | بنود از مشتری جز مہ درم ریز
فروشد چشمہ خوردر خورِ شرم | کہ داری روز بازارے چنیں گرم
دریغا زاں جہاں دکانِ پر قند | خریداراں بچشم اندر و خورسند
مروت چوں نگیرد آستینت | کہ ننشیند مگس بر انگبینت
دراں رشتہ کہ نرخ جہاں بشیر بست | چو من خالی نگہ کن تا چہ چیز ست
نہ پندارم کہ ہم باشد بجانت | چو من کاسد متاعے در دکانت
ندارد قیمتے سوزاں دلم ولے | کہ آتش رائگاں باشد ہمہ جائے
ندارد بیش ازیں حاجت وجودم | کہ در خدمت قبول افتد سجودم
کنم گر خدمت صد سال و بل دیر | بوم صد پایہ از پائیں گہت زیر
کند چوں جثہ استقبالِ صرصر | بود اول قدم صد گام پس تر
چہ باید خس نشاندن در دلِ آب | کہ بیروں افگند آبش بہ پیچ و تاب
چہ باید بر ہوا افگندن آں سنگ | کہ بازش سوئے پستی باشد آہنگ
بخاکِ رہ فرو شد بے گناہے | کم از دنبالِ چشم آخر نگاہے
گرم ندہی بخود نزدیکی اے نور | تماشائے تو ام آخر از دور

هزاران جان فدای آشنائے
که باشد در دلش بوی وفائے

کسانے کز خرد کار آزمایند
بکار افتادگی یار آزمایند

سفال از طاسِ زر کم نیست در کار
ولے گاهِ گرو گردد پدیدار

کسے کو ز آفرینش ناتمام ست
چو دلسوزی کند مشنو که خام ست

وفا کز یار نامعلوم باشد
تکلف شد تکلف شوم باشد

بو هم هندوان شنگرف مالند
هم آخر از سیه روی بنالند

وجودِ مردمِ فرخنده دیدار
ز بهرِ مردمی باشد پدیدار

رواجِ مے بمجلس بهرِ مستی ست
کمان گر تیر نبود چوب دستی ست

چو بد خو او فتد یارے بهر چیز
کسے باشد سزای صحبتش نیز

زمانه دیر شد کین نسبت آراست
که کج با کج گراید راست با راست

مقامر کز عمل باشد دغا باز
برد با چون خودے گو مهره گر باز

بدان را نیک خواهی نیست از رای
که سگ را کفش بر سر به نه در پای

ز نیکی دوستان را دوست نامست
چه باشد دوست بد دشمن کدامست

چو افتد با جوانِ بادِ شب زور
نمازِ گر نترسد گشته دم گور

ز پا باید که سوزن بر کشد خار
چو سوزن خار باشد گردد آزار

هزاران آفرین بر آشنائے
که نتوان یافت زو بوی وفائے

کسے را کین سعادت یار باشد
ز عمر و بخت برخوردار باشد

دران خوابِ خوش از بیداری بخت — نهادم بر ثریا پایهٔ تخت

بهارے دیدم از لطف آفریده — خضر زاب حیاتش پروریده

نشاطم تازه گرد از بادهٔ ناب — خمارم را شکست از بوی جلاب

ببوسه دل ستد جان رایگانے — بنامیزد زہے بازارگانے

چنان گرد از شرابِ بوسه مستم — کزان آواز خوش از جا بجستم

چو کردم چشمهاے نازنین باز — حریف خواب را در دادم آواز

بهارم خود چو گل در آستین بود — خیالِ خوابِ سر در آستین بود

درین خوابِ عجب از بخت بیدار — عجب خوابیست دور از چشم اغیار

بہ بین تا چند بیداری کشیدم — کزینسان خوابے اندر خواب دیدم

دریغست نایدے دورانِ قلاب — کہ نرگس را بجنبانے ازین خواب

ہنوزم چشمِ بدخو میکند ناز — بیا کاین چشم بر رویت کنم باز

چہ خوش کاریست رخے یار دیدن — گہرِ بے سنگ و گل بے خار دیدن

بیاران صاف باید سینهٔ مرد — کہ مے چون درد باشد کم توان خورد

مبین از کبرِ خوبان تلخِ دلجوے — کہ ہست آئینهٔ ہندو سیه روے

نہ ہر کو یار شد باشد وفادار — فراوان نسبت از یار تا یار

نہ ہر آبے کہ بو دارد گلابست — نہ ہر دُردے کہ رنگین شد شرابست

ن ح: بنرگس را بجنبانی — نسخہ ق - ایدوست

بدانسان سختی ما را آئینه در پیش — در آب چشم من بین صورت خویش

بآئینه نگوئیم این هوس را — از آن کآئینه تیره سازد نفس را

تو آخر رحمتے کن بر دل خویش — حجاب آئینه بگسل کن اندیشین

چه خواهم دید آن روئے طرب ناک — بهفتاد آب شوئیم دیده را پاک

نه بینیم چوں تو باشی در گذرگاه — گرم خورشید پیش آید وگر ماه

چو با لعلت بے بهدست باشم — ببوئے تا قیامت مست باشم

مرا این آرزو در طالع شوم — خمار بے مے ست و مهر بے موم

نیابد نقش آب ارچه پذیرد — رقم بر باد خود هرگز نگیرد

جدا کن زاین فراق دیر پیوند — بشمشیر جدائی بندم از بند

نیاید هرگزت لے سرو آزاد — که روزے از فراموشاں کنی یاد

غمے دارم که پایانے ندارد — تنے کز بے دلی جانے ندارد

تو کز غم فارغی در بیدلی فرد — چه دانی تا چه باشد لذت درد

نه من از مے ز خون دل خرابم — تو پنداری که من خود مست خوابم

چه گفت آن خریدار خربنده جا خاشا — که مرگ من ترا باشد تماشا

نداری از هلاکم بیش ازیں غم — که از صد بیدلت گردد یکے کم

بزنے کز گگ بستاند شبانش — غم قیمت بود بے مهر جانش

ن دراں   نق. نشناسد   نخ. نہ   نک محنت و درد

نکیسا چوں بدیں افسونِ دل دزد | شکیبِ عاشقاں را برد بے مزد
ربابِ باربد شد سحر پرداز | بزخمه خوں چکانید از رگِ ساز
چناں کز سینهٔ غم را بیخ برکند | فرو گفت ایں غزل را در نهاوند
زہے حسن و جوانی از تو در ناز | غمت با جانِ من چوں عیش دمساز

غزلِ باربد از زبانِ خسرو

درت حاجتگهِ بختِ جوانم | سرِ زلفِ تو خلوتگاهِ جانم
خیالت مردمِ چشمِ نیازم | لبت سرمایهٔ عمرِ درازم
بگوئی تا کجا مے خوردی امروز | کدامے خانه روشن کردی امروز
کدامے خانه گلشن شد بدیں حور | کدامے چشم روشن شد بدیں نور
گرا اقبال داد ایں دلفروزی | کرا بخت ایں سعادت کرد روزی
اگر دانم کجا بودت گذرگاه | بجاروبِ مژه روبم همه راه
وگر در یابم آں نزہت گہِ پاک | بدیده توتیا سازم همه خاک
چه دولت مند بود ایں چشم روشن | که جانرا از جمالت کرد گلشن
چناں روئے کزاں مه زیر میغ ست | در آئینه خیالش هم دریغ ست
مبیں در آئینه روشن صبحِ امید | که در آئینه نتواں دید خورشید

ن؎ باغ ت؎ ح بخت و سعادت ن؎ ق جہاں را گ؎ ق جمالش ق؎ ح روئے

چو رود بار بدایں نغمہ پرداخت | نکیسا ارغنونِ خویش بنواخت
ز موزونی بداں گونہ کہ دل خواست | رواں کرد ایں غزل در پردۂ راست

سرودِ نکیسا از زبانِ شیریں

کجائی اے دلم پژمردہ بستاں | نظر زیں بر فگن بر زیر دستاں
نمود وصل روشن کن چراغم | ببوئے خود معطر کن دماغم
چو می باید بہ تنہائی غنودن | چرا باید بعمدا دور بودن
بہ بیداری نشاطِ عمر دریاب | کہ دارد ہر کہ بینی تکیہ بر خواب
میازار گل ہنوزت نازنین ست | کہ ہر گل را خزانے در کمین ست
نباشد ہیچ روزی بے زوالے | نہ باقی ماند اندر تن جمالے
مبیں کاسبابِ عیش از حد فزون ست | شتابِ زندگانی بیں کہ چون ست
ز خسرو گر چہ کیخسرو بود مرد | ہم آخر خاک باید منزلش کرد
بزرگاں را خطر بیش ست ازیں نیز | کہ از پیلاں خطا کمتر شود تیز
عقابے کاں ہوائے کار گیرد | لبا آسان ولغ دشوار گیرد
مبیں مہرہ بہ پیشانی نمرود | کہ زخم پشہ سوراخش کند زود
مبیں طاؤس را زیبا و رنگیں | ببیں مقراض در منقار سیمیں

ن ق - پردہ   ن خ - راہ رو راست

بود بر ساربان چوں شد شتر ریش — غم بار از غم جانِ شتر بیش

اگر تنگ آمدی از من بفرمائے — کہ تا چوں عود بر آتش نہم پائے

ز مہر ار جانب بیداد گردی — بسوزم تا ز بویم شاد گردی

مرا میسوز تا باشم بداں خوش — کہ پروانہ شناسد قدرِ آتش

جفا کن تا ز غم چوں موے گردم — کہ گر بنوازیم بد خوے گردم

نوازش مستمنداں را نسازد — زبونی گوسفنداں را نوازد

وگر من رحمتے خواہم بزاری — تو خوے نازنیناں کے گذاری

درخت ار چند آرد میوۂ خویش — تبر زن کے گذارد شیوۂ خویش

گل ار چہ تازہ روے آمد باصحاب — گلابے عاقبت خونش کند آب

چہ ریزی قطرہ ہائے چشم ہر روز — کہ از طوفاں فرو ننشیند ایں سوز

من آں شیرم کہ چوں آیم بشمشیر — بدنداں پشت دست خود کند شیر

نگرکاں آہوے مشکیں کمندم — بدنداں مشکیں رسن چوں کرد بندم

بلے چوں مشک مویاں عشق بازند — ز موے پیل را زنجیر سازند

اگر چہ سوخت جانم آں ستمگار — ہنوز اے آہ من در روے کمن کار

ز موئیش گرچہ چوں مویش دو تا ہم — ہنوزش تار موے کژ نخواہم

ق۔ بسوزم   ح۔ ذوق   ق۔ عروسی   نسازد

ق۔ بدنداں بے رسن چوں کرد بندم   ق۔ بلے بر عشق خوباں عشق بازند

جهان از برگ و تنگی فراخ ست — طرب نایاب و محنت شاخ شاخ ست

مرادے گر ز گیتی هست خوش باش — وگر نبود قضا را بارکش باش

حیاتِ بے مراد از مرگ کم نیست — چو حاصل شد مراد از مرگ غم نیست

مشو زینگونه مغرورِ جوانی — که بنیادے ندارد زندگانی

گل آمد تازه شد فصلِ بهاران — شرابے نوش کن بر روے یاران

بدین شربت[1] غبار از دل رها کن — نشاطِ رفته را از سر بجا کن

به آن باشد که با یارانِ دمساز — کنیم اسباب شادی را دری باز

دو روزے کز حیات آوازه داریم — بیا تا روزگارے تازه داریم

کنیم امروز هر چه آن دلنواز ست — که از ما تا بفردا راه دراز ست

کسے گردد درین فیروزه فیروز — که بر[2] فردا نداردکار امروز

نکیسا[3] کین غزل بنواخت در ساز — شکیب از جانِ شیرین کرد پرواز

چنانش در گرفت آن نغمهٔ زار — که گشت از خویش بیطاقت بیکبار

پیاله خواست از ساقی دران جوش — بشرطِ چاشنی کرداند کے نوش

چو مے را مایه داد از لعل چون قند — فشاند از دیده در وے قطرهٔ چند

ببوسه داد خسرو را نشانی — بجا آورد شرطِ دوستگانی

---

[1] عشرت   [2] ع که از فردا بماند کار امروز

[3] ق ۔ فلک را کین غزل بنواخت در ساز

جوانی چیست اندر نقش خوابے ‏ ‏ ‏ بنائے آدمی خاکے و آبے

حصارِ گِل گشد گر سر بر افلاک ‏ ‏ ‏ بیک باراں نہد رخسارہ بر خاک

بیندیشی آں زماں کیں خاک کمبخت ‏ ‏ ‏ بزندانِ فراموشاں کند رخت

کسے کز تو فراواں آورد یاد ‏ ‏ ‏ ہمیں گوید کہ مسکیں آدمی زاد

بسا خانہ کزیں دودِ کہن سوخت ‏ ‏ ‏ نشاید روبہی را حیلہ آموخت

چہ حاجت گرگ را تعلیمِ خونریز ‏ ‏ ‏ بس ست استاد کارش ناخنِ تیز

براں کامے و عیش ار می توانی ‏ ‏ ‏ کہ بسیارے دریں حسرت بمانی

چو میدانی کہ دنیا را وفا نیست ‏ ‏ ‏ دل اندر بیوفا بستن روا نیست

وفا داراں بود کز نیک رائی ‏ ‏ ‏ کند با بیوفایاں بیوفائی

گرانا نزا گرانی بہ بگردن ‏ ‏ ‏ کہ نتواں کوفت آہن جز بآہن

مکن تا میتوانی اے جہاں گرد ‏ ‏ ‏ جوانمردی بجائے ناجوانمرد

نہ مردم چارپائے داں جفا سود ‏ ‏ ‏ کہ با تند دیر خشم و زود خشنود

خرے کافتد ز ریش پشت مدہوش ‏ ‏ ‏ ببستی چوں کند سختی فراموش

مرادے کاندریں دیر بلاست ‏ ‏ ‏ چو آخر خاک خواہد گشت خاکست

دہد عمرار چہ ہر شب شادیٔ نو ‏ ‏ ‏ چو آخر غم بود نزد یک جو

اگرچہ گربہ بیند پشتِ فرزند ‏ ‏ ‏ بدنداں نیز داند بیلویش کند

ن ح ۔ دوستی را حیف ‏ ‏ ن ق ۔ بے جفائی ‏ ‏ ن ح ۔ کہ باشند سخت رنج و سخت خشنود ‏ ‏ ن ک ۔ یکدم

کمربنداں کمر بستند در کار　　کشیدند از متاعِ قیمتی بار

بزیور ہر دو خورشیدِ پُرنور　　دو منزل راست شد چوں بیتِ معمور

رواں شد خسرو از فرمانِ شیریں　　بایوانِ دگر۔ ایوانِ شیریں

دو جانب کلہ بر ایواں کشیدند　　رسن در گردنِ کیواں کشیدند

مسافت گر کسے رفتے بتعجیل　　میانِ ہر دو ایواں بود یک میل

ز دیباہا کہ رنگِ یاسمیں داشت　　بپوشیدند عیبے کاں زمیں داشت

ز ایواں تا بایواں کادمی رفت　　ہمی بر آسماں نے بر زمی رفت

ہمہ شہر از ترنم پُر نوا گشت　　بریشم دامِ مرغانِ ہوا گشت

چناں شد غلغلِ کوسِ آسماں گیر　　کہ شد پوشیدہ چنگِ زہرۂ پیر

چو خسرو خواست کز رومی و رومی　　فرستد دست پیمانِ عروسی

جریدہ بودش آہنگ از مداین　　نبودش با خود اسباب و خزائن

ز شاہاں بد یکے انگشتریش　　خراجِ ہفت کشور در نگینش

فرستاد آں مہِ نو را بر جبیں　　سلیماں وار خاتم را بہ بلقیس

چو بر شیریں رسید آں خاتمِ چست　　شدش ہم در نظارہ دست و پا سست

بحسرت گفت کا منیت در را؟　　عروساں را جواب ہدیۂ شاہ

مروت چوں بکم خورسند بود　　دو چنداں بارے ار دہ چند بود

چو نتواں یک بہا دادن نگیں را　　چساں گویم دو چنداں پاسخ ایں را

بدو گفت از لب من این نشانیست | بنوشانوش وصلت زندگانیست[1]

که چون فردا برآید جام جمشید | دهم جام مرادت با صد امید

شرابی ریزم اندر لب حلالست | دهم جاوید پیوند وصالت

ملک را بر لب آن ساغر جم | نمی آمد لب از شادی فراهم

کشید آن شربت جلاب پرورد | دل صد پاره را پیوند نو کرد

بدین شادی همه شب باده خوردند | می رنگین ببوی ساده خوردند

دو دل کز کوب هجر افگندگی داشت | بامید نوازش زندگی داشت

اگر نتوان ز عمر دیگران زیست | ببوی وعدهٔ جانان توان زیست

شکر ریزی عروسی شیرین با خسرو و فرستادن خسرو انگشتری ملک برسم عهد و پیمان

چو مه در چادرهٔ شب رفت در خواب | فرو چید گردون نطع مهتاب

عروس صبح را بیدار شد بخت | عروسانه برآمد بر سر تخت

صنم فرمود کز گنجی چو دریا | کنند اسباب مهمانی مهیا

---

[1] ن ق مژدگانیست

بیک فرمان روان شد بخت بر تخت | جهان اندر جهان گنجینه و رخت

دو اشتر بردمی از لعل و دربار | ز در چکمهای زیور ده شتر بار

متاع سیم و زر ده کاروان بیش | ملون تختهای جامه زان بیش

غلام ارمنی صد سرو آزاد | هنوز از لاله شان نارسته شمشاد

کنیزان نیز صد سیارهٔ نور | بنور خود ز چشم خلق مستور

بخرمن صندل و عود قماری | بنهانا فهٔ مشک تتاری

ز جنس بادپایان صد طویله | که صرصر گرد شان دیدی بحیله

ز گوهر هر طویله چون ثریا | که کردی هر گهر آشام دریا

بدین ترتیب هر جلوهٔ نو | عروسی را جهاز آمد بخسرو

عقد خسرو به شیرین

چو شب زرین جهاز افگنده بیرون | عروس ماه شد بر تخت گردون

بآئین شهی شاه فلک قدر | سوی شبدیز شد تابنده چون بدر

ز بر شبرنگ چوگانی بر آمد | که خورشید سلیمانی بر آمد

روان گشت آن بهار عالم افروز | شب تاریک شد روشن تر از روز

عجب کان آفتاب تیغ زن بود | که انجم گرد گردش انجمن بود

ن ق. خسروی رخت   ن ق. تحفه‌های پخته

ولے در لب مرا ہم خاتمے ہست   بدستِ شہ دہم چوں بوسش دست

دہم با او و بخشش انگشترینے   کہ ارزد ہر دو عالم را نگینے

چو بخشم یک نگیں را دو نگیں باز   دو خاتم نیز باید کردنم ساز

دو خاتم را کہ در بخشش بے کلید ست   کہ داند قیمتش چوں ناپدید ست

چو شاہ انگشت ساید بر نگینم   شناسد قیمتِ انگشترینم

بگفت ایں و ز لبِ زیبِ نگیں داد   بعزت بوسہ بر انگشتریں داد

برابر گوئیا میکرد باہم   نگیں را با نگینِ خاتمِ جم

دہاں را کرد با انگشتریں جفت   بشیرینی ہمی خندید و می گفت

کہ ہاں اے خاتم ایں اندازۂ تست   کہ داری با دہانِ من ہاں نسبت

کہ آں خاتم کہ نام او ہلال ست   رسد در خسرو و شیریں محال ست

ولے من بوسمت زیں لذتِ نو   کہ بوسیدی فراواں دستِ خسرو

درو انگشتریں ماندہ دہن باز   ز حیرت نہ سخن در وے نہ آواز

چرا حیراں نماند چوں چنیں دید   کہ در خود موم و در وے انگبیں دید

چو از لب دستگاہِ دست دادش   ازاں ہم در دہاں انگشت دادش

دراں انگشتریں بازی زمانے   بماند انگشت اندر ہر دہانے

پس آنگہ گفت تا گردد ہویدا   جہاز پر در و گوہر چو دریا

ذ ق کے   ذ ق دراں   ذ ق بماند انگشتہا ہم در دہانے

چو ناگہ در جمالِ شاہ دیدند | ز ہر سوئے نثار افشاں دویدند
چو آں شیرِ ژیاں را ہر غزالے | ہمیداد از کرشمہ گوشمالے
مقابل پیش تختِ عرش پیکر | نشاندندش فرازِ کرسیِ زر
چو بر کرسی نشست آں شانِ جمشید | بروں آمد ز ابرِ تیرہ خورشید
شدہ مشاطگاں را دستہا باز | متاعِ نیک را در دادہ آواز
گرفت از نورِ آں صنعِ خدائی | ز مشرق تا بمغرب روشنائی
شدہ بازارِ خوبی رونق انگیز | کہ کالا قیمتی بد مشتری تیز
ہر دستے کہ گشت از جلوہ پیدا | فلک دیوانہ گشت و زہرا شیدا
نثار افگن شدہ گوہر نثاراں | ستارہ بر مہ و خورشید باراں
صنم در موجِ آں لولوئے منثور | چو خورشیدے کہ در باراں نہد نور
فلک در حیرتِ آں حال ماندہ | ہلاکِ غمزۂ قتال ماندہ
عروس از جلوہ چوں بنشست بر تخت | نکوہ فرق بوسی خواست از بخت
بر آمد شہ بہ تخت و شاد بنشست | ہمش سر بوسہ زد ہم پا و ہم دست
چو بر رسمِ عروسی خواست آں ماہ | عروسانہ چشانند شربتِ شاہ
شہ آں شربت بخورد از انگبیں بود | لبش بوسید کاینک شربتِ ایں بود

ن ق - نشاندہ شاہ را بر   ن ق - صبح   ن ق بازار   ن ق - افشاں
ن ح - فلک   ن ق - رساند

بہر سو صد ہزاران مشعل نور　　زدہ در خرمن مہ آتش از دور

طبق بر دست مرواریدریزان　　گہر افشان براہ افتان و خیزان

دران تاراج دُرہای زمین پوش　　زلت معزول گشتہ بود چاوش

بہ میدان چون رسید آن شمع آفاق　　کہ قصرِ ماہ روشن را کند طاق

شد اندر طاق و زانو زد براورنگ　　ز جوشِ مہتران شد بارگہ تنگ

ملک فرمود کاید موبدے زود　　کند پیوستہ مقصودے بمقصود

خرد مندے طلب کردند ہشیار　　ز دل دریا دش و از لب گہربار

در آمد کار سازو راز پرسید　　دو یکدل را رضا ہا باز پرسید

چو باد از سینہ ہای خویش برخاست　　حجاب نام و ننگ از پیش برخاست

پس انگہ بر طریق آن و دبدکیش　　معین کرد کابینے ز حد بیش

چو فارغ شد دل از تعیینِ آن نقد　　فرو خواند از لطافت خطبۂ عقد

بہ بارید ن در آمد گوہر و دُر　　چو دریا شد تہی گاہ زمین پُر

روان شد با عروس خویشتن شاہ　　کہ بیند جلوۂ خورشید با ماہ

چو بگذشت آن و از ایوان بہ نجم　　چہ دید او آسمانے پُر ز انجم

ز ہر سو دیدہ ماہے در نظارہ　　ز ہر برج آفتابے در حرارہ

بہشتے پر ز حوران بہشتی　　ہمہ بر خونِ دلہا راندہ کشتی

ن ق۔ چوب چاوش　　ن ق۔ چو بگذشت از چہار انجم بہ نجم

ولیک از بوسہ شیریں اثر داشت | کہ چوں لبش از بادہ مستی بشیر داشت
نشاط از بذلہ مستانہ میکرد | پریرا ہر زماں دیوانہ میکرد

تزویجِ خسرو و شیریں و وصف سراپائے برادرِ خواندہ شیریں

پری پیکرِ دراں عاشق نوازی | شدہ مست از شرابِ عشق بازی
پریشاں گشت زلفِ نیم تابش | بگرد غمزہا می گشت خوابش
چو برگشت اندراں حالت دمے چند | خرابی عقل را بنیاد بر کند
ز مستی سر بزانوئے ملک برد | سرِ خود را بدستِ خویش بسپرد
شکر لب مست و خواب آلودہ در خود | بجوئے انگبیں رہ یافتہ مے
زمانے بود چوں بلبل بہ بستاں | دمے بگریست از مستی چو مستاں
سرشکش گرد زانو راہ میکرد | دراں آئینہ ہر دم آہ میکرد
ملک سرمست و دولت سازگارش | مرا شے آں چناں اندر کنارش
چو لختے لحن مشتاقاں سگالید | بنالید از فراق و زار نالید
ربودہ بود چوں سیلِ شرابش | کہ ناگہ آمد و بربود خوابش
بریں دولت کسے کو کامیاب ست | اگر زانو بودش افراسیاب ست

ن ق-عقل ن ق-می ن ق-بہر یارش ن ق-ازمی

پس از جانش بر بود و شد سبک خیز | چو شاهینی که کبکی را برد تیز
بجز منها گهر بر مه فشاندش | بمهد گوهرین چون مه نشاندش
روان کردش بقصر دولت خویش | تجمل کرد بر گردش ز حد بیش
بمنزلگاه خویش آورد مه را | ز انجم کرد خالی بارگه را
چو بنشستند با هم روی در روی | ز رنج آسوده جانهای غرض جوی
شه از بس خوشدلی رو در زمین برد | سر اندر پای یار نازنین برد
فرو غلطید پیش آن پری زاد | چو سایه زیر پای سرو و شمشاد
چو این پستی بدید آن سرو بالا | بپوزش کرد رو در شاه والا
حمایل دادش از بازوی سیمین | نوازش کردش از لبهای شیرین
دو دل با هم بذوق سینه مایل | بدوش یکدگر بازو حمایل
دو می ممزوج گشته در یکی جام | دو مه جلوه نموده بر یکی بام
گهی این کامرانی گفت و او کرد | گهی این دوستگانی داد و او خورد
گر آن می مست شد بوی چنگ تازان | فرو گفتی سرود عشق بازان
گهی این پهلوی بربط دویدی | نفیر دردمندی بر کشیدی
کمیت ار چه چو آتش گرم صحبت | نشد بیجو عنان خسرو از دست

ن ق چون   ن ق بهراهش   ن ق سر بر زمین   ن ق ح سرو آزاد

ن ح ۔ بشوق   ن ق رفتی

دو ساقِ پست پاہائے فسردہ — چو خوکِ خشک پیشش مارِ مردہ

کلاہ کافری بر سر چو دیگے — ز دقیانوس ماندہ مردہ ریگے[ط]

شکم چوں بربطِ ناساز کردہ — دو پا ہمچوں عصائے کرم خوردہ

ببالیں گاہِ شیریں دل افروز — ز بیکاری مگس کشتے[ح] ہمہ روز

صنم را از فراقِ روئے خسرو — شدے[ق] چوں خرمنِ امید جو جو

درآں دم کز طرب معزول بودے — ز دہنگی بدو مشغول بودے

برہنہ خفتے اندر شب الف وار — دو پا را لام الف کردے بدیوار

ببالیں خفتہ بود از بادہ سرمست — میانِ ہر دو پایش چوں کفِ دست

چو دید آں دیو را ناگاہ جمشید — فتادہ سایۂ در پیشِ خورشید

برآں شد تا تنش سازد زیارِ شیریں — کند زاں کار شیریں کار شیریں

ببازد با دغا بازی دغائے — کلاغے را کند جفتِ ہمائے

گرفتش چوں عقابے کرگسے را — ز جا برداشت چوں دریا خسے را

ببرجِ ماہ برد آں جرمِ منحوس — چو بوتیمار در پہلوئے طاؤس

چو سنبل را قرینِ یاسمیں کرد — خود از بہرِ تماشا را کمیں کرد

فتادہ بیخبر آں ہیزمِ خشک — معطر گشتہ از بوئے گل و مشک

درختے کو بود ہمسایۂ عود — ز بویش عود گردد عاقبت زود

ط: مردہ ریگی   ح: ماندے   ق: بشد

به بالین رفت چون سرو از بلندی — فسونِ خواب کردش چشم بندی

بخلوت گاهِ خود در فتنهٔ هر کس — شهنشه ماند و یارِ نازنین بس

همی میداشت نورِ صبح را پاس — تا آب اندر زده خورشید را طاس

ز سوزِ عشق کاتش در دل افروخت — غزل میگفت شاه و شمع می سوخت

ز شیرین کاری شیرینِ دلبند — فراوان خورده بود انگوزه در قند

چو آن شب نازنین را هجر بافت — مکافاتِ عمل را وقت دریافت

صنم را بود بر در خادمِ پیر — چو مستان دیو چون دیوانِ بون گیر

ز پیری سُست تیز و سال فرسود — چو طفلان زود خشم و دیر خشنود

از آن دلتنگ روئے خنده انگیز — مزاج بے مزه چون نانِ بے پنیر

بر او از پوست رگ چون چنگ بسته — دهن بے آب و دندان زنگ بسته

ز پرگفتن لعاب از لب روانش — مگس ریده فراوان در دهانش

سرے چون پوستینِ کهنه پشمین — رخے چون قوطهٔ مالیده پرچین

پلک سرخ و نظر بیکار مانده — پر از پیچال چشمِ زار مانده

نبود از بس که گُنده هیچ موئیش — که دوے تیغ را مانست روئیش

کسے یکدم ندیدے فرق تا پاے — که از خنده نماند افتاده بر جاے

دو دستش ز آستینِ خواجگانه — چو کفشِ کهنه زیرِ جامه خانه

ن ح. فراوان خورده بود انگوزه در قند   ن ح. آش   ن ق. بیجاده

چو رست از شاہدِ شب شاہدِ روز   دمید از جیبِ صبحِ عالم افروز

نسیمِ غنچہاے صبحگاہی   عبیر افشاں شد از مہ تا بماہی

بآہنگِ صبوحِ آں نازنیناں   رواں گردند مے با ہمنشیناں

حریفاں باز در مجلس رسیدند   نوا سازاں نواہا بر کشیدند

برآوردہ از سرِ آتش بم و زیر   کفلگاہِ گوزن و رانِ نخچیر

ز مجمر بر ہوا شد غیرایں دود   ہوا را کرد دیگر عنبر آلود

ازیں جانب کلہ کج کردہ پرویز   بہ پیرامن قبا پوشانِ نوخیز

وزاں سو قبلۂ خورشید رویاں   بپیش حلقہ زدہ زنجیر مویاں

شہنشہ نافۂ طیبت کشادہ   بمشکیں محفلے آں آہوی بادہ

گرفتہ حلقۂ گیسوے چوں شست   بہر مو بندۂ موزوں ہمی بست

کہ شب چوں رفت یار دینہ چونست   خمارِ آں مئے دوشینہ چونست

پری وش چوں بموزونی چناں بود   کزاں ہر نکتہ پیوندِ جاں بود

بپاسخ کرد لب را شکر آلود   کہ حلوا ساختن نتواں بدیں زود

مرا خود ہر چہ بود از بخت روزی   بسر سبزی گذشت و دلفروزی

تو شاید کیں نظر با خویش داری   کہ روزے ایں شب اندر پیش داری

عروسی بخشمت با دلنوازی   کہ ہرمز در کنارش کرد بازی

ف ا ح۔ شربت

پریوشں بخیز زان دیو بازی | پری را کے دہد ابلیس بازی

چو چشمِ ناز بکشاد آں مہِ نو | کہ گیرد فالِ نیک از روے خسرو

چو دیدہ نا طلب کردہ بلائے | فراز گنجِ خفتہ اژدہائے

چناں جست از سرِ بندِ خواب گاہی | کہ از منقارِ بوتیمار ماہی

ازاں شب بازیٔ عفریت کارے | فغاں برداشت ہمچوں سایہ دارے

چو آوازِ پری بشنید جمشید | کہ سایہ راہ زد بر نورِ خورشید

دوید و در کنار آورد مہ را | ز دیوِ خانہ خالی کرد رہ را

صنم بر خویشتن می لرزید تا دیر | گہے میجست خنجر گاہ شمشیر

ہمی گفت ایں چہ رفت از خاطرِ دور | کہ چوں ظلمت نقاب افگند بر نور

ز خفاشے کہ ماند ایں دو بر من | چنیں خود را کہ یارد سود بر من

کہ بود ایں دیو چہرِ لا ابالی | کہ لاحول از چنیں شیطاں مثالی

ز جا برخاست آں ہمخوابۂ حور | بنازو اشکنہ چوں گاوِ رنجور

سخن را زاں نشاطے داد سرجوش | کہ شیریں را شد آں تلخی فراموش

دلش گرچہ از غضب در سینہ میجست | کہ چوں گیرد ذنب خورشید را دست

ولیکن چوں ز رضواں بودش آں خار | چہ بندد تہمتِ طاؤس بر مار

بشیرینی ز لب شکر فشاں گشت | بتلخی زہر خندے کرد و بگذشت

بمے بنشست و ساغر نوش میکرد | بدل چوں ساغرِ مے جوش میکرد

نوردِ پرنیاں برگل برافگند | کشاد از درج لب زرتا ہنیں بند

مکلل زیورے در خوردِ شاہاں | بہائے ہر دُرے دخلِ سپاہاں

برآں بالائے شہر آرائے پوشید | عروسانہ ز سر تا پائے پوشید

ز بر پوشے زمرد وار یدِ شب تاب | بدوش افگند چوں پرویں بمہتاب

رخ از گلگونہ چوں گلنار تر کرد | بیک خندہ جہانے پُر شکر کرد

بروں آمد چو از ابر آفتابے | موکل کردہ بر ہر غمزہ خوابے

دو لب ہم انگبیں ہم بادہ در دست | دو چشم شوخ نے ہشیار نے مست

خمار نرگسش در فتنہ خوئی | میانِ خواب و بیداریست گوئی

بمژگاں داد بہر جاں خراشی | گہے جاں داری گہ دورباشی

فریب غمزہ جادو زباں بند | شگافِ پستہ شیریں شکر خند

لبے از چشمۂ حیواں سرشتہ | ہلاکِ عاشقاں بر وے نوشتہ

لبے پر خندۂ شیریں مہیا | حیات افزائے مردم چوں مسیحا

زنخدانش کہ برد از مشتری تاب | بغبغب چوں گہے کافتد بگرداب

زخش را سکہ زد خالی درم وار | درم بے مہر بود و نقرہ بسیار

خوے کز موئے آں طناز میریخت | کرشمہ می چکید و ناز میریخت

بناگوشے چو برگِ یاسمیں تر | بر و اندامے از گل نازنیں تر

ن س م ـ مست   ق ق ـ ز لب زاں   ق ق چو گوئی کوفتہ عنبہ گرداب

درایں گشته زمین نتوان غنودن | زمانه خود سزا داند نمودن
خردمندان که در پی چشم دارند | جزای فعل خود در چشم دارند
بسی دیدیم گنجشکِ ملخ گیر | که ناگاهش عقابی کرد نخچیر
تذروی کو زند منقار در مور | ز بازِ چره بیند عاقبت زور
بدیں گونه دراں بزمِ کیانی ق | بشیریں کاری و شکر فشانی
همه روز آں دو طاوسِ بهشتی | بجوی می رواں کردند کشتی

هم آغوشی خسرو و شیرین فی خلوت زناشوئی

چو آمد آسماں در مشک باری | نهاں شد آفتاب اندر عماری
زمانه روشنی کرد از جهاں دور | ز ظلمت داد مه را سرمهٔ نور
چو خسرو مست شد با نازنیناں | بخلوت رفت ازاں خلوت نشیناں
نهاں گشت از پیِ عشرت نوازی | کز آب و گل کند گل را نمازی
همی زد بر خوی مشکیں گلابی | عجب می شست آبی هم بآبی
چو گرد از گردِ صندل سرو پاک | ز بویش باد صندل سود بر خاک
صنم چوں خرمنِ گل خاست از جای | عروسانه بیاراست آں سر و پای
حریرِ آنگوں بر ماه بر بست | بگیسو چشم بد را راه بر بست

ل ق. درایں گشته زمین   ن خ صنم در دیده   ن خ چناں   ن خ. عاشق

چنان بر گرفت آن قامتِ راست — کہ نقشِ پرنیاں از پوست برخاست

خدنگے زد بران آہوی بدرام — کہ خونِ بچہ جست از نافۂ خام

بہ تیزی در عقیق الماس میراند — تمامے در شگافِ غنچہ می ماند

ز حلقہ در دلِ شب تیر می جست — کہ گلگونش بجوئے شیر می جست

نہ جوئے شیر بلکہ آں جوئے خوں بود — روا ز فرہاد پرسش کن کہ چون بود

ز ہرش بر سرمہ دانِ علاج می شد — ز میلش سرمہ داں تاراج می شد

ہمیشہ با مہندس پیشگاں زیست — سہ یک[۲] اضرب زاں میکرد در بیست

خضر سیراب گشت اندر سیاہی — چکید آبِ حیات از کام ماہی

مگر تشنہ خضر بود و شب سیاہی — کہ در آبِ حیات افگند ماہی

دہانش بر دہان[۱] و دوش بر دوش — میانش بر میان و نوش بر نوش

جہاں بادِ جوانی در سر آورد — کہ شور از چشمۂ شیریں بر آورد

گلے دید از بہشتش آب خوردے — ز تاراجِ خزاں نادیدہ گردے

چو چشمہ بر کشاد و غنچہ بشگفت — خرد بیدار گشت و آرزو خفت

دل از آسودگی بنشست بر جائے — صبوری را ز رفتن کند شد پائے

فرو خفتند ہر دو سروِ آزاد — چو شاخِ یاسمین و برگِ شمشاد

ستارہ داد چوں خورشید را پشت — بیکدم صبح شمعِ ماہ را کشت

---

(۱) ح، نفرہ   (۲) ح، سہ یکے را ضرب

دُر اندر گوش بیداری که بردوش — فرو خواهد چکید از نرمهٔ گوش

دو گیسو گو ز راهش خاک میرُفت — فرو میریخت مشک و پاک میرُفت

ز مستی زلف او در هم شکسته — هزاران توبه در هر خم شکسته

جهانسوزے چو خورشیدِ جهانتاب — میانش تشنه و برهاش سیراب

بتے کز دیدن آں شکل و رفتار — ببستے زاهدِ صد ساله زنّار

چگویم زلفِ مشکینش که چوں بود — نه بوے مشک بود آں بوے خوں بود

بمجلس هر که حاضر می شد از پیش — دران نظاره غائب می شد از خویش

ملک را کاں تماشا دست داد — بروں شد عقل و جانش در رہ افتاد

اگرچه دیده روشن گشتش از حور — ولے تاریکی آوردش ازاں نور

اشارت کرد شمعے کار فرمائے — که از نامحرماں خالی کند جائے

پریدند آں همه مرغانِ دمساز — تذروے ماند بس در چنگل باز

دو عاشق را قرار دل بر افتاد — نشاطِ کامرانی در سر افتاد

هوائے دل هوس را شد عناں گیر — شکیب از سینه بیروں جست چوں تیر

گرفته دست یکدیگر چو مستاں — شدند از بزمگه سوے شبستاں

نخست آں تشنه لب خشک بے تاب — دهن از آبِ حیواں کرد سیراب

چو فارغ شد ز شربتهائے چوں نوش — کشید آں سرو را چوں گل در آغوش

ق۔ میرُفت ق، بیهده ق، بوے

طرب را باز نو شد روز بازار | قدح خندان و ابریشم در آزار

بدیں گونہ بعیش و کامرانی | بسر بردند خوش خوش زندگانی

ہمہ روز از طرب سر بر نگردند | تمنائے دگر در سر نکردند

بسے روز از خوشی بودند شاداں | نمی خفتند شب تا بامداداں

چو آمد وقت از مردن نرستند | دو روزے زیستند و رخت بستند

زمانہ اینچنیں بسیار راندہ است | چنیں افسانہا بسیار خواندہ است

بیا تا نطع غفلت در نوردیم | کہ باہم چند گاہ افسانہ کردیم

بزم آرائی خسرو با حکما و حکیمانہ سوالات با ایشاں

ملک روزے بعیش و کامرانی | زمے میداد داد زندگانی

حریفان دل انگیز و خردمند | ز ہر نوعے سخن را نکتہ پیوند

یکے گفت آنچہ دارد طبع را خوش | شراب روشنست و عیش دلکش

دگر گفتا کہ دولت زاں نکوتر | کزاں بالا شود ہر کو فروتر

دگر گفت ار در آخر چشم داری | نکوتر زاں ہمہ پرہیزگاری

دگر گفتا کہ چیزے ارچہ نیکوست | ولیکن علم مغزست و عمل پوست

لہ ح۔ جمر   تہ ح۔ یار   تہ ق۔ یکے

بیک گلبانگِ مرغِ صبح گاہی ‏ ‏ ‏ ز خواب خوش بر آمد مرغ و ماہی

شدہ از سر خواب دو سرورِ رواں را ‏ ‏ ‏ بآبِ گل بشستند ارغواں را

رواں کردند شکر ایزدِ پاک ‏ ‏ ‏ بزاری روئے مالیدند بر خاک

وزاں پس بار دیگر دست بردند ‏ ‏ ‏ عنانِ دل بدستِ جاں سپردند

دگر رہ عشق را بازار شد تیز ‏ ‏ ‏ رواں شد نکہتہائے رغبت انگیز

صبوحی عیش نو آوازہ در داد ‏ ‏ ‏ نوید نوشہائے تازہ در داد

بہ بزم عشرت خسرو با حریفاں ‏ ‏ ‏ زباں بکشاد شیریں با ظریفاں

گہے سوئے بریشم گوش کردند ‏ ‏ ‏ بہر تحفہ شرابے نوش کردند

گہے از تحفہائے شکر آلود ‏ ‏ ‏ زمیں چوں آسماں شد گوہر آمود

بدیں گونہ ملک با آں دلارام ‏ ‏ ‏ بپایاں دوستگانی کرد تا شام

چو از جلوہ فرو آسود خورشید ‏ ‏ ‏ بر آمد ماہِ نو چوں جامِ جمشید

دگر بارہ بخلوت راہ جستند ‏ ‏ ‏ چو دو برگِ گل از یک غنچہ رستند

برسمِ دوش باہم تا سحرگاہ ‏ ‏ ‏ قراں کردند چوں خورشید با ماہ

سحرگاہاں چو گل در باغ بشگفت ‏ ‏ ‏ سمن بیدار گشت و یاسمین خفت

نواسازاں نواہا ساز کردند ‏ ‏ ‏ سرودِ عاشقی آغاز کردند

لہ ح برآمد بانگ ‏ ‏ ٹہ ح۔ عناں جاں بدست دل ‏ ‏ ٹہ چنگ ‏ ‏ ٹہ چوں

ٹہ ح۔ گہے از رمزہائے ‏ ‏ ٹہ ح۔ با ‏ ‏ ٹہ ح عاشقاں

که پیدا شد ز اول عقلِ اول | پس آنگه برد عنواں شد مسجّل

یکے در وصفِ وجوب هستی از غیب | دویم امکاں که نقدِ دست در جیب

چو اشرف بود در آئینِ وجوبی | ز اشرف اشرفی آمد به خوبی

اگر تو نام آں اشرف ندانی | ببیں تا باز گویم عقلِ ثانی

وزاں وصفے که امکاں گشت نامش | سپهرِ اول آمد در خرامش

پس از عقلِ دویم باز آمد آثار | وجوبے گشت و امکانے پدیدار

وجوبش باز عقلِ سوم انگیخت | محیط دوم از امکاں فرو ریخت

محیطے کز زحل برتر عروجش | که خوانند از رصد ذات البروجش

ز عقلِ سومیں نیز ایں دوئی خاست | که امکانِ وجوبی شد بهم راست

وجوبش باز عقلِ چارمیں کرد | پس امکاں سومیں پیکر مبیں کرد

ز بالا سومیں نه هفتمیں بام | که تو ایوان کیوانش نهی نام

دو وصف آورد عقلِ چارمیں نیز | وجوبے باز امکانے به تمیز

وجوبش باز عقلِ پنجمیں ساخت | ز امکاں چشمِ چارم یافت پرداخت

سوم از زیر و از بالا چهارم | که شد برجیس را رخشنده طارم

بصورت عقلِ پنجم هم دوئی داشت | که امکان و وجوب معنوی داشت

۱؎ ح چو باشی نیست و هنش ۲؎ ح - بروے ۳؎ ق - آئینِ خوبی

۴؎ ق - وجوبی ۵؎ ق - در امکان ۶؎ ق - ضرورت

چو بے سرمایہ زہد خشک باشد ❊ لبان نافۂ بے مشک باشد
اگر بوے خوش اندر عود نبود ❊ بمجلس بہرہ زاں جز دود نبود
سخن چوں سمے دانش کرد بیروں ❊ ملک برداشت از دل پردۂ راز
کہ مدتہاست کز ہر جب حالے ❊ فرامی پیچد اندر دل سوالے
بگویم گر خرد راسا زیا بم ❊ بجویم گر کلیدش باز یا بم
بزرگ امید گفت آنجا کہ شاہست ❊ ز دو ہم بندگاں صد سالہ راہست
چو الہامیست از دولت خطابت ❊ ز دانش چوں تقے گوید جوابت
ولے زانجا کہ نقد حاصل ماست ❊ بگویم آنچہ مقدور دل ماست
ملک چوں خازن گنجینہ دریافت ❊ طلب کرد آنچہ در خاطر گذر یافت

سوال اوّل خسرو در گردشِ افلاک وجوابِ بزرگ امید

نخستیں حجت را زِ آسمانی ❊ کزیں پردہ بر انداز آنچہ دانی
کہ اول نہ فلک را شکل تدویر ❊ چگونہ در وجود آمد ز تقدیر

جواب

جوابش داد مرد حکمت اندیش ❊ کز فیلسوفاں خواندہ ام در حکمت خویش

سوال خسرو در اربعہ عناصر

دگرره گفت خسرو کیں خود یقیں گشت — کہ نہ گردوں ترتیب ایں چنیں گشت

بگو تا ہر یکے چوں مادہ دارند — کزیں ساں صورتے آمادہ دارند

دریں گنجینہ مرواریدہا چیست — کلیدِ گنجِ مروارید با کیست

کیا شد ایں ہمہ اجرامِ والا — کہ گاہے زیر بینی گاہ بالا

جواب گفتن بزرگ امید خسرو را

جوابش داد دانائے فلک بیز — کہ در گردوں فراواں دیدہ شد تیز

بتحقیق انچہ رازِ آسمان ست — نہ بر ما بر ہمہ عالم نہان ست

ولے در دل نمایشہای فکری — ز بعضے عقدہا برداشت بکری

بترتیب از فرودِ عقلِ اول — چناں شد از سطرلابِ خرد حل

کہ ہر نُہ چرخ نہ چرخِ بسیط ست — کہ بر ہم تو بتو ہر نہ محیط ست

بہر یک جنبشے بے نقل و نقلے — شریکِ ہر یکے نفسے و عقلے

سراسر ہر یکے از نقل پاکست — کہ ایں سرمایہ وصفِ آب و خاک ست

ز جفت نیز جنبش خود جدا نیست — کہ ایں اوصافِ بادی و ہوا نیست

۱ق عقل — ۲ق ۔ اوصاف آب و باد — ۳ق ۔ زجفت تیز

ششم عقل از وجوبش زاده شد هم — ز امکاں گشت پنجم باغ خرم

ز بالا پنجم از ته نیز ششم — که جولانگاه مریخ ست ز انجم

وجوبے داشت و امکان ششم باز — وجوبش کرد هفتم عقل را ساز

ز امکاں شد ششم دولاب را دور — که دارد چشمهٔ خورشید ازو نور

بعقلِ هفتمیں نیز ایں دوئی بود — که امکانش و وجوبی داشت موجود

وجوبش عقل هشتم کرد پیدا — ز امکاں چرخ هفتم شد هویدا

ز بالا هفتمیں و سیوم از ته — که در وے زهره زد عشاق را ره

بعقلِ هشتمیں هم بود با هم — وجوبے باز امکانے فراهم

نهم عقل از وجوبش باز شد فرض — ز امکاں یافت چرخ هشتمیں عرض

ز بالا هشتم از ته دومیں دیر — که کلکِ تیر شد در وے سبک سیر

شد از عقلِ نهم هم عالم راز — بامکان و وجوبے کارپرداز

دهم عقل از وجوبش خاست در حال — که خوانندش حکیماں عقلِ فعال

ز امکاں شد نهم کاشانه گرداں — که مه در وے رود چوں ره نورداں

نمودارِ فلک را اہلِ بینش — بدیں ترتیب گویند آفرینش

۱۔ ح: امکانِ وجوبی

فلک را چوں بشرح آمد صنائع | ملک پرسیدش از حالِ طبائع
کہ چوں نُہ افلاک و شش شد بے چیز | بیانے باید اندر عنصرم نیز

جواب

حکیمِ فلسفی چوں فیلسوفاں | بروں آورد رختِ خود ز طوفاں
کہ ایناں نیز اجرامِ بسیط اند | یکے نقطہ است و آں دیگر محیط اند
تو حکمت بیں کہ گوئی از گلِ خام | چہ سال بر روی دریا آرد آرام
زمیں کاں از ہوا جنبش گرفتست | بصد لطف اندر آغوشش گرفتست
ہوا کز دست گرد آب جا خوش | مدوّر گشتہ گرداگرد آتش
بہ نیرے اثیر از تابِ مہر ست | کہ تشبیبے ز دورانِ سپہر ست
ہوا کو زیرِ آتش دارد آرام | نگیرندش حکیماں عنصرِ تام
کہ گرمی سوئے بالا از اثیر ست | کہ آب از زیرِ او گرمی پذیر ست
گر از حکمت پذیری در ہمہ باب | نباشد عنصرے کامل تر از آب
ازاں معنی کہ آتش گرچہ والا ست | دراں گرمی ز جنبشہای بالا ست
ہوا نیز ارچہ از چار آخشیج ست | چنانکش گفتہ ام ناقص مزیج ست

ن ح - برآب آورد خود چار طوفان | ن ح - زمیں کاب از سر سود کشش | ن ق - از تاب

ن ق - از گزیر | ن ح - ز آب اندر فرو تری بدرست | ن ق - بہ تیزی

وجودے از موادِ طبع معصوم | کہ کس را مادۂ او نیست معلوم
چو نہ و چار عنصر را دراں نام | تو خوانی عنصرِ خامس بنا کام
خرد را نیست روشن بیش ازیں حال | ز عقلِ اولیں تا عقلِ فعال
وگر گوئی کہ انجم چیست در دور | بگویم چوں فرو رفتم دریں غور
بظاہر ہرچہ روشن گردد از دور | ستارہ نیست اِلّا پارۂ نور
وگر خواہد کسے عین الیقینش | بباید رفت بر چرخ از زمینش
ولے گفتند ہر کس از کم و بیش | نمودارے بقدرِ دانشِ خویش
یکے شاں گفت مانند نگینے | کہ بنشانند در انگشترینے
یکے شاں حیِ ناطق گفت چوں ما | کہ بیرونند ایشاں و درون ما
ولے شاں را اگر حیواں نہادی | بہر سو سیر شاں باید ارادی
چو جنبش ہاست بینی بے چپ و راست | ز حیوانند چنیں کے شبہ برخاست
ازیں خاتم بہر نقشے کہ جست ست | ہماں کالنقش بالخاتم درست ست
نگینند انجم از فیروزہ خاتم | نوشتہ بر نگیں شادی و ماتم

سوال

ز نقشے کاں نگیں دارد در آثار | اثر در دہر میگردد پدیدار

ت ح۔ گر از

ت ح۔ کالنقش فی الخاتم

سوال

چو در مردم فتاد اندیشۂ گفت ملک ز اندیشۂ دُرِّ مردمی سُفت
بپرسیدش کہ مردم در جہاں کیست مراقبے کاں ز مردم باشد آں چیست

جواب

جوابش داد کیں پرسش بلند ست کسے اینجا رسد کو ہوشمند ست
غرض گر شہوت و خورد و آشام خرانرا ہم تواں کرد آدمی نام
اگر در سیم و زر کس تیز چنگ ست ستورے داں کہ زیر بار لنگ ست
گرش گنج و درم باشد جہانے چو در بینی بود محتاج نانے
چو ایں سرمایہ نبود با خرد جفت نشاید بے خرد را آدمی گفت
پس آنکس مردم آمد ز آفرینش کہ ہستش بر خرد قانونِ بینش

سوال

ملک گفتا کہ چوں بگشادی ایں بند کہ مردم گفت نتواں جز خردمند
پس از مردم چنیں نیکو و بد کیست اگر گوئی خردمند آں خرد چیست

نـ ق - اندیشۂ مردمی

دگر خاکست نیز از ارجمندی — ز فیضِ آب دارد سربلندی

چو فرقِ آب روشن شد بتمییز — ہوا راہیچ شود از وے بیک چیز

که آب از زیست تواں فرباز زیست — که یکدم ہیچ نتواں بے ہوا زیست

بر آنچه اوّلا در ترتیب ذاتست — ز ہفت آبا و ایں چار امّہاتست

گروهِ دیگر آں ہر چار زن را — بامّی و الی بردند ظن را

پدر کردند نامِ آتش و باد — بآب و خاک نامِ مادر افتاد

سوال

کزیں مادر پدر چوں زاد مولود — موالید ثلثه گشت موجود

چو آمد نکته در شرحِ موالید — ملک در جستنِ رازش بگالید

جواب

جوابش داد دانائے معانی — که ہست ایں جمله را قسمت سگانی

کسانی کیں سه را برہاں نوشتند — نبات و معدن و حیواں نوشتند

چو در بنیم یک راز بنیاد — ہمیں فرزندشاں ہست آدمی زاد

تو قدرت بیں که در معجز خیالی — نماد از جملگی عالم مثالی

ه ق- اول درآں

سوال

دگر رہ گفت کاے گنجِ معانی — بگو تا چیست مرگ و زندگانی

جواب

خبر دادش کہ تا ترکیب ذاتست — ہوس ۱؎ دارِ نفس بودن حیاتست

چو از جذب ہوا عاجز شد اندام — حکیم ایں حال را مردن نہد نام

سوال

بگفتش گر دم از نیروے جانیست — چرا خوں در تن آب زندگانیست

چو باید در خرد گز داد امکاں — زید تن بے دم و بے خون ۲؎ بیجاں

پس ایں عمر از کہ باشد بیش یا کم — ز جان و یا ز خون و یا خود از دم

جواب

بگفتا جانش ۳؎ چراغے گیر روشن — کہ می ریزد غذاے خویش روغن

چراغے نیست ایں کز دم بمیرد — کہ خود از دم فروغش مے بذیرد

۱؎ ق- ہوس را از نفس بردن　　۲؎ ق- خوں

جواب

خردمند از خرد پاسخ چنیں داد　　　که پرسیدم خرد را پاسخ ایں داد

کہ آں باشد خرد نزدِ خرد جوے　　　کہ باشد مرد را در عاقبت روے

شناسد مرد را کو نعمتش داد　　　بتعظیم از دل نعمت کند یاد

خردمند آں کسے باشد کہ ایں کرد　　　ہم از راہِ خرد بتواں یقیں کرد

سوال

دگر بارہ بہ پرسیدش کہ جاں چیست　　　وجودش را دریں قالب نشاں چیست

جواب

جوابش داد مردِ زندہ دل باز　　　کہ دشوارست بے بردن ویں راز

گروہے جوہرِ والاش گفتند　　　گروہے از حدوث آلاش گفتند

گروہے داخلش خوانند با خاک　　　گروہے دیگرش کردند ازاں پاک

گروہے خود رہش گفتند مشکل　　　کہ نے خارج نہادندش نہ داخل

چو تحقیقش بروں بود از مقالت　　　بامرِ غیب کردندش حوالت

ن ح - گردند

کہ آں قطرہ کہ او تخم از خورش یافت — درونِ استخوانہا پرورش یافت

چو تخمِ استخوانست آں در اندام — بناچار استخواں گردد سرانجام

دگر چیزے کہ خوش خوانی و پوست — تنِ فرزند را از مادرِ اوست

سوال

بپرسیدش کہ بر گو خواب چہ بود — نمودارے از ہر باب چہ بود

جواب

چو بیداراں جوابش داد دانا — کہ اے رایت بہ بیداری توانا

خیالِ خواب کز وے دیدہ خالیست — تصورہاے نیرنگے خیالیست

نمودارے کہ مے بینیم در خواب — خیالِ خاطرست اندر تگ و تاب

بہ بیداری کہ در ذہن آدمی زاد — زرے در چین رود وز چین بہ بغداد

تواند بر فلک پرواز کردن — دگر زیرِ زمیں در باز کردن

چو در خواب از عمل ماند اندام — غبارِ کالبد گیرد آرام

ز قالب میرہد نیروے جانی — تخیل مے کند مطلق عنانی

چو جاں را جنبشِ تن در میاں نیست — وے از چیں بسے رفتن عناں نیست

تن اندر خواب و ہم اندر تگ و پوست — جہاں داند ہمیں بیندہ کیں اوست

سوال

دگر بارہ سوالش کرد کیں چیست | تنِ بے دم نیارد یک زماں زیست

جواب

بگفتا ہست خوں را در نہانی | مزاجے گرم و تر چوں زندگانی
ہوا چوں شد موافق با مزاجش | بجوز خوں مے کشد بہرِ علاجش
قوامِ تن اگر از خوں نباشد | ہوا از وے بجز بیروں نباشد
بود بے دم کسے کز خویش ہم نیست | بہ بیں ماہی کہ خونش ہست و دم نیست

سوال

دگر گفتش کہ چوں صنعِ خداوند | ز آبے می نگارد نقشِ فرزند
یکے مادہ و دیگر نز چہ سانست | کہ بعضے گوشت بعضے استخوان ست

جواب

نیوشندہ ز طبعِ نکتہ انگیز | جوابے باز گفتش حکمت آمیز

ندح۔ پوست

در آئینہ کہ بینی آسماں را　　دراں گنجیدہ چوں می بینی آنرا

تواں گرچہ سما را دید در وے　　نگوید کس کہ آں گنجید در وے

چو در آئینہ صورت ہمہ حال　　زمین و آسماں گنجد بہ تمثال

در آں آئینہ کز معنی است تصویر　　چہ میگوئی چہا گنجد بتقدیر

دراں نقش کزاں بینندہ شیدا ست　　چو تن را بشکنم در وے نہ پیدا ست

کہ گر آئینہ صد رہ بشکنی خورد　　چہ گوئی صورتے بیروں تواں برد

سوال

بگفتش ایں ہمہ نقش خیالات　　بجز مردم کسے راہست در ذات

جواب

بگفتا ہست دیگر زندہ را ہم　　تصور در قیاس حس فراہم

فرس کو راست آخر در تصور　　شب تار آید از ہر جا در آخر

دگر مرغیست چوں بر خورد دانہ　　رود نیز از تصور سوے خانہ

سوال

دگر گفتش کہ مرغ و مردم و مار　　چرا ضد ہم ست ایں جمل ہر جا

ن ق - بگفتش

نہ بینی آنکہ فکرت پیشہ دارد   شب آں بیند کہ روز اندیشہ دارد

سوال

دگر گفتش کہ تصویرِ خیالات   کہ از ما می شود پیدا بحالات
اگر از جنبشِ ہستی نام دارد   چہ چیز ست و کجا آرام دارد
چو در خاطر جہاں اندر جہانست   چگونہ اندریں مردم نہانست
اگر بیرونست چوں روشن نہ بینم   دگر در تن چرا در تن نہ بینم
چو نتواں صد جسد را پارہ کردن   وزاں نتواں جوے نظّارہ کردن

جواب

جوابش داد کاندر سر نہانی   دماغ آئینۂ معنیست دانی
درونیرے ذہنی و خیالی   صفا آئینہ ایست از زنگ خالی
درو از سرِّ جاں فیضے ہویدا   چو عکسے می شود زآئینہ پیدا
دگر در ذہنِ تو موجود و معدوم   مصوّر میشود چوں نقش در موم
زمین و چرخ و خورشید و ثریا   ز گوہر کردہ پر سیماب دریا
بگوے از ہست از بینش فراغے   کہ چندیں چوں بگنجد در دماغے

ن ق - از جنبش ایں آرام

بہر سو کا خشیجے شور دارد — ہمانا چار ازاں سوز ور دارد

سوال

عبارت را چو آمد سر ببالش — سخن را با نبات افتاد چالش
ملک پرسید کز یک تخم در گل — چرا بالش دو جانب گشت مائل
کہ شاخش میکشد سر سوے افلاک — بہ پستی می گراید بیخ در خاک

جواب

جوابش داد کز ضدِ عناصر — قوی شد درشتنی را نشوِ قاصر
خلاصہ کو لطافت بیش دارد — ببالا میلِ اصلِ خویش دارد
دگر ہر چہ از کثافت یافت ہستی — ببرکز مے گراید سوے پستی
ہمہ عنصر بکوشش بے کم و بیش — کشش دارند سوے مرکزِ خویش

سوال

دگر گفتا کہ مولودِ نباتی — کہ ہست اندر زمینش نشوِ ذاتی
چہ نقش ست اینکہ ہر تخمے ز ہر رنگ — بُرستن سبز روید نے دگر رنگ

لہ ق۔ راستی را سوے قاصر

چرا آں بر ہوا ایں بر زمین ست　　خزندہ خود بزیرِ گل ہمیں ست

جواب

بگفتا مرغ کش بالا روائیست　　ز ہر چار اندرو غالب ہوائیست
دگر کو بر زمیں رفتار دارد　　بعنصرِ عدل ازاں ہر چار دارد
خزندہ در طلبگارِ مغاک ست　　کہ غالب در تنش زیں جملہ خاکست

سوال

دگر گفت از خورشہا تن چو سیر ست　　درو بالش ز بالا یا ز زیر ست

جواب

بگفتا در تن از بیخ مدتِ دیر　　ہم از بالا بود بالش ہم از زیر
ببالا میکشد نار و ہوا ایش　　کشانست آب و خاک از سوے پایش
گہے کش نصف زیر از تہ بلند ست　　درو ثقلے دو سفلی زور مند ست
وگر کس را تن از بالا دراز ست　　درو زورِ دو علوی سر فراز ست
وگر بالا برابر زیر و بالا ست　　دراں یکسانست زور سے کاں ز والا ست

ن ج - و ہمیں　　ن ق - اندر　　ن ج - زور دو ں والا ست

بگوکاں سرخی و زردی چگونہ است | کہ رنگِ ہر یکے دیگر نمونہ است

جواب

جوابش داد کانچہ از تابِ مہر است | کہ آزاد از شریکان سپہر است

بزردی می زند زایں آتشِ قوت | میانِ زرِ ناب و دُرّ و یاقوت

وگر پہلوے خورشید اخترے است | ازو نیز آں گہر را زیوری ہست

ہر آں سنگے کزاں اختر دہد کار | دراں گوہر ہمی گردد پدیدار

سوال

دگر گفتا کہ چوں ہست ایں مقرر | کہ نوعِ[1] آہن ست از زر فزوں تر

چرا زاہن حدِ زر بیش باشد | بقیمت زر ز آہنے زر بیش باشد

جواب

بگفتا زر بذاتِ خویش بالعین | متاعِ زیورست و مایۂ زین

ولیکن نیست آہن بہرِ راحت | مگر از بہرِ آزار و جراحت

ضرورت گرچہ باشد مردم آہنگر | بعزت گیرد اندر سینہا جاے

---

[1] نفع

جواب

جوابش داد کاب انجا که کند د ۔۔۔ بحکم خاصیت زنگار بند د
گیاہے برگ زنگاری نبات ست ۔۔۔ ہمہ سبزیش در زنگار ماست

سوال

چو بگذاشت از نبات اندیشہ را گفت ۔۔۔ سخن گشت از معادن با گہر جفت
ملک پرسید کا ول سنگباری ۔۔۔ چساں می خیزد اندر کوہساری

جواب

حکیم راستین پاسخ کہ تا دیر ۔۔۔ بخارے در زمیں در می خورد سیر
چو گل با نم مخمر ماند جاوید ۔۔۔ شود سخت از ہوا و تاب خورشید
صلابت چوں ز گل گشت آشکارا ۔۔۔ تو خواہش سنگ خواں و خواہ خارا

سوال

دگر گفتش کہ ایں خود ہست روشن ۔۔۔ کہ از خورشید شد گوہر بمعدن

شرح - گیاہے ترکز نگاری نقاب است ؛ ہمہ سبزی در روز نگار آب ست ۔۔۔ ذوق آراستش

زنخ¹ زن گر زنخ شد سست پیوند — نہ بندد تا نہ بندد ش زنخ بند

گر انصاف ست راز سبز گلشن — حقیقت ہیچکس را نیست روشن

کسے کو ساز² گار ایں عمار نیست — سخن در کار او گستاخ کار یست

درستی را ہم او داند بچستی³ — کز و دارد درستی ہا درستی

نظر بہ کاندریں رہ بیش سازیم — خموشی را شعار خویش سازیم

ندیم کارواں زنگیاں بے روز — بدانش بود شہ را حکمت آموز

کہ تا زاں کیمیائے روشن و پاک — بدست آورد شہ گنجے خطرناک

سوال

بدانا گفت کز حکمت بسینہ — نہاں کردم خزینہ بر خزینہ

کنونم کن بکارے رہنمائی — کہ دستورم بود در پادشائی

جواب

بزرگ امید گفت ای دادگر شاہ — ترا تلقین دولت ہست ہمراہ

ز دولت نیت⁴ خود نزدیک تر کس — ہماں دولت صلاح آموز تو بس

کسے کو بختیاراں را دہد پند — بسود آسوے خوزستان برد قند

---

۱ ق۔ زنخ گر از زنخ   ۲ ح کارساز   ۳ ق۔ نخستی   ۴ ح نیت

دگر هرچه آں بود آزار پیشه | بود بیقدر و بے قیمت ہمیشه
چو دانا گفت هرچه از حکمتش خواست | همه راز جهاں را راست آراست

سوال

ملک گفت انچه در چرخ و زمین ست | تو خود گفتی که میگویید چنین ست
بعقل ارچند مردم هوشمند ست | نداند موے ریش خود که چند ست
جهاں گو راست باریکی ہر موے | کسے چوں داند اورا موی در موے

جواب

زدانش داد پاسخ مرد دانا | که شرح فیلسوف از چرخ مینا
بسانِ تخم خشخاش ست کز آز | بخشخاش اندروں بر دارد آواز
با انجیر اندروں گرم و بروں شیر | چه داند چیست در بیرونِ انجیر
زبہرِ میہماناں ہر عزیزے | دریں نه تا بخانه بخت چیزے
ایا بر کس خیال آمد گواراں | که آساید دروں چوں ہوشیاراں
حدیثے کاں گزاف و ناپسند ست | زنخہاے سر اے ریش خند ست

نسخ - گیرم دروں میر   نسخ - نه خانه بیروں

نسخ - آباے کس چناں ماند

چو باد در گل دو روزے ماند چوں میخ ‏ در آمد بادے و بر کندش از بیخ

اگر ہمت ببد گیرد قیاسے ‏ گزند آرد بحکم ترا سے

پس آں بہتر کہ نبود دشنہ کماں گیر ‏ بر آں آہو کہ سلطاں را زند تیر

چو شہ باشد نکو خواہ ہمہ چیز ‏ ہمہ چیزش نکو خواہی کند نیز

جہاں با حیلہ بازاں حیلہ بازد ‏ مخالف با مخالف در نسازد

چو سلطاں در ستم دامن کند چست ‏ شود آسودگیہا را بنا سست

شبانے گر بقصابی کند ریش ‏ در آرد گوسفنداں را بتشویش

دگر حزم ست کار پادشاہاں ‏ بہ بینش پاس ملک از کینہ خواہاں

بزرگاں را بود ز افزونی کار ‏ نکو خواہ اندک و بد خواہ بسیار

یکے تن را کہ صد زیرِ دوالست ‏ بود ہر صد نکو خواہ ایں محالست

ملک را گرچہ دشمن رام باشد ‏ گر از دشمن نترسد خام باشد

اگرچہ باشدش یکخانہ پر دوست ‏ یکے دشمن بود زانجملہ در پوست

زمیں گرچہ سراسر لالہ زارست ‏ برہنہ پا مگش در وے کہ خارست

ز دزد آنکس ستاند مایۂ خویش ‏ کہ ترسد از خود و از سایۂ خویش

دگر عفو ست رسمِ ملک داری ‏ بہنگامِ سیاست بردباری

ن ق- آں ‏ ن ح- با قلب بازاں قلب ‏ ن ح ظلم را

ن ق- بہ پیش پاے ‏ ن ح- مرد بردے

چو تو خود ہم بکارِ ملک فردی — چہ حاجت شیر را تعلیم مردی

نشاید نقش بر طاؤس کردن — ز دانش پیشِ بطلیموس کردن

چو بر دریا ببارد ابرِ چالاک — فرو افتد بخندہ برق بر خاک

چو دستورِ تو فیضِ آسمانی ست — نصیحت کردنت ز کاردانی ست

ولے چوں بینمائی جست و جویم — کم و بیش انچہ میدانم بگویم

نمودارے کہ می گنجد بہوشم — ہوا خواہی نباشد گر بپوشم

نخست از مملکت بر پائے خواہی — بنا بر عدل دارد پادشاہی

چو شہ گسترده دارد سایۂ داد — جہاں در سایۂ او گردد آباد

وگر بگذارد آئینِ شریفاں — بر اندازندش از ہمت ضعیفاں

حکایتِ مردِ صاحبِ ہمت

شنیدم من کہ وقتے جزیہ خواہے — پیامے برد از شاہے بہ تنہا ہے

شہِ جزیہ ستاں را بود بر در — درختے نوجوان و سایہ گستر

پیام آور چو از سختی سخن گفت — ملک نیز از سرِ تندی برآشفت

بہ پستی و بگفتش آنچہ گردی آزاد — کہ افتد ایں درختِ سخت بنیاد

اسیر آزادیٔ خود را بناچار — در آں نورستہ ہمت کرد در کار

---

۱ ح کرد پیش ۲ ق جزیہ ستاں ۳ ق ہنرمندی ۴ ق بہ پستی ۵ ح بر

دگر سرمایهٔ شاهی وقار ست — نه آں باشد که چوں کوه استوار ست

بهر کارے نیارد موزه در پائے — بهر بادے نجنبد چوں خس از جائے

نه دستِ راست را گردد حیب اندام — نه گاهِ راستی باشد دغا باز

دگر با خصم بدگو در مصاف ست — خلافے را که می‌بیند معاف ست

عدو را در شرابِ قهر دادن — شکر باید نمود و زهر دادن

دگر کارے که دولت را مراد ست — ملک را در صفِ جنگ ایستاد ست

نه بگریزد گزاں در دوم شکست ست — نه جولانے زندگاں هم شکست ست

شجے کش در وفا بنیاد سخت است — بسر سبزی سیاهش چوں درخت ست

درختے را که جنبید از زمیں بیخ — در ایواں تخته شد در خیمها میخ

دگر او زنگ را پیرایه جود ست — گزاں هر سر که بینی در سجود ست

چو فرماں ده بود بخشنده در شهر — همه کس را رسد ز آسودگی بهر

چو دریا بند خلقے نعمتِ عام — بجاں خواهند منعم را بنا کام

نه تنها دوست باشد سازگارش — که دشمن نیز باشد دوستدارش

چو خصم از لطف طاعت پیشه گردد — سر یار از فتنه بے اندیشه گردد

مشو لیکن چناں هم لا ابالی — که تو مفلس شوی و گنج خالی

ن ح - می سنجد — ن ح - نمودن — ن ق - بنا — ن ق - پوشیده

ن ق سر یار فتنه را

ملک باید کہ آرد غصہ در زیر — بود در تندخشمی کند شمشیر

چو جان رفتہ ناید در درونے — چہ باید بے محابا ریخت خونے

نہ دانائی بود کز خشم بیباک — جہانے را بآسیبے کند خاک

سرِ مردم نہ دیگر بار خیزد — گیا باشد کہ آں ہر بار خیزد

ببیں تا چند گردد چرخِ دولاب — کہ دریائے کند از قطرۂ آب

روا داری کہ شمشیرِ خطرناک — بداں یک قطرہ دریا را کند خاک

دگر با دشمنِ خونی ستیزی — حلالت باد ہر خونے کہ ریزی

قصاصے کو صلاحِ پادشاہیست — بجش کش در ہمہ مذہب روائیست

اگر عدل آفت آلودگاں را — بود راحت جفا پالودگاں را

ہوائے خوش کہ ماہی را ہلاکست — حیاتِ جملگی حیواں چو خاکست

سیاست گرچہ دردِ مردمانست — ولے دارو ئے نامردم ہمانست

چناں زہرے کہ جاں را میکند خاک — بود مجذوم را معجونِ تریاک

عواں کش در تعصب وقتِ جانیست — ہلاکِ مردمانش زندگانیست

چو نزد زنگیاں زشتی نکوئیست — سیہ روئی برایشاں سرخروئیست

بود تاریکیٔ شب ہائے دیجور — بچشمِ کورموشاں چشمۂ نور

چو حربا خپید از خورشید محروم — بسوئے شیر کے چشمک زند بوم

ٔ نسخ ح۔ را — ٔ ق۔ آسودگاں — ٔ ق۔ بحیواں خاکست

یکے مے با حریف نیک بخشش | فزوں تر از ہزاران تاج و تخشش
زبس عشرت غمِ شاہی نبودش | چہ شاہی کز خود آگاہی نبودش
ازاں سیلابِ مے کامد سبک خیز | خلل رہ یافت در بنیاد پرویز
اگرچہ بادہ نغز و دلپذیر ست | ملک را آنقدر کو شیر گیر ست
مبیں از نشۂ مے شیر گیری | کہ آں مستی بود نے شیر گیری
چو شہ خود شد خراب از آب انگور | ولایت کے تواند داشت معمور
چو دولتمند مے نوشد پیاپے | ز دولت دست شوید ہم بدامے
مثل نیکو زد آں مردِ خدائی | کہ یا عشرت بود یا پادشائی
نہ شہ کافگندہ باشد علف خوار | کہ گرد شاہد و مے را طلبگار
شہے کو را پرستد جملہ ہستی | زہے عیب ار کند شاہد پرستی
بباید کرد لیکن کے بود بخت | ز ساقِ نازنیناں پایۂ تخت
چو نبود باغباں دنبالِ کارے | بہ بستاں خیزد از ہر سوے خارے
چو شہ باشیفتہ مے گشت بدخوے | بہ تنگ انداز شد دشمن بہر سوے
چناں شہ بر سر و ندار کینہ خواہی | کہ مہمل ماند کار پادشاہی
ز فرزندانِ خسرو بود خامے | ازیں شیر افگنی شیرویہ نامے

نُ ح۔ خوردن   نُ ق۔ بمستی   نُ ق۔ نہ از مستی بود تمشیر

نُ ح۔ پرستار   نُ ق۔ سراں سر بر

بسختی نیز ازاں گونہ مشو سنگ | کہ از تنگی جہاں برخود کنی تنگ

جواں مرد آں بود کز راہ انصاف | نگہدارد میانِ بخل و اسراف

شہے کاماده گشت ایں چند کارش | دگر در ملک حاجت نیست یارش

جوانمردی نہ باشد جز بہنجار | کہ طوفاں خیزد از بارانِ بسیار

بزرگ امید چوں زیں نکتہ چند | امید خردِ شہ را داد پیوند

شہ از بخشش بزرگ امید کردش | بزر در غرقہ چوں خورشید کردش

ز دانش یافت اقبالش بلندی | فزوں شد زانچہ بودش ہوشمندی

از انگہ باز قانونِ جلالت | نہاد اندر ترازوے عدالت

مشورت شیرویہ با محرمان خود در کشتن خسرو

دریں فیروزہ باغِ نزہت آرائے | نوا زایں گونہ زد مرغِ شکر خائے

کہ چوں خسرو زبختِ آرزو کوش | درآورد آرزوی دل در آغوش

شراب تلخ با شیریں ہمی خورد | ز شیریں عیش را شیریں ہمی کرد

خیال گشت از وصالش خرم و شاد | کہ ہیچ از ملک و دولت نامدش یاد

ن-ح- کہ دارد جان تمک در چاشنی صاف | ن-ح- تحسین | ن-ح- فرخندہ

ن-ح- نزہت فزاز | ن-ح- خوش آواز

تو اے گوہر کہ ہستی زیورِ ملک | گرامی گوہرے بر افسرِ ملک
ز چندیں دودۂ خسرو در آفاق | توئی روشن چراغے زیر ایں طاق
فراواں از پدر آزار دیدی | بکن کارے چو وقتِ کار دیدی
چرا انگشت می خائی باز رم | چو طفلاں آستیں می خائی از شرم
اگر موزہ بپائے آری رہ اینک | اگر افسر نہی بسم اللہ اینک
بگو تا دل کنیم ایمن ز کارت | کزیں ہر دو کدام است اختیارت
چو دولت بر تو مے آید ز ہر جائے | باستقبال دولت پیش نہ پائے
تناول گر نسازی لقمہ را زود | پشیمانی خوری کے دارد سود
بجدار بر نمالی آستیں نیز | برو دامن بدنداں گیر و بگریز
ز شیری داد شاں شیرویہ پاسخ | کہ آزار بزرگاں نیست فرخ
چو سر برجاست چوں گردم کلہ پوش | کلہ را بار بر سر بہ نہ بر دوش
بدریا ابر دُر بارد نہ فرسنگ | بدا ابرا کہ بر دریا زند سنگ
من از جائے کلہ داری چہ خواہم | کہ افتد از زبر دیدن کلاہم
چو وقت آید کہ خالی گردد ایں جائے | خود آں پایہ بخواہش بوسدم پائے
سرِ خسرو ز شیریں بر سما باد | غبارِ فتنہ خواہاں زو جدا باد

ن ح - در   ن ح - کہ   ن ح - کاستیں خائید   ن ح - مگو

ن ح - چو در روزی نباشد خوردنی دود   ن ق - کلہ از بار بر سر بہ   ن ح - بلا   ن ق - نخواہم

ن ح - ز شیری

دلیرے سرکشے آتش نژادے ۔ درشتے کینہ جوئے بدنہادے
شب و روز از شگرفی حیلہ انگیز ۔ کہ تا چوں ملک بستاند ز پرویز
ملک پیوستہ بودے زو ہراساں ۔ طریقے کار او نگرفتے آساں
گہے کردے بزنداں اندرونش ۔ گہے از شہر میکردے برونش
چو پیدا شد بطوفانِ شرابی ۔ ز سرمستی و از دولت خرابی
بزرگانِ عجم گشتند باہم ۔ کہ دولت را کنند آئیں فراہم
نہاں با آنچناں آفاق سوزے ۔ صلاحِ مملکت جستند روزے
وزاں پس با مخالف محرمے چند ۔ دمیدند اندراں آتش دمے چند
کہ میدانی تو ہم تا چند گاہست ۔ کہ دولت بے سر و سر بے کلاہست
نہ تن بے سر کند صاحب کلاہی ۔ نہ سر بے تاج یا زد پادشاہی
چو شہ نبود سپہ را کار فرمائے ۔ نماند مملکت را پائے برجائے
بشاہی گرچہ خسرو سربلندست ۔ ولے خوابِ نشاطش ناپسندست
شباں کاہنگ خفتن شد صوابش ۔ صدائے گرگ باشد بانگِ خوابش
بود تا ایستادہ پایۂ سرو ۔ بجنبد ہر گلے در سایۂ سرو
چو شیر از خواب باز آمد فرازش ۔ بجنبانند در آتش درازش

نسخہ ح دبدخالی ۔ نسخہ ح آفت سگالی ۔ نسخہ ح بستے ۔ نسخہ ح نزشد ۔ نسخہ ح سپاہ مصلحت

نسخہ ح شد نفس خشتیں ہیپ ۔ نسخہ ح واند ۔ نسخہ ح چو سرو الذ باد خواب

ملک پنہاں از نیشان شد زباغ — شد آں شاہیں ہماں خانۂ زاغ

ہنوز او در حسین ناکردہ آرام — کہ از غوغا چناں پر شد در و بام

بزرگاں ز اتفاقِ نیک رائی — رمیدند از حرمہائے سرائی

ز حرمت در حرمہا رہ نبردند — بزنہارِ حرم داراں سپردند

گرہ بر سکۂ خسرو نہادند — بہر گنجینہ مہرِ نو نہادند

ہمہ گفتند باشہ کار داریم — وگر پرسد سخن بسیار داریم

بے جستند در ایوان و در طاق — نبود اندر شبستاں شمعِ آفاق

چو شیرِ نر نیامد نزدِ شمشیر — بہ شیرویہ شدند از بیشۂ شیر

کہ دمہ ز اتفاقِ نیک خواہی — نشاندندش بہ تختِ پادشاہی

ز ہر جانب نثارے گشت باراں — سزائے تاج و تختِ تاجداراں

زمانہ دیر شد کیں پیشہ دارد — کز یں بستاند و آں را سپارد

کرا دادا آرزوئے چرخِ نیلی — کہ نستد باز در آخر بسیلی

چہ نادان ست یا رب آدمی زاد — کہ گردد از متاعِ عاریت شاد

کسے خود جز من ایں افسر نہ بیند ... وگر خواہد کہ بیند سر نہ بیند

سرانراز آں شگافِ پردۂ راز ... نبود از حیلہ جائے دوختن باز

ضرورت سر بغوغا بر کشیدند ... زبانِ تیز چوں خنجر کشیدند

بدو گفتند کانچہ از رائے ما زاد ... بداں باید چو دانایاں رضا داد

اگر خواہی صلاحِ زندگانی ... صلاحِ کار ازیں دیگر تو دانی

ز دولت کار آنکس بیش باشد ... کہ در دولت صلاح اندیش باشد

دگر زیں فتنہ خواہی خویش را دور ... بلا بر تست ما باشیم معذور

چو بشنید ایں سخن شیرویہ زیشاں ... چو شیر از تابِ آتش شد پریشاں

اشارت ہم بدیشاں کرد ناچار ... کہ ماننداں آتیں در چارۂ کار

دویدند آں ہمہ ناحق شناساں ... بکفرانِ نعم چوں ناسپاساں

چو حلقہ بر درِ خسرو نشستند ... بگردِ قصر ز آہن حلقہ بستند

چو آگہ گشت شہ از شورشِ بخت ... بپائے خویشتن زیر آمد از تخت

درونِ قصر باغے بود زیبا ... ہمہ پشتِ زمیں چوں روئے دیبا

بہشتے در فراخی میل در میل ... کشیدہ کوثرش در چشمہ بد میل

از انبوہے درختاں شاخ در شاخ ... عمارت ہائے عالی کاخ در کاخ

کسے کاندر درونش بے فرشدے ... رہ بیروں شدن بیروں نبردے

ن ح سواری ... ن ق سرد ... ن ق نزاں بچے

که رائے عاقلاں را ہست معلوم   که عمر و روزی آمد ہر دو مقسوم

بکوشش چوں فزون و کم نباشد   خوش آں کز مردنش در غم نباشد

چو یک بخت دہد دورِ سپہر نجی   دو بخت آرزو باشد برنجی

خردمند آں بود کز ترکِ تدبیر   بسر پوید باستقبالِ تقدیر

بہر فعلے که باشد نیک و بد را   نظر دارد جزائے فعلِ خود را

جہاں خسرو که عالم را پناہ ہست   رہی را ہم پدر ہم پادشاہ ہست

چو شد سرِّ سخن با راستی جفت   حدیثِ راست باید با پدر گفت

فرامش کردۂ یا باشدت یاد   که چوں کردی پدر را ظلم و بیداد

تو چوں خونِ پدر خوردی بناچیز   مرا معذور دار از خونِ خود نیز

چو بر خسرو رسید ایں حرفِ جانکاہ   بنومیدی بر آورد از جگر آہ

بگریہ گفت کارے ہمچنین ست   جہاں با سرد مہراں گرم کین ست

اگر من بر پدر افسوس خوردم   سزائے خویش دیدم آنچہ کردم

چو بر شیرویہ رفت آں پاسخِ درد   بدرد آں دشنہ را در دل فرو خورد

اگرچش دورباشے در جگر بود   ازاں سر وا نشد چوں بیم سر بود

چو تو بر من کشادی پردۂ خویش   ببینی عاقبت ہم کردۂ خویش

رضا دادم بتقدیرِ الٰہی   بکن بسم اللہ اینک ہر چہ خواہی

ہمانا خسرو اندر عہدِ شاہی   یکے را کشتہ بود از کینہ خواہی

کشتن شیرویہ خسرو را و بر تخت شاہی نشستن

رقم سنجِ تحت از خامۂ خویش ‌ ‌ ‌ ‌ چنیں آراست نقشِ نامۂ خویش

کہ چوں شیرویہ شد بر تختِ شاہی ‌ ‌ ‌ ‌ درآمد کینہ ور در کینہ خواہی

کہ شہرے را دو سلطاں بر نتابد ‌ ‌ ‌ ‌ چو ایں بر جا بود آں بر نتابد

نہ یک مسند دو شہ را پایہ دارد ‌ ‌ ‌ ‌ نہ یک سر دو کلہ را جایہ دارد

برایں دادند آرامش سخن را ‌ ‌ ‌ ‌ کہ جوید شاہ نو شاہِ کہن را

اشارت بر وکیلانِ حرم رفت ‌ ‌ ‌ ‌ کہ پویند آں طرف کاں محترم رفت

گرش یابند از و سر خواست باید ‌ ‌ ‌ ‌ وگرنہ از سرِ خود خاست شاید

حرم داراں ازاں فرمانِ پُربیم ‌ ‌ ‌ ‌ نہادند از سلامت سر بہ تسلیم

بہر جوئیندہ کامد بجو نریز ‌ ‌ ‌ ‌ نشاں دادند خلوت گاہِ پرویز

بباغ اندر شدند آزار جویاں ‌ ‌ ‌ ‌ گلِ پژمردہ را در خار جویاں

بگرد خسرو از بہرِ فراغے ‌ ‌ ‌ ‌ ز ہر سوئے درآمد دور باغے

فتاد از گردشِ دورانِ دوّار ‌ ‌ ‌ ‌ یکے خورشید را با صد ذنب کار

نخستش آہنے بر پا نہادند ‌ ‌ ‌ ‌ ز گوہر بند بر دریا نہادند

چو در زنجیرِ آہن بستہ شد شیر ‌ ‌ ‌ ‌ زباں بکشاد شیرویہ چو شمشیر

نهاد آن زخم را بر زخم سر بست | جراحت را بخونِ گرم پیوست
بلوحِ خاک تعلیمِ وفا را | زخونِ خود نوشت این ماجرا را
خبر بردند بر شیرویه زین حال | ندید اقبال خود را فرخ از فال
زبیمِ بدسگالان مجلس آراست | طرب کرد و نثار افشاند و برخاست
چو گل با دوستان خندید پیدا | نهانے شد چو مرغ از ناله شیدا
چو قرابه بگریه سرنگون بود | دهن پرخنده و دل پر زخون بود
بخاصان گفت تا زان حورے پیوند | دو خون آلوده را از گریه شویند
پس اندر یک لحد دو سرو چالاک | نهند اندر فرامش خانهٔ خاک
بیارند اندران مشهد بتعجیل | حرم جاے شهیدان میل در میل
دویدند آن همه فرمانبران زود | چنان کردند در ساعت که فرمود
دو عاشق را بخوابِ خوش هم آغوش | یکے کردند و پوشیدند سرپوش
بر آوردند عالی گنبدے خوش | بسانِ گنبدِ فیروزه دلکش
فلک کو گنبدِ زنگار خوردست | چنین گنبد نگر تا چند کردست
شنیدی گنبدِ بهرام را نام | کنون بین زیر گنبد گورِ بهرام
پلنگے همچو مرگ اندر بناگوش | پس آنگه غافلان در خوابِ خرگوش
خلاصی نے دهر دم در زیانیم | که در گرد آفت و ما در میانیم

ن ق۔ گریه   ن ق۔ برآرند   ن ق۔ بهر

پسر بود آں سیاست کردہ را چند ۔ یکے زاں کینہ جوئے ناخردمند

سیہ فامے رخ ازدودہ سیہ دم ۔ سزاے خشمِ یزداں ہرزدگش نام

بدو کردند اشارت ناسپاساں ۔ کہ دشواری کند بر خسرو آساں

فرستادند نزدش مردِ خونریز ۔ کہ خونِ کشتہ واخواہد ز پرویز

چو شہ سیماے او را دید دریافت ۔ کہ نقب افگن بشارستاں گذر یافت

بدو گفت آمدی ہاں در دم ۔ کہ تا خونِ پدر شوئی ز خونم

چو از خونِ پدر کردی فراہم ۔ بجوئی از پسر خونِ مرا ہم

فرو گفت ایں و شد تسلیم در حال ۔ بہ نزدِ او در آمد مردِ قتال

چناں زد بر شکم زخمِ درشتش ۔ کہ بیروں کرد خنجر سر ز پشتش

ز زخمِ آں پلیدِ حلیف ناپاک ۔ درختِ خسروی اُفتاد بر خاک

خراشِ دیو مغزِ آدمی سفت ۔ فرشتہ بر پرید و آدمی خفت

کشندہ چوں تنِ خسرو بخون خست ۔ چو دیوی زود زاں موضع بروں جست

چو آمد بر سرش شیریں دلتنگ ۔ ز سیلِ خوں جہانے دید گلرنگ

رسیدہ برگ ریزے در بہارے ۔ فتادہ سروقدے اندر لالہ زارے

بدید و ہم بدیدن بیخبر گشت ۔ سرش درگشت او از پاے برگشت

ز بالیں گاہِ خسرو دشنہ برداشت ۔ پس آں قطرہ بجانِ تشنہ برداشت

چو بودش ز آتشِ دل در جگر تاب ۔ ز دشنہ بر جگر زد قطرۂ آب

چو تیر اندر رئے گشت آدمی خاے — نخست از پاسباں خالی کند جاے

چو سہے کینہ دارد کینہ بر ہوش — بافیون مالد اول عقل را گوش

بود گر چارہ بیش از مرگ بوے — چو مرگ آمد ندارد چارہ سوے

بسا کش کاں بچارہ پے فشردند — کہ در روز اجل بیچارہ مردند

سکندر کاب حیواں را ہوس برد — چو وقت مردن آمد در ہوس مرد

برہ کیں ذرہاے گرد بینی — سلیمانانِ باد آوردہ بینی

گر کش کاسۂ گل ہر آبے است — چو بینی کاسۂ افراسیابے است

کلاہے کو کند بازیچہ سازی — مداں بازیچۂ او را ببازی

چو مردم ساز از گل بیں بہ تمیز — کہ مردم بودہ باشد پیش ازیں نیز

ہر آں مردہ کہ دارد بر زباں بند — بخاموشی ہمی گوید ترا پند

تو دل را گوش دار و پند می نوش — کہ نتوانی شنید آں پند ازیں گوش

چہ بیشرم ست یارب آدمی زاد — دمے در شہت صد سالہ بنیاد

دمِ مردم کہ دست آویز جانست — چو در ننیم بادے بے نشان ست

اگر صد سال بر لب سائے انگشت — زدم جز باد نتواں یافت در مشت

چو بادست ایں حیاتِ سست بنیاد — خردمندی نباشد تکیہ بر باد

ن ق - بیچارہ کیں کہ راہ تن سپردند　　ن ق سلیماناں ہائے آوردہ　　ن ق - ازاں بازیچہ او را بسازی

ن ق - چو مردم ساز بینی گل بہ تمیز　　ن ح - ہماں　　ن ح - ساز　　ن ح خاے

چو گیرد ناگہاں آتش بکشتی   نباید سوخت در دریا بزشتی

چو اندر حلقۂ[1] گرم او فتد مور   شود تفسیدہ ہر سو کاورد زور

تن ما کاندریں طوفان مہیاست   سفال خام در گرداب دریاست

چو گردد کوزۂ خام از نمے خورد   درست از قعر دریا کے تواں برد

فلک چوں[2] اژدہائے تند پر بیم   درون حلقۂ او ما بہ تسلیم

درآید ہر زماں چوں زور مند آں   رباید ہر کرا خواہد بدنداں

نہ دستِ آنکہ باز ورش ستیزیم   نہ پائے آنکہ از بیمش[4] گریزیم

اگر عالم بغوغا گردد انباز   کسے را کو بغزتواں بستد باز

حذر زیں زال ابرو وسمہ کردہ   کزیں وسمہ است چندیں شوخ می خوردہ

ازیں زال آنکساں آزاد جستند   کہ خوش رفتند و دل دروی نہ بستند

گوارا نیست جام روزگاراں   تو خوش خور تا ترا باشد گواراں

مخسب اے دل کہ دوراں در کمین ست   اجل گرگ و حصارت گوشتین ست

ولے چوں بر کشد تقدیر خنجر   نخست از عقل بیدار افگند سر

سپہر اول کند چشم خرد کور   پس آنگہ بر خردمند آورد زور

چو دزدے جو ید اندر خانۂ سود[5]   کشد اول چراغِ خانہ را زود

۱؎ ق۔ حلقہ   ۲؎ ق۔ چوں   ۳؎ ح۔ درہم   ۴؎ ق۔ زبیشش

۵؎ ق۔ وزد اندر

که خسرو چیست این جادو خیالی — که عالم پر شده گنجینه خالی

نگویم دهر پر آوازه کردی — که تاریخ کهن را تازه کردی

بدین رنگین خیالے پرنیان سنج — بجیب هفت گردون ریختی گنج

نورد پرنیانت را خداوند — بدامان قیامت دوخت پیوند

ازین مشکین عبیر مغز پرور — دماغ روحانیان کردی معطر

عطارد را قلم درهم شکستند — ملایک بر جناحش نقش بستند

نشاید گفت سحرش هم ترازو — که حرز جان شد و تعویذ بازو

ولے چه سود چندین نکته گفتن — گهر سنجیدن و یاقوت سفتن

که مشتے مهره چیں اندر کمیں اند — که دُر بینند و آنگه مهره چینند

مبادا کاید این طوطی گرفتار — که بربایند زاغانش بمنقار

مرا کاقبال داد این مژده بخت — زدم اندیشه را بر آسمان تخت

بپاسخ شکرین کردم زبان را — که اے نامت حلاوت داده جان را

بگفتن نیست چندان آرزویم — ولے چون باز می پرسی بگویم

خدایم داد چندانے خزینه — که دریا زان بود یک آبگینه

اگر صد سال گرداند دولاب — چه کم گردد ز دریا قطرهٔ آب

رها کن تا در آید هر که داند — برد چندانکه بردن مے تواند

ببر زین خانه ختم جمله بے مزد — که رخت خود حلالت کردم ای دزد

چو سست است بنا کاندر وجود ست | دگر ایوان گل کردن چه سود ست
رواقے را چه باید ساخت حالی | که خواهد ماند از سازنده خالی
مگو کایوان کسریٰ تاکنون ست | چو کسریٰ رفت گو در خاک تو بست
نماند جاں بہ تن پیوسته جاوید | که جاسوسِ فلک شد چشمِ خورشید
چراغ از بہرِ جانِ در دماغ ست | مگر گردوں که دزدِ با چراغ ست
بقائے نیست چوں در ہیچ چیزے | ہمه ملکِ جہاں نرزد پشیزے
فسوسِ ما نه بہرِ زندگانی ست | که ایں فرصت نه کس را جاودانی ست
زبہر آں نست افسوسے که داریم | که فرصت ہست و ضائع میگذاریم
چو زیں خوابِ گراں بیدار گردیم | بکارِ خویشتن ہشیار گردیم
چو نتوانیم گردِ کار گشتن | چه سود از آنچناں ہشیار گشتن
خداوندا دراں فرموشکاری | تو بخشی عاقلاں را ہوشیاری

در خاتمت کتاب گوید

مرا چوں ہمتِ خورشید پایه | بریں میموں سواد افگند سایه
طرازش نقشِ چیں را آب می برد | خرد را ہم ز دیده خواب می برد
در آمد قاصدِ اقبال سرمست | بتوقیعِ ابد منشور در دست

نخ- چو   نق- بخواب

بہر حرفم کہ در خواہی زدن چنگ | ز کاں ہم لعل خواہی یافت ہم سنگ

معاذ اللہ اگر من بر تو پیچم | چو تو پیچی چہ برخیزد ز ہیچم

مگس را چوں تواں کشتن بشمشیر | چہ گوئی پشہ را سیلی زند شیر

مگو کیں زاغ نولاں گرم کار اند | کہ مرغانِ دلم عنقا شکار اند

مبیں سبزہ کہ آں رنگین و خوش رست | کز آسیبے تواں کند از بنش سست

برآید گربۂ بیدار چہ چالاک | ہم آخر خورد و گنجشکاں کند پاک

چو من چابک روے باید جہانگیر | کہ شبدیزِ مرا گردد عناں گیر

چناں در خمسہ داد اندیشہ را داد | کہ در سبعِ شدادش بست بنیاد

دلم دیر است کیں سودا بسر داشت | کہ گل چینیم ز باغے کو گذر داشت

نظامی کآبِ حیواں ریخت از حرف | ہمہ عمرش دراں سرمایہ شد صرف

دمے ترسیدم از گل خندۂ باغ | کہ دانم رقصِ کبک آجستنِ زاغ

تگِ تیزے بود با گاؤ نیلی | کشد چوں بوم بلبل را ز سیلی

فراغِ دل مرا از صد یکے بود | ہوس بسیار و فرصت اندکے بود

چو بازارِ تمنا گرم تر گشت | دل از آزرم بے آزرم تر گشت

میاں در بستم و جستم بزاری | ز بازوے توکل دستیاری

بدیں ابجد کہ طفلاں را کند شاد | مثالے بستم از تعلیمِ استاد

گرت شیریں نخوانی باربد ہست | دگر جاں نیست بارے کالبد ہست

بیک تحسینت اے ہمدم حلالست   وگر دشنام گوئی ہم حلالست

وگر پے گم کنی کیں آں گہر نیست   حریفے از سخن غمازتر نیست

چو افتد گوہرے در دستِ درویش   ہماں گوہر کند غمازیِ خویش

چو سنگ و زر دو زرد یگ خمِ اجد ماہی   سیہ روئی دہد بر وے گواہی

بود خورشید را جا بیتِ معمور   بگنج بیوہ زن کے گنجد آں نور

تہی چشم اند ایں مشت علف خوار   بباید زرہ شاں دادن بخروار

زباد و دم کسے کو بر تر افتاد   تہی تر داں لسانِ مشک پر باد

سرِ کلکش کہ تمیزے ندارد   بداں ماند کالف چیزے ندارد

عروسے را کہ برقع کردہ ام باز   ندارد وسمہ بر ابروے ناز

اگر بینی نگر زر معنیٔ بکر   ز سہوِ طبع نے از سستیٔ فکر

بدل می نگذرد چوں میکنم درج   کہ ایں سرمایہ جاے کردہ ام خرج

وگرنہ خانہ پُر خوبانِ فرخار   بتے را کے نمایم جلوہ دہ بار

دریں ہنگامہ دہ جا گرم دارم   نہ دزدی کردہ ام تا شرم دارم

زرم کز شرکتِ بیگانہ پاکست   گرش دہ بار بر سنجم چہ باکست

وگر بر ماہ بندی تہمتِ سلخ   کے از زہرِ مگس حلوا شود تلخ

بداند آنکہ صاف اندر د بیزد   کہ از نحل انگبیں چندیں نخیزد

تو بر دریا کلوخ انداز داری   اگر صیدے کنی پرواز داری

خدایا خاک من چوں خود سرشتی ق سخن بر من بکلکِ خود نوشتی
نہ در خور بود مغزِ من بدیں بوے تو دادی روزِ بازارم دریں کوے
ازیں ہنگامہ چوں بیروں رُوم فرد مگرداں گرمیِ بازارِ من سرد
چناں کن دستِ تخمم را نمک ریز کہ باشد تا قیامت رغبت انگیز
چو بکشایند فردا پردہ راز نہ پرسی از من ایں بازیچہ را باز

چو بر خسرو سر آید زندگانی
گناہش عفو کن باقی تو دانی

بالخیر تمت

گرم فرصت دہد لطفِ خداوند — کنم حلوائے او را تازہ زین قند

گشادہ وپنج گنج از گنجہ خویش — بداں پنج آزمایم پنجہ خویش

فرو گویم بشیریں تر زبانے — بعرضِ داستانے داستانے

کہ تا گوید مرا عقلِ گرامی — زہے شائستہ فرزندِ نظامی

نخست از پردہ آں صبح سورم — نمود از مطلع الانوار نورم

پس از کلکم چکیدایں شربتِ نو — کہ نامش کردہ شد شیرین و خسرو

بقار اگر تہی ناید خزینہ — سہ گنجِ دیگر افشانم ز سینہ

در آغازِ رجب شد فرخ ایں فال — ز ہجرت ششصد و ہشت و نود سال

وگر پرسی کہ بیتش را عدد چیست — چہار الف و چہار ست و صد و بیست

خراب آنکو ز چندیں بیت معمور — کند بیتے ز جائے خویشتن دور

تو اے بلبل چو بخرامی دریں باغ — بہر لختے مگیری نکتہ بر زاغ

بہوش ار از خلل یابی نشانے — کہ نبود میوہ بے استخوانے

بد و نیکِ مرا از ہم جدا کن — نکو برگیر و بد بر من رہا کن

نہ مقصودِ من آں بُد اندریں راہ — کہ گردم شہرۂ ہر شہر چوں ماہ

ولیکن خاطرم زیں سو عناں تافت — عناں از کفِ خاطر چوں تواں تافت

من از جانش در آوردم بہ پرواز — خدایش جائے در جانہا دہد باز

ل ح - شاگرد شائستہ   ن ق - بودند زیں   ن ق - زیشاں   ن ق - گفت